بسم اللہ الرحمن الرحیم

Rashid Ahmed, M.A. LL. B.
(Retrd. Sessions Judge.) ADVOCATE,
HYDERABAD-DN.

دیوان محوی

کلام فارسی حضرت قبلہ و کعبہ مولوی مسعود علی صاحب محوی بی اے (علیگ)

سابق سشن جج سرکار عالی



رشید احمد

ایم اے ایل ایل بی (علیگ)

۱۳۵۶ف

مطبوعہ سجاد پریس حیدرآباد دکن

۱۹۴۷ء

عکس جوانی جناب مدوی



در کتاب زندگانی هم براین وصل جنون
نقطهٔ ترجیح و خطا انتخاب افتاده بود

مدوی

دیوان محوی



بزرگ ترین تحفهٔ ادبی که بعد از مراجعت از ایران بدکن بدستم آمد
نسخهٔ دیوان محوی است که شاعر استاد فارسی آقای مولوی مسعود علی متخلص به محوی
صاحب دیوان بمن هدیه دادند و در بزم شاد که محفل ادبی مخصوص بود و روزهای
جمعه در منزل مهاراجه کشن پرشاد متخلص به شاد سالها با آقای محوی مشاعره
داشتیم و در خزانهٔ گوشم همیشه از گوهرهای گران بهای ابیات ایشان ریخته می شد
اکنون که مجموعه غزل ها و بعضی از قصائد و قطعات ایشان یک جا طبع شد
از مطالعهٔ آنها لذات مکرر میبرم :-

أَعِدْ ذِكْرَ نُعْمَانٍ لَنَا إِنَّ ذِكْرَهُ هُوَ الْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهُ يَتَضَوَّعُ

زبان فارسی در اواسط قرن چهارم هجری با فتوحات سبکتگین غزنوی

به هندوستان آمده و بعد از آن هر قدر فتوحات اسلامیه در هند وسعت می یافت و مسلمانان هند را بیشتر استعمار میکردند عملیات ادبی و علمی فارسی وسیع تر میگردید و تا قرن دوازدهم هجری زبان علمی و دولتی تمام هندوستان بوده زبان بین المللی تمام هند هم همان بوده که اگر یک هندوی پنجاب با یک هندوی دکن در جائی از هند بمکالمه می پرداخت واسطه تفهیم فارسی بوده از قرن سیزدهم مسلمانان تکلم اردو را بجائے فارسی گرفتند و تا یک قرن دیگر تالیف در نثر فارسی در جریان بود و اکنون متروک است و در سه شعبه زبان فارسی که تکلم و نثر و نظم است تنها نظم باقی مانده و حق این است که امروز هم شعرای بسیار فارسی در هندوستان هستند۔ جهت اینکه اشعار فارسی هند در ایران شهرت نمی یابد این است که در عصر سلطنت قاجار در ایران سبک شعر صفوی تغییر یافته بلاغت را گم کرده به فصاحت بیشتر توجه شده و مضامین هم محدود به عشق و باده گردیده است۔ پیشو در دالعمل را ایشان گوئی کرد چنانچه ماسته آن پیش از سبک صفوی اتفاق افتاده بوده بابافغانی شیرازی در آخر قرن نهم مجدد سبک وسیع حقیقی شعر هند و سبک مثنوی نظامی گنجوی را در غزل استعمال نمود و شعرای سه قرن صفوی ایران و تیموری هند همه پیروی از آن سبک کردند سلطنت قاجار تمام آثار

ظاہری و باطنی صفویہ را از میان برد و از آن جملہ سبک شعر بود اما در ہندوستان همان سبک صفوی در شعر فارسی و اردو تا کنون نمو پذیرفتہ است۔ آقای محوی یک یادگار بلند پایہ از فیضی و طالب و کلیم و عرفی و صائب است

اللھم طول عمرہ ووفقہ لکثرۃ الافادہ

قطعہ

طبع کردی نامہ ای از زادہای طبع خویش
آفرین محوی کہ گوہر را فراواں کردہ ای

در زبان عزت اجداد بکشادی زبان
مسلمین را آگہ از کار مسلماں کردہ ای

گلستان فارسی پژمردہ بود از باد سرد
گل فروشی در خزان پیش از بہاراں کردہ ای

کند شد تیغ زبان دشمناں بر فارسی
زین کتاب از بہر نطق خویش خفتاں کردہ ای

مرحبا ما را بیاد آوردہ ای عہد قدیم
آفرین خورشید را در ملک کیواں کردہ ای

زادہ دریای طبعت جملگی رخشاں در است
فیض یابی از کدامین ابر نیساں کردہ ای

فارسی افسردہ تن بود است در ملک دکن
خون صالح تو رواں در عرق شریاں کردہ ای

طبع تو جولاں کند ہر سو بہر معنی رسد
شاعری را در کف خود گوی چوگاں کردہ ای

در زبان سهروردی مدح سلطان العلوم — آشکارا گوشه‌ای از رازِ پنهان کرده‌ای

شاه عادل را ستودی میر سید فرد زبان — ای ادیب نغز زبان تفسیر قرآن کرده‌ای

همچو داعی محو گشتی در مدیح شاه از آن

شاهکاری هر زمان از خود نمایان کرده‌ای

سیّد محمد علی (داعی الاسلام)

مؤلف فرهنگ نظام و استاد سابق نظام کالج

حبیب گنج ضلع علی گڑھ
۹ مئی ۱۹۴۷ء

کرم فرما مخلص نواز۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

فی البدایۃ :-

محوی محو رضا جانِ صفا کانِ صفا یاد آوردہ زہے شانِ عطا آنِ ثنا

پارسل دیدہ افروز ہوا کھولا دیکھا، آنکھیں پُرنور دل مسرور ہوا

"نذرِ عقیدت" مُکرر ہے پہلا نسخہ کتاب خانہ سے نکال کر دیکھا۔

دیوانِ محوی تازہ بہار ہے۔ پہلے جو کمی رہی تھی وہ پوری ہوئی۔ کلام پڑھا

دیکھا۔ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ پایہ بلند ہے معیار عالی پاکیزگی

کلام دورِ گزشتہ کے فصحا کی یاد دلاتی ہے۔ حال کے معیار سے

بلند ہے بلکہ تعجب انگیز ہے۔ اس دور میں یہ پاکیزگی و بلندی

ذوق حیرت افزا ہے۔

بڑی مسرت اس کی ہے کہ اس دورِ بد مذاقی میں آنجہیں فارسی

کلام کے نور سے منور ہوئیں۔ اُسے وقت تو خوش کہ وقت میں خوشی کی دی
"نذرِ عقیدت" کے مقدمے میں میں نے لکھا تھا" ابھی یہ چنگاریاں
باقی ہیں کیا عجب کہ کسی روز بھڑک اُٹھیں۔ دلوں کو گرما دیں۔"

شکر ہے یہ توقع "دیوانِ محوی" کی اشاعت سے
پوری ہوئی۔

مُبارک و مقبول باد فقط

نیازمند۔

حبیب الرحمٰن شروانی (صدر یار جنگ)

فہرست مضامین دیوان

اس زمانہ کے سیاسی ہیجان، معاشرتی کشمکش اور مادی رجحان میں اُمید کرنا کہ کسی شخص کو اتنی فرصت اور اتنا موقع مل سکیگا کہ وہ کسی دیوان اور خاص کر فارسی دیوان کو اول سے اخیر تک پڑھے۔ میرے خیال میں بیجا اور بالکل بیجا ہے اس لحاظ سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دیوان کے مضامین کی ایک مختصر فہرست دیدیجائے تاکہ جس شخص کو جس مضمون کے متعلق کچھ دیکھنا ہو وہ بآسانی دیکھ سکے اور تلاش کی زحمت سے بچ جائے۔

حمد

یوں تو ہر غزل کے ساز میں آپ یہ لے پائینگے مگر جن غزلوں میں یہ لے اونچے سُروں میں سنائی دے گی وہ یہ ہیں :-

غزل نمبر (۳۷) صفحہ ۲۲
" (۳۹) " ۲۳
" (۴۹) " ۳۰
" (۱۰۰) " ۶۰
" (۱۰۱) " ۶۱
" (۱۰۴) " ۶۲
" (۱۰۸) " ۶۵

غزل نمبر (۱۶۰) صفحہ ۱۱۳
" (۲۲۱) " ۱۵۱
" (۲۴۴) " ۱۶۶
" (۲۴۵) " ۱۶۷
" (۲۶۳) " ۱۷۷
" (۲۷۱) " ۱۸۲

نعت

یہ مضمون جس قدر مشکل ہے اُسی قدر لوگوں نے اسے آسان سمجھ لیا ہے اور اُس قدر افراط اور تفریط سے کام لیا ہے کہ بعض جگہ حضرت رسول اکرمؐ کی نعت کی سرحد باری تعالیٰ کی حمد سے بھی بڑھ جاتی ہے اور بعض جگہ اس میں اور ایک معمولی معشوق کی تعریف اور توصیف میں کوئی حد فاصل باقی نہیں رہتی۔ (دیکھئے تقریظ بر کتاب سراپائے رسول کریمؐ صفحہ ۹ ضمیمہ دیوان)۔

اس دیوان میں جہاں آپ کو رسول کریمؐ کی نعت ملیگی وہ ان دونوں عیوب سے پاک وصاف ہوگی ملاحظہ ہو:-

غزل نمبر (۷۶) صفحہ ۴۷	غزل نمبر (۲۳۲) صفحہ ۱۵۸
″ (۷۷) ″ ۴۸	″ (۲۶۳) ″ ۱۷۶
″ (۹۴) ″ ۵۶	″ (۲۶۶) ″ ۱۷۹
″ (۱۰۵) ″ ۶۳	تقریظ بر کتاب سراپائے رسول کریم ″ ۹ ضمیمہ دیوان
″ (۱۰۶) ″ ۶۳	
″ (۱۱۸) ″ ۷۰	تضمین بعض اشعار منسوبۂ حضرت امام زین العابدین ″ ۱۶ ″
″ (۱۵۵) ″ ۱۰۲	
″ (۱۶۰) ″ ۱۰۶	
″ (۱۷۰) ″ ۱۱۵	فاتحہ ″ ۱۷ ″
″ (۱۹۳) ″ ۱۳۱	غزل ″ ۳۱ ″

منقبت

قصائد

بمدحیہ اعلیٰحضرت نواب میر عثمان علیخان خدیو دکن خلد اللہ ملکہ و اقبالہ

جن کی سرپرستی اور حمایت میں فارسی زبان جو ہمارے بزرگوں کا ورثہ اور ہماری

حکومت کی یادگار رہے ہنوز دکن میں ایک حد تک زندہ اور باقی ہے ۔

از صفحہ ۱ تا صفحہ ۸ ضمیمہ دیوان

صفحہ ۸

بنام جناب سر مہاراجہ کشن پرشاد یمین السلطنت بیکنٹھ باشی

سابق مدارالمہام و صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی، جن کی محبت، دل افزائی

اور ہم فنی ان نظموں کی محرک کہی جا سکتی ہے :۔

صفحات ۱۲، ۲۱، ۲۵، ۳۶، ۴۷، ۴۹، ۵۳ ضمیمہ دیوان

بنام جناب نواب سالار جنگ میر یوسف علیخاں دام اقبالہ

صفحات ۲۴، ۴۰ ضمیمہ دیوان

مراثی

مرثیہ دختر سر مہاراجہ کشن پرشاد بیکنٹھ باشی } صفحہ ۵۵ ضمیمہ دیوان

تواریخ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

جب میں کوئی کلیات یا دیوان پڑھنے کے لئے اٹھاتا ہوں تو میری سب سے پہلے یہہ خواہش ہوتی ہے کہ میں اس کے مصنف کا نام اس کا زمانہ، اور اس کے حالات زندگی اگر تفصیلی طور سے نہیں تو کم از کم مجمل طور سے معلوم کروں، کیونکہ میرے خیال میں کوئی شخص بغیر اس کے نہ شاعر کے اشعار سے پورا لطف اٹھا سکتا ہے اور نہ وہ ارشارات اور تلمیحات سمجھ سکتا اور نہ اس کی آرزوں یاسوں، خوش حالیوں اور بد حالیوں کی جھلکیاں دیکھ سکتا ہے جن کا بلا ارادہ بھی اس کے اشعار میں جابجا نظر آنا ایک فطری اور لازمی امر ہے۔ خوشحال اور آسودہ دل فیضی اور پریشان اور افسردہ خاطر علی حزین کے اشعار اس نظر سے بغور دیکھئے تو یہہ نکتہ بآسانی سمجھ میں آجائے گا۔ یہہ خیال کر کے کہ متذکرہ بالا خواہش میرے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر شخص یہی چاہتا ہوگا میں ان چند غزلوں کو شایع کراتے وقت اپنی نسبت

چند الفاظ لکھنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں اور اس کی معافی چاہتا ہوں ۔

اگر میرا وہ زائچہ جو مجھے اپنے خاندان کے پرانے کاغذات میں ایک مدت کے بعد ملا صحیح ہے تو میرا سال اور تاریخ پیدائش ۲۸ اکتوبر ۱۸۶۱ء ہے۔ میری پیدائش کا مقام دہلی ہے۔ جہاں میرے جد امجد مولانا مخدوم بخش اور میرے والد ماجد مولوی احمد علی صاحب مرحوم و مغفور یکے بعد دیگرے ایک مدت تک محکمہ کمشنری دہلی و ایجنسی لفٹنٹ گورنر پنجاب کے ممتاز سر دفتر اور سررشتہ دار رہے تھے اور جہاں یہ دونوں بزرگوار نہایت ناموری اور نیک نامی سے زندگی بسر کرکے اسی سرزمین کے پیوند ہو گئے۔ جد امجد کا مزار حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کی درگاہ کے جنوبی دروازے کے سامنے واقع ہے اور والد ماجد حضرت نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ کی درگاہ کے اندر حضرت امیر خسرو کے مزار مبارک کے سامنے کے چبوترے پر اپنی دلی تمنا کے مطابق آسودہ ہیں۔ والد مرحوم کے انتقال کے بعد بھی ہم لوگ ایک مدت تک اپنے چچا مولوی علی احمد صاحب مرحوم و مغفور کے ساتھ دہلی میں رہے۔ جب مولوی صاحب موصوف بسلسلہ ملازمت ریاست دوجانہ ضلع رہتک تشریف لے گئے تو ہم لوگ اپنے وطن قصبہ فتحپور (بسواں) ضلع بارہ بنکی ملک اودھ چلے گئے۔ وہاں چند سال رہنے کے بعد جبکہ میری عمر سولہ سال کی تھی میں علیگڈھ کے مدرسۃ العلوم میں داخل کرا دیا گیا۔ اس مادر درسگاہ کی آغوش محبت میں تقریباً گیارہ بارہ سال پرورش پاکر گریجویٹ ہوا۔

اور وہیں سے ۱۸۹۰ء میں سرکار دولتمدار آصفیہ حیدرآباد دکن کی طلب پر حیدرآباد دکن آیا اور اس سرکار کے نمکخواروں میں داخل ہوکر تقریباً نصف صدی تک مختلف حیثیتوں سے حق نمک ادا کرتا اور ملازمت کی زندگی کے نشیب و فراز دیکھتا اور اس کی راحتیں اور مصیبتیں اٹھاتا رہا۔ اب کہ ۱۹۴۷ء شروع ہو رہا ہے وظیفہ حسن خدمت (پنشن) پاتا ہوں اور شہر سے دور ایک گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر عمر کی آخر منزلیں طے کر رہا ہوں۔ خدا عاقبت بخیر کرے۔

یہہ تو میری زندگی کا ایک سرسری خاکہ تھا جسے متذکرہ بالا غرض کے تحت اس مجموعۂ غزلیات کے ملاحظہ فرمانے والوں کی اطلاع کے لیے پیش کرنا میں نے ضروری تصور کیا تھا، اب مجھے اردو کے اس ترقی پسند دور میں ان چند فارسی غزلوں کے پیش کرنے کی معذرت چاہنا باقی رہجاتا ہے۔ یہہ تو مسلم ہے کہ اس مختصر گروہ کے سوائے جس نے بنی اُمیہ کی حکومت کے زمانہ میں محمد بن قاسم ایک نوجوان اولوالعزم عرب کی قیادت میں سندھ فتح کیا اور جس کی زبان عربی تھی اور جتنے مسلمان شمالی پہاڑیوں کی دشوار گزار وادیاں طے کرکے غزنی غور اور فرغانہ سے فاتحانہ حیثیت سے ہندوستان آئے اور مستقل وسیع حکومتوں کے بانی ہوے وہ سب فارسی بولتے تھے۔ جس قدر ان کی حکومت کا دایرہ وسیع اور مضبوط ہوتا گیا اسی قدر ان کی زبان پھیلتی اور شایع ہوتی گئی۔ غزنوی، غوری، غلاموں، خلجیوں، تغلقوں، لودھیوں اور

مغلیہ کے عہد حکومت تک اس کو متواتر ترقی اور عروج ہوتا رہا، وہی سرکاری زبان تھی، وہی درباروں میں بولی جاتی تھی۔ اور وہی تالیف تصنیف، دستاویزوں کی ترتیب اور باہمی خط و کتابت میں مستعمل ہوتی تھی، وہی حصول ملازمت کا ذریعہ اور مہذب اور شائستہ سوسائٹی میں داخلہ کا پاسپورٹ تھی۔ شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب کے انتقال کے بعد مسلمانوں کی حکومت کا زوال شروع ہوگیا، اور اہل ایران کے مستند ادیبوں اور معتبر شعرا کی وہ آمد ورفت اور ان سے وہ میل جول باقی نہ رہا جو پہلے بادشاہوں کے زمانہ میں تھا، اس عدم ارتباط سے فارسی زبان کا اصلی اور حقیقی رنگ بدلنے لگا۔ اور اس مکتب کی بنیاد پڑگئی جسے مازندرانی، ترکستانی، افغانستانی فارسی کی طرح "ہندی فارسی" کے نام سے موسوم کرنا شاید غلط نہ متصور ہو۔ "ہندی فارسی" کیا ہے اور اس کے کیا خصوصیات ہیں؟ اس کی تشریح اور توضیح ایک طویل بحث چاہتی ہے جس کا یہ موقع ہے اور نہ اس مختصر دیباچہ میں اس کی گنجائش ہے۔ یہی "ہندی فارسی" ہندوستان میں ایک مدت دراز تک رائج رہی اور اسی میں ہمارے سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں فارسی گو شعرا شعر کہتے رہے۔ آخر زمانہ میں میرزا غالب نے اس کے خلاف آواز بلند کی مگر پوری طرح سے اس کی اصلاح نہ کرسکے۔ ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں کی برائے نام بادشاہت کا بھی خاتمہ ہوگیا، اور فارسی زبان جیسی کچھ بھی تھی بالکل بے سہارا ہوگئی۔ مگر سات

آٹھ سو برس کی حکمرانی اور تسلط نے اہل ملک کے دل و دماغ پر جو گہرے نقش ڈال دئے تھے۔ ان کا دفعتہً محو ہو جانا محال تھا۔ حکومت کی سرپرستی نہ باقی رہنے پر وہی علمی زبان تھی اور علمی دنیا میں وہی لوگ سربرآوردہ اور ممتاز سمجھے جاتے تھے جو اس زبان کے ماہر اور ادیب ہوتے تھے۔ میرے قیام دہلی کے زمانہ میں اِس زمرہ میں میرزا غالب، نواب ضیاء الدین احمد خاں صاحب نیرؔ، نواب علاء الدین خانصاحب علائی رئیس لوہارو، مولوی ضیاء الدین صاحب پرنسپل قدیم دہلی کالج، مفتی محمد صدر الدین آزردہ، مولانا فضل حق، نواب مصطفیٰ خاں صاحب حسرتی، حافظ ویراں، نواب غلام غوث خاں بیخبر وغیرہ کے نام لئے جاتے تھے ان میں سے بعض حضرات کو میں نے دیکھا بھی تھا مگر اس وقت میری عمر ایسی نہ تھی کہ ان کی صحبت سے کوئی استفادہ کیا جاسکتا۔ وطن آکر اپنے خاندان کے بزرگوں کو اِسی زبان کا دلدادہ پایا۔ بول چال اردو تھی مگر تمام خط وکتابت فارسی میں ہوتی تھی، جو لوگ اس زبان میں لکھنے پڑھنے سے عاری ہوتے تھے ان کا شمار کم علم لوگوں میں ہوتا تھا۔ چھوٹوں پر تاکید تھی کہ وہ بڑوں کو اُسی زبان میں خطوط لکھیں۔ طالب علمی کے زمانہ میں انگریزی ادب، فلسفہ ومنطق کے ساتھ میری دوسری زبان فارسی رہی اور خوش قسمتی سے مولوی محمد اسحاق اسرائیلی اور

علامہ شبلی سے مشہور فارسی داں استاد ملے جن کی توجہ فرمائی سے اس زبان کے ساتھ ایک گونہ لگاؤ پیدا ہوگیا۔ حیدرآباد آکر مولوی فضل رب عرشی، مولوی غلام قادر گرامی، ترک علیشاہ ترکی، مولوی عبدالجبار آصفی، مولانا عبدالغنی غنی، مولوی محمد جعفر زہری، نواب حیدر یار جنگ طباطبائی اور شمسی مرحومین اور علامہ عمادی، نواب ضیا یار جنگ بہادر، آقا محمد علی داعی الاسلام، مفتون، طلعت یزدی سے صحبتیں اور ملاقاتیں رہیں جو فارسی کے ممتاز شاعر تھے۔ اس قسم کی صحبتوں کے فیضان اور اساتذہ قدیم کے کلام کے مطالعہ اور تتبع کے سوائے کسی سے نہ اصلاح لینے کا اتفاق ہوا اور نہ مشورہ کرنے کا۔ انسان ماحول کا بندہ ہے۔ میں نے جو زمانہ پایا اور جس ماحول میں میرا نشو و نما ہوا اس پر نظر کرکے میرا فارسی کی طرف رجحان اور اس ناقدری کے زمانہ بھی نظم کے لیے زیادہ تر اسی کو منتخب کرنا کچھ تعجب انگیز نہیں متصور ہوسکتا۔ حیدرآباد آنے سے قبل کا جو کلام تھا وہ سب ایک صندوق کے لکھنؤ میں چوری جانے سے ضایع ہوگیا۔ حیدرآباد کی ملازمت کے زمانہ میں جب فرائض منصبی اجازت دیتے اور کوئی خاص ضرورت مقتضی ہوتی تھی تو زیادہ تر فارسی ہی میں کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا تھا۔ اس کے محرک زیادہ تر اعلحضرت بندگانعالی متعالی نواب میر عثمان علیخاں دام اقبالہ خدیو دکن کی توجہ فرمائی اور سر مہاراجہ کشن پرشاد یمین السلطنۃ آنجہانی کی دل افزائی ہوتی تھی۔

جو قصائد اعلحضرت کی مدح میں مختلف تقاریب کے موقعوں پر پیش کئے گئے وہ "نذر عقیدت" کے نام سے علحدہ شایع ہو چکے ہیں، جو غزلیں سر مہاراجہ آنجہانی کی فرمایش یا ان کے مشاعروں کے واسطے لکھی گئیں ان کا یہ مجموعہ ان حضرات کی خدمت میں پیش ہے جو اس زمانہ میں بھی جبکہ نہ فارسی کے سمجھنے والے باقی رہے ہیں اور نہ داد دینے والے اس کی اشاعت پر مصر تھے۔ اصرار کرنے والوں میں سب سے آگے میرے منجھلے فرزند رشید احمد ایم اے۔ ایل ایل بی (علیگ) سلمہ تھے انھی نے میری متفرق اور پراگندہ نظموں کو جمع اور طبع کرانے کا اہتمام اور انتظام کیا۔ اس مجموعہ میں بعض ایسی نظمیں نہیں پاتا جن کا لکھنا اور ان کا بعض اخباروں میں شایع ہونا مجھے یاد ہے مگر ان کی تلاش اور دستیابی کے انتظار میں جو کچھ موجود ہے اس کو ملتوی نہیں رکھا جا سکتا اخیر میں اس قدر اور عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فارسی زبان کی روز بروز بڑھتی ہوئی اجنبیت دیکھ کر میں نے جہاں تک ممکن ہو سکا ہے اس کی کوشش کی ہے کہ میری نظموں کی زبان صاف اور مطالب سریع الفہم رہیں۔ معلوم نہیں میں اس میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔ اردو کا جو تھوڑا بہت سرمایہ ہے وہ ممکن ہے کسی وقت جمع اور شایع ہو سکے۔ واللہ المستعان فقط

گزارش گر

مسعود علی محوی بی۔اے (علیگ)
سابق سشن جج حیدر آباد دکن سنہ ۱۹۴۷ء

۷۸۶

دیوانِ محوی

مسعود علی محوی بی۔اے

سنہ ۱۳۵۲ف

(الله)

(۱)

ای نام بلند تو زینت دهِ دیوانها
آرایشِ عنوانها، پیرایشِ پایانها

در قلزمِ وصفِ تو مانند خردِ عالم
با کشتیِ بی لنگر در ورطهٔ طوفانها

رازِ تو درین عالم نکشاد بنی آدم
بقراط و فلاطون هم اطفالِ دبستانها

در عقل نمی گنجی، در فهم نمی آئی
ششدر همه دانایان، حیران همه نادانها

چون رخشِ ادا تازی، در عرصهٔ طنازی
صد ولوله اندازی در مملکتِ جانها

توفیقِ تو گر داند آسان همه مشکلها
بی یاریِ تو ماند مشکل همه آسانها

شادیِ وصالِ تو بی رنج نشود حاصل
در کعبه که شد داخل بی قطعِ بیابانها؟

امروز چه می پرسی از وقتِ خوشِ عاشق
یار است با او همدم کار است به سامانها

یاد است مرا محوی یاسِ دمِ گل چینی
آن وسعتِ گلشنها وان تنگیِ دامانها

ای آنکه از برگشتنت برگشت بر ما حالها — اقبال شد ادبارها، ادبار شد اقبالها

شه باز عقل خیره سر تا اوج تو نگشاده پر — مانند عنقای نظر افگنده پرها بالها

فرهاد و هم مجنون ما، بقراط و افلاطون ما — برهم زند قانون ما، آئین استدلالها

اندر زمام دلدادگان چون گنبد است او گرد گال — صبر و سکون در عاشقان آب است در غربالها

خواهم بیاد روی تو، از جنبش ابروی تو — خیزم ز خاک کوی تو اذا زلزلت زلزالها

یک عشق و صد بیچارگی، یک شوق و صد آوارگی
محوی بما در عاشقی بگذشت ماه و سالها

(۳)

شام و سحر دعا کنم ساقی ماه تاب را — آنکه بگردش آورد ساغر آفتاب را

ساحت گلشن دلم کرده و نیم داده اند — سنبل نیم تاب را، نرگس نیم خواب را

عقل به سالها تند رشتهٔ پیچ پیچ فکر — عشق به لحظه بشکند آن همه پیچ و تاب را

باز رسید خیل عقل بر سر من خبر کنید — شوق سبک لگام را، عشق گران رکاب را

محوی مست بادهٔ رحمت مشی عمل
باج طلب نمی کند شاه دهِ خراب را

(۴)

صنمے ستمگرے مہ شبے شبان تیره و تارها — بنمود رخ ز کناره‌ای بربود دل ز کنارها

گل و لاله چون نگرم همی، رخ دوست او و در نظرم همی — بخیال میگذرم همی ز بهارها به بهارها

گهے شوق او بجرم کشد، گهے سوی بیت صنم کشد — غم هجر او چه کنم کشد ز دیارها بدیارها

همه حیرتم که تو ای پری بکدام رمز فسونگری — دل و جان بعربده می بری ز صغارها ز کبارها

بدوام نزہتِ ایں چمن، سخنے نگو نفسے مزن — کہ بدورِ چشم بہم زدن بخزاں رسید بہارہا

بنواز عاشقِ خستہ را، بکشا درِ دلِ بستہ را

بفراقِ محویِ تفتہ را مگذار ہین مگزارہا

(۵)

فروغِ طلعتِ جانِ جہاں گرفت مرا — چہ جلوہ بود کہ آتش بجاں گرفت مرا

بردل ز برزم بہ انداز دلبری فرمود — عیاں گزاشت نگہ، نہاں گرفت مرا

نہ داشت دانہ خال و نہ دامِ زلف ز راہ — بغیر دانہ و دامم چہ ساں گرفت مرا

نہ دستگاہِ ستیزم نہ جائیگاہِ گریز — سپاہ غصہ و غم درمیاں گرفت مرا

چو حالِ دل نہ توانست گفت بلبلِ زار — بہ پیشِ شاہدِ گل ترجماں گرفت مرا

نگاہ کردنِ دزدیدہ ام بزم بدید — میانِ چیدنِ گل باغباں گرفت مرا

تو معتقد کہ من ایں آستاں گرفتم خود — منم بر آں کہ خود ایں آستاں گرفت مرا

ز دردِ کشمکشِ ہر رستم اے محوی

رہیکہ خواجہ بجصنِ اماں گرفت مرا

(۶)

بیاد دوست چو غافل زمن کنند مرا — رہا ز بند ہزاراں محن کنند مرا

بسادہ لوحی من بنگرید بیخواہم — بیک دو داغ کہ دارم چمن کنند مرا

چہ احتیاج بیاران انجمن ماند — بجائے خویش اگر انجمن کنند مرا

بیک نسیمِ تبسم ز گوشہ لب یار — شگفتہ تر ز گل و یاسمن کنند مرا

چو بستہ ام بتو پیمانِ بندگی ز ازل — روا مدار کہ پیماں شکن کنند مرا

شہیدِ عشقم و در شرع ہم روا باشد — بزیرِ خاک اگر بے کفن کنند مرا

۵

فتاده ام به درِ پیر میکشان محوی
برایں امید که از خویشتن کنند مرا

(۷)

تو اگر نمی پسندی غم دوستدارِ خود را — بجا بر دلبر ما غم بیشمارِ خود را
ادبم ندا د رخصت که بایں سیاه مستی — بہ ہم بہ پائے ساقی سرِ پرخمارِ خود را
بفراق نیست صابر تو دمے بیا که خواہم — بوصال آزمایم دلِ بیقرارِ خود را
زخمارِ خود پرستی چو سرت بدرد آید
زشرابِ عشق محوی بشکن خمارِ خود را

(۸)

دل به بتان داده ایم ما همه دیوانه ها — ملکِ حرم کرده ایم وقفِ صنم خانه ها
قسمتِ اہلِ دل است درد بمقدارِ ظرف — ساقیِ ما میدہد باده بہ پیمانه ها
عارضِ جانان شکست رونقِ بازارِ گل — رشکِ بہارِ چمن کو شکوکا شانه ها
تا بسرِ کوهِ طور در طلب شعله — ز آتشِ رخسارِ یار گرم نہان خانه ها
خسته دلاں میدہند دولتِ آسودگی — اہلِ طلب یافتند گنج بویرانه ها
نیست بروئے جہاں دیدهٔ گوہر شناس — پر صدف عالم است ورنه ز دُر دانه ها
محویِ جادو بیاں دم مزن افسوں مخواں
یار نیاید بدام زیں همه افسانه ها

(۹)

ساقی زصہبائے غمت پیمانهٔ باید مرا — پیمانه کے سیرم کند خمخانهٔ باید مرا
دردِ محبت شد فزوں از چارهٔ عقل و فنوں — بہر علاجِ ایں جنوں دیوانهٔ باید مرا

تا نشکند مرغ نفس این دام این خاکی قفس
هم آب می دارم هوس هم دانه باید مرا

از دوست گو یک داستان تا چشم بندم از جهان
محوی چو خواب آلودگان افسانه باید مرا

(۱۰)

در حق گدایان کرمے نیست درینجا
جام است به هر دست و جمے نیست درینجا

دل پر ز خیالِ رخِ تابندهٔ یار است
جا از پے شادی و غمے نیست درینجا

صاف است رهِ میکدهٔ مهر و محبت
بے باک بیا، پیچ و خمے نیست درینجا

این معرکهٔ همتِ مردانهٔ عشق است
حاجت به نشان و علمے نیست درینجا

در کنج رضائے تو نه مطلوب نه طالب
هنگامهٔ لا و نعمے نیست درینجا

گویند عدم منزلِ دور است و دراز است
آن مرحله بیش از قدمے نیست درینجا

دلدادهٔ آرام جهانیم بغفلت
هر چند که آرام دمے نیست درینجا

اے دوست پے ماتم تازه چه پوئی
ناکرده بعاشق ستمے نیست درینجا

محوی به صنمخانه چو بیدل چه زنی سر
"جز شوق برهمن صنمے نیست درینجا"

(۱۱)

گرم است بزم ماتم هر دم به مسکنِ ما
جز دودِ دل چه آید بیرون ز روزنِ ما

شام و سحر توان کرد هنگامه هائے شیون
گر دل پسندِ یار است هے هائے شیونِ ما

ما را جدا ز موسی است نظاره گاهِ جنبش
بر جانبِ یسار است وادیِ ایمنِ ما

در جستجوئے یک بت صد سنگ می پرستیم
شاید باو برد ره رسم برهمن ما

از کوئے دوست ما را هر ذره سود مند است
گرد است سرمهٔ ما خاک است چندنِ ما

در راہِ عشق رہبر شوق است و عقل رہ زن | شد رفتہ رفتہ غالب رہبر بہ رہزنِ ما
رنگِ ریا نشیند کمتر بدامن تر | واعظ نگر کہ پاکست زین داغ دامنِ ما
یک قطرہ خونِ ما را ضائع نکرد گیتی | بشگفت لالہ و گل از خاکِ مدفنِ ما
ہرگز پے محالے در تیرگی نرفتے | رفتے اگر سکندر بر رائے روشنِ ما
اے برق شعلہ افشان خرمن نہ ما چہ جوئی | ویراست سوختن گرد و ل اجزائے خرمنِ ما
آغاز ہر حیاتے میگوید از مماتے | الحق کہ افتراق است یکجا نشستنِ ما
سرگشتہ بود عالم در ظلمتِ ضلالت | تا رہ نشد منور از شمعِ روشنِ ما

از حلقۂ اسیران نتوان گریخت محوی
زلفِ دراز یار است زنجیر گردنِ ما

(۱۲)

مرا کہ مستِ توام خواب کو خمار کجا | قرار در دلِ بیتاب و بیقرار کجا
ز پیچ سنبل مشکین تو رسیدہ کدام؟ | بدور نرگس مست تو ہوشیار کجا؟
ہر آنچہ صید نگاہِ تو گشت در سرِ او | خیالِ سیر کجا و سرِ شکار کجا
دیارِ شوق و محبت دیارِ محبوب است | کجا ہمی روی اے دل ازیں دیار کجا
کشادہ اند در میکدہ صلا عام است | شرابِ ناب بجوش است میگسار کجا
ہزار جلوہ عیاں بود و کس نکرد نظر | نگاہِ شوق چہ شد، چشمِ اعتبار کجا
بدورِ شیب مجو اعتدالِ عہدِ شباب | خزاں رسید کنوں لطفِ نو بہار کجا
دریں خرابۂ گم گشتگاں ہمہ می پرسی | کہ تاجدار کجا رفت و تاجدار کجا
بزیرِ خاک نہاں گشت و کس نہ جست خبر | کہ رفت محویِ مسکین و خاکسار کجا

(۱۳)

دردہائے دل نمی گوئی بہ اہلِ دل چرا / کارِ آسان است برخود کردۂ مشکل چرا

از فروغِ داغِ غم ہر گوشۂ جاں روشن است / می زنی دامانِ دل بر شمعِ ایں محفل چرا

معرفت بحریست طوفاں خیز و ناپیدا کنار / میکنی قصدِ شنا در بحرِ بے ساحل چرا

ہستیِ مشہود تو جز ہستیِ موہوم نیست / می نہی بر خویشتن ایں تہمتِ باطل چرا

قصدِ بامِ عرش کن اے طائرِ عرش آشیاں / ماندۂ بے بال و پر در قیدِ آب و گل چرا

حسنِ تو از دیدۂ مجنونِ شان پوشیدہ نیست / پس حجابِ ناروا اے لیلیِ محمل چرا

اخترِ تابندہ بسیار است و پایندہ یکیست / رخ نتابی چوں خلیل اللہ ز ہر آفل چرا

ایں رباطِ کہنہ را بنیاد بر ریگِ رواں است / رختِ خود بکشادۂ ناداں دریں منزل چرا

گر نمی آرد بہ دل مقتول را قاتل عزیز / میگذارد نقشِ خود در دیدۂ بسمل چرا

انتہا ہر ابتدا را، ہر کمالے را زوال
عبرتے محوی نگیری از مہِ کامل چرا

---

(۱۴)

سرخوشیم و سینہ را خمخانہ میدانیم ما / دل چو از خوں پر شود پیمانہ میدانیم ما

نیست اندر سوختن فرقے میانِ جان و تن / بلبلِ جاں تفتہ را پروانہ میدانیم ما

پارۂ لعلِ بدخشانست ہر لختِ جگر / دانہ ہائے اشک را دُردانہ میدانیم ما

نشۂ ما نشۂ گم گشتگانِ راہ نیست / باہمہ مستی رہِ میخانہ میدانیم ما

نیست یک کس از حصارِ حاجتِ دنیا برون / پادشہ را با گدا ہم خانہ میدانیم ما

نیست در عالم نشانے از حیاتِ جاوداں / داستانِ خضر را افسانہ میدانیم ما

ماہِ عالمتاب را خواہد کہ گیرد در کنار / محویِ دلدادہ را دیوانہ میدانیم ما

(۱۵)

تا دل چشیدہ ذائقۂ ناچشیدہ را — مشتاق گشت دیدہ جمالِ ندیدہ را

صد آفریں بہ صنعتِ آں صورت آفریں — کو نافریدہ چوں تو دگر آفریدہ را

واکن گرہ ز ابروئے پُرخم کہ آوریم — در دام باز طائرِ رنگِ پریدہ را

زلفِ سیہ برآں رُخِ زیبا بہ سرکشی — ماند بہ مرد تازہ بدولت رسیدہ را

اہلِ نظر چو لعلِ بدخشاں شمردہ اند — خونِ جگر ز دیدۂ حسرت چکیدہ را

رندانِ مے پرست بہا بر نمی نہند — با بادۂ رسیدہ مے نارسیدہ را

دستِ شکستہ مانعِ خیرِ کثیر نیست — بنگر ثمرفشانی تاکِ بریدہ را

فرصت کجا کہ گرم روانِ دیارِ دوست — از پا کشند نشترِ خارِ خلیدہ را

محوی بفکرِ عیش کہ بیش از دو روز نیست
برہم مزن سکونِ دلِ آرمیدہ را

(۱۶)

باہمہ تنگیِ دل جا پئے یار است اینجا — از گلِ داغ درون طرفہ بہار است اینجا

در وفا خانۂ عشاق ز ایثار مپرس — دل پئے فدیہ و جاں بہرِ نثار است اینجا

در رہِ کعبۂ اخلاص سُبک باید رفت — ہم خودی را ز سر انداز کہ بار است اینجا

نفس آسودہ برآر و قدم آہستہ بنہ — چوں بہر گام قدم بر سرِ خار است اینجا

از جہانگیریِ حسن است ز سرداریِ عشق — کہ شہِ تاج ستاں باجگزار است اینجا

نیست شیدائے گلِ روئے تو تنہا محوی — بلبلِ نغمہ سرائے تو ہزار است اینجا

(۱۷)

بر شادی و ز غم ہم بہرہ بشر را — بستند بیک رشتہ شبہ را و گہر را

در هجرِ شبِ غمزدگان تیره و تار است | بردار ز رُخ پرده و بنمائے سحر را
رخشانیِ روئے تو سبق برده ز خورشید | زیبائیِ حُسنِ تو خجل کرد قمر را
سوزان بدلِ سوختگان آتشِ عشق است | زان پیش که در سنگ نهادند شرر را
الحق به جگرسوختگان عدل نمودند | دادند چو با خشکیِ لب دیدهٔ تر را
بر روئے نگینِ دلِ ما نقشِ نگار است | جا نیست بر این روئے نگین نقشِ دگر را
گیرم که کنم رام خود آن لعلِ فسون ساز | لیکن چه کنم آن نگهِ شعبده گر را
دادند بعشاق نظر وائے چه دادند | گر رخصتِ نظاره نه دادند نظر را
حیرانِ تماشا طرفی و نادانیِ عقلم | با عشق طرف گشت و ندانست خطر را
افتاد و چو از عشقِ قوی پنجه هزیمت | از معرکه بگریخت بانداخت سپر را
آخر بتوقیعاتِ شهِ عشق نوشتند | توقیعِ سرافرازی و طغرائے ظفر را
ما رندِ زبان بستهٔ میخانهٔ عشقیم | ره نیست به میخانهٔ ما شورش و شر را
تا کاسه نماند نه دران بادهٔ غفلت | بر سنگِ درِ دوست زن این کاسهٔ سر را
شاید بدرش عزم چو انابه رساند | بستیم به پیرانه سری چست کمر را
از لعلِ شکرخا سخنِ تلخ نزیبد | آلوده بیان زهر مکن تنگِ شکر را
خواهم که بدین حال پریشان نگذاری | اے شاهدِ گُل بلبلِ تفسیده جگر را
صد شکر که سرمایهٔ صبر است سلامت | بشکست اگر طالعِ بد قدرِ هنر را
هرگاه سر از جیبِ ارادت بدر آید | بیند ندبه بازوئے دُعا نقشِ اثر را
تحوی بحقِ شاه دُعا کن که بیابی | چون او دگرے نیک دل و نیک سیر را

(۱۸)

در دل از ساده دلی یک مُدعا داریم ما | یعنی از یک بیوفا چشمِ وفا داریم ما

آنکہ یک عالم بہ تیغِ بے نیازی کشتہ است　　بر ہماں نازآفریں جاں مبتلا داریم ما

با ہمہ ناآشنائیہا ازو نتواں برید　　ہمچو او ناآشنا دیگر کجا داریم ما

میشود ہر درد و غم سرمایۂ عیش و نشاط　　زانکہ در پہلو دلِ درد آشنا داریم ما

میشود چارہ گرِ ہر رنج نفسِ مطمئن　　از پئے ہر درد ایں طرفہ دوا داریم ما

کے شود طے بحرِ عشق و کے بدست آید گُہر　　خویش را گر ایں چنیں بے دست و پا داریم ما

تا توئی اے ہمتِ مردانہ ما را رہنموں　　دولتِ پایندہ و بختِ رسا داریم ما

عمرہا چشمِ بہی از اہلِ جہاں میداشتیم　　ہرچہ میداریم اکنوں از خدا داریم ما

از عیارِ ما چہ می پرسی کہ نقدِ نطق را　　ہم برائے دشمناں صرفِ دعا داریم ما

زندگی در آمد و رفتِ نفس افتادہ است　　شمع گوئی در گذرگاہِ ہوا داریم ما

از فناہائے مسلسل جوہرِ ما را چہ باک　　چوں پس ہر یک فنا دورِ بقا داریم ما

سازِ دل داریم پُر از نغمۂ آہ و فغاں　　از ادب ایں ساز لیکن بے صدا داریم ما

بر نژادِ صوفیانِ با صفا فخر است و ناز　　در برِ خود گرچہ صوف بے صفا داریم ما

بر نمی خیزد ز نفسِ بد رہ و رسمِ سوال　　تا درونِ خانۂ تن ایں گدا داریم ما

بلبلانِ گلشنِ اخلاص را محوی بصدق
در دعائے شاد باخود ہمنوا داریم ما

ب

(۱۹)

بیا جشنِ ہمایونست از فضلِ خدا امشب[ھ] | دگر گونست دل آویزیِ ارض و سما امشب
زمیں در حالتِ وجد و طرب مستانہ می جنبد | پے عیش و طرب عام است از گردوں صلا امشب
کہ افشاندہ ست دامانِ لطافت بر سرِ عالم؟ | کہ میخیزد نشاط انگیز ہر موجِ ہوا امشب
ز سر پا کردہ می آیند از ہر سو ہوا خواہاں | نمی دانند ایں دلدادگاں سر را ز پا امشب
ز فیضِ عام و بخششہائے بے اندازۂ شاہی | بصد برگ و نوا گردیدہ مردِ بے نوا امشب
رہِ عشاق را یک پردہ بالا تر زن مطرب | کہ میرقصد شرابِ عیش در پیمانہا امشب

بگوشم میرسد آواز تحسینِ سخن سنجاں
غزلخوانست شاید محویِ شیوا نوا امشب

ھ ایک جشن سالگرہ کے موقع پر پیشگاہ اعلیٰحضرت سے سات مصرعے طرح ہوئی تھی اور ارشاد یہ تھا کہ کوئی نظم سات شعر سے زیادہ نہ ہو۔ میں نے تقریباً ساتوں طرح فرمودہ مصرعوں پر نظمیں لکھی تھیں۔ بعض موجود ہیں۔ بعض ضائع ہوگئیں۔ یہ بھی انہیں نظموں میں سے ایک نظم ہے۔

ت

(۲۰)

چشمِ مستِ تو بہ میخانہ چہ غوغا انداخت — میکشاں را بہ نگاہے تہ و بالا انداخت
تابِ رُخ ہوش و خرد از سرِ موسیٰ بربود — لعلِ لب رخنہ در اعجازِ مسیحا انداخت
ذوقِ شیرینیِ لعلِ لبِ ساقی افزود — محتسب ہرچہ نمک در خُمِ صہبا انداخت
حُسن شمعے برخِ یُوسفِ کنعاں افروخت — عشق شورے بدل و جانِ زلیخا انداخت

از چہ دانست امانم ز اجل تا فرداست
یار چوں وعدۂ امروز بفردا انداخت

(۲۱)

گفتم بیا اے جانِ جاں یادِ تو غمخوارِ منست — گفتہ برو تنہا نہ تو عالم گرفتارِ منست
گفتم جنانِ ہجراں بخشد حیاتِ جاوداں — گفتہ کہ کے باغِ جناں خوشتر ز دیدارِ منست
گفتم کہ منصور است و بس سربازِ حق گو نکتہ رس — گفتہ چہ او بسیار کس سر دادۂ دارِ منست

---

۵ شاہ تہور حسین خاں مرحوم و مغفور ریاست بھٹوا ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے اور وہاں کے راجہ صاحب کے قریب کے رشتہ دار اور اس معزز خاندان کے رکن تھے۔ جوانی ہی میں ترک تعلقات کرکے کسی بزرگ کے مرید ہوگئے تھے۔ تمام ہندوستان اور برما کے بعض حصوں کا سفر کرکے حیدرآباد آئے اور کئی سال یہاں رہے۔ قرابت اور محبت کی وجہ سے میرے یہاں اکثر تشریف لاتے اور مدتوں قیام کرتے تھے۔ سماع کا شوق تھا۔ یہ غزل انہی کی فرمائش سے لکھی گئی تھی۔

گفتم گہے یادم کنی، گفتہ گہے ترحم کنی | گفتم زمن چوں رم کنی گفت آنکہ رفتار نیست
گفتم مدہ در دگراں گفت آں نمی آرد زیاں | گفتم نظر بر دوستاں گفتہ نہ ایں کار منیست
گفتم بگو تا کے روم، اینجا روم آنجا روم | گفتہ برو دیر و حرم ہر جا سزاوار منیست

گفتم کہ محوی را چرا کردی زبند غم رہا
گفت ایں غلام بے نوا اکنوں پرستار منیست

(۲۲)

طاقتِ ضبط، یا فغاں برخاست | زنگ نالہ، کارواں برخاست
دل بسوخت وردِ پنہانی | نہ ازآں شعلہ، نے دخاں برخاست
فصلِ گل نارسیدہ بود ہنوز | کہ بہ تاراج آں، خزاں برخاست
حالتم درگزشت از من و تو | فرق مابین این و آں برخاست
شیخ در بزم حق بہ تیغ بچگاں | پیر بنشست و نوجواں برخاست

کس نہ پرسید حالِ دل محوی
مگر ایں رسم از جہاں برخاست

(۲۳)

از دو چشمت کہ رہزن افتاد است | خلق در شور و شیون افتاد است
از کہ پرسم زجلوہ، موسیٰ نیز | بیخود و مست چوں من افتاد است
از فروغ رُخ عرق آلود | آتشِ تر بگلشن افتاد است
در بیابانِ عشقِ خانہ خراب | مُرغ عقل از نشیمن افتاد است
در رہ عشق چاہ کند خرد | اندر آں خود بگردن افتاد است

گہ کند غمزہ، گہ دہد عشوہ — کار با چشم پر فن افتاد است
بے تردد رسی بہ منزلِ خویش — رہ زبسکن بہ مدفن افتاد است
جرم تر دامنی بگردنِ من — یوسفم پاک دامن افتاد است

میکشم بارِ زندگی محوی
چکنم چوں بگردن افتاد است

(۲۴)

چشمِ او بازبر من افتاد ست — بازم آتش بخرمن افتاد ست
ز آفتابِ رخش دمیدِ سحر — مشرقِ سینہ روشن افتاد ست
خیل آوارگانِ دنیا را — کعبۂ عشق مامن افتاد ست
یار جز دلبری نمی داند — کار با مردِ یک فن افتاد ست
خواستم وصف کردنش صد بار — نطق ہر بار الکن افتاد ست
چوں نگہ میکنم ز دست دل است — ہر بلائے کہ بر من افتاد ست
شکوہ از جورِ دشمناں چہ کنم — خود مرا دوست دشمن افتاد ست
از دو چشمش کہ قاتلِ جہانست — چار سو شور و شیون افتاد ست
نقدِ آسودگی و مایۂ صبر — در تگ و دو ز دامن افتاد ست
سوئے ہر عرصہ کہ می نگرم — شہسواری ز توسن افتاد ست
یکطرف سرنگوں درفش کیاں — یکطرف تاج بہمن افتاد ست
اندریں ہفت خوان مرد افگن — جابجا صد تہمتن افتاد ست
رہ چہ پرسی کہ یک رہ است اینجا — کاں زبسکن بمدفن افتاد ست
از تب و تاب عارضش محوی — دیدۂ من ز دیدن افتاد ست

(۲۵)

کدام حسن که از روی یار پیدا نیست / کدام جلوه که در معرضِ تماشا نیست
کدام خانه که روشن نشد ز تاب رخش / کدام بزم که از ذکرِ او پر آوا نیست
کدام چشم که در هجر جوئے خوں نگشاد / کدام دیده که اندر فراق دریا نیست
کدام قطره که مایل نشد بجانب سیل / کدام سیل که در شوق وصل دریا نیست
کدام وصل که بے رنج انتظار دهند / کدام وعده که در بند و پیچ فردا نیست
کدام راه که رفتند سوئے دشت بدر / کدام جاده که رهبر بکوه و صحرا نیست
کدام سنگ که نا آشناست از سرِ ما / کدام خار که ما را خلیده در پا نیست
کدام رتبه که جز پیر خانقاه نیافت / کدام شیوه که در دیں بود به دنیا نیست

کدام شعر که محجوبی بگفت و شهره نشد
کدام ناله که عاشق کشید و رسوا نیست

(۲۶)

ما مرد همتیم فلک راهوار ماست / عالم تمام معرکهٔ کارزار ماست
ما عرصهٔ دو عالم امکاں گرفته ایم / هر شے که بنگری همه درگیر و دار ماست
شد ذاتِ ما محیط جهاں زانکه یار ما / بگرفته در کنار جهاں در کنار ماست
آں داستاں که می شنوی از بهار خلد / آں نیز یک کرشمهٔ باغ و بهار ماست
تا زنده ایم معرکهٔ زندگیست گرم / بگریختن ز معرکهٔ دهر عار ماست
بے ما بپا کنند نه هنگامه‌های حشر / ایں فتنه نیز مردهٔ اقتدار ماست

استاده است قافلهٔ رفتگاں براه
محجوبی مکن درنگ که در انتظار ماست

(۲۷)

به بلبل چه سرائید، به گل خار چه میگفت | ما را سرِ آں نیست بگو یار چه میگفت
آنکس که به موسیٰ ره انکار بپیمود | در حق من طالب دیدار چه میگفت
دیروز ندیدی مگر ارزانی بازار | دل نیم نظر خواست خریدار چه میگفت
در گوش عزیزان من آهسته مسیحا | تا دیر ز دردِ من بیمار چه میگفت
در معرکۂ کشمکش حرص و قناعت | ایدل بتو ایں نفس ستمگار چه میگفت
دستار ز پنبه است اگر جُبه ز صوف است | صوفی صفتِ جبه و دستار چه میگفت

محوی نه اگر باز بشورید و غزل گفت
قوال بآواز دف و تار چه میگفت

(۲۸)

به هجر ساز اگر وصل یار ممکن نیست | بعشق چاره ازیں گیر و دار ممکن نیست
پس از نظارۂ رخسار گل شکیب کجاست | جنوں زده نشوم در بهار ممکن نیست
ثبات آر بدست اے دل وصال طلب | ثبات گرچه دریں رهگزار ممکن نیست
به منصبے که توئی وعده دادن آسانست | بحالتے که منم اعتبار ممکن نیست
بیا و بادۂ صافی بقدر ظرف بگیر | کشاد میکده چوں بار بار ممکن نیست
ز نام خویش نشانے دریں جهاں مگزار | که به ازیں بجهاں یادگار ممکن نیست
فرار کرد خرد عشق یکه تاز رسید | قرار پیش چنیں شهسوار ممکن نیست

ستردن از دل محوی طراز مهر و فا
بغیر کشتن اُو اے نگار ممکن نیست

(۲۹)

آدم طفیلِ عشق زکرّوبیان گذشت | دورِ زمین است کرّوفرِ آسمان گذشت
در راہِ عشق ما ہمہ بودیم ہمسفر | مجنوں دو گام پیش ز دا زہمرہان گذشت
میخواستیم یک نظر از روے بہائے دل | بر دوست ایں بہائے سبک ہم گراں گذشت
ہنگام ناتوانی و پیری مراں ز در | چوں عمرِ من تمام بریں آستاں گذشت
نشگفت غنچۂ دلِ ما گرچہ بارہا | فصلِ بہار آمد و عہدِ خزاں گذشت
مستانہ میرسد بدلِ عاشقان جانِ پاک | شاید نسیمِ صبح ز کوئے مغاں گذشت
لذت شناسِ دردنئی زاہدا برو | با تو شبِ فراق چہ گویم چساں گذشت
میدانِ زندگیست پر از خار بادیے | مردانہ زاں بچند نفس می تواں گذشت

آزادہ زیست محویؔ ما اندریں سرائے
چوں میہماں در آمد چوں میہماں گذشت

(۳۰)

پیچ و تاب است بہ ہر لحظہ محن بر محن است | تا دلم بستۂ آں زلف شکن در شکن است
کار ہا عشق ندانم کہ کجا انجامد | من نو آموز دریں شیوۂ جرم کہن است
از شہیدانِ رہ دوست چہ پرسی ہمدم | اندریں باغ گل و لالہ چمن در چمن است
می برد باد صبا نکہتِ جعدش ہر سو | راز سربستہ کس قصہ ہر انجمن است
ہر حکایت ز دل آویزیِ خویش دلچسپ | ہر روایت ز جہانگیریِ حسنش حسن است
کوئے یار است درانجا بادب پائے بنہ | مسجدِ شیخ و نہ ایں بتکدۂ برہمن است
مشتِ خاکے ز درِ دوست ترا باید و بس | وائے بر تو چو ترا حسرتِ گور و کفن است

سالها رفت که سرگشته بجو مشیم محوی
چه روم بهر سفر چوں سفرم در وطن است

(۳۱)

رونق بزم جهانست طلعت زیبای دوست
پایهٔ عالم بلند از قد بالای دوست

گرمی بازار حسن سوخت دل عاشقاں
کرد قیامت بپا قامت رعنای دوست

سجدهٔ در بر جبیں داغ غلامی کشید
طوق بگردن نهاد زلف چلیپای دوست

فتنه پیدا چیست جز نگه مست یار
آفت پنهاں کدام جز رخ پیدای دوست

حکم خرد نا رواست در حرم دوستی
زانکه نداند خرد مسلک و منشای دوست

قول محال خلا راست که پر کرده است
نه صدف چرخ را گوهر یکتای دوست

عیب مکن ناصحا مسلک هر کس جداست
تو به هوای جناں ما به تمنای دوست

مرغ چمن میکشید زمزمه "وای گل"
سوخته جانی شنید نعره "برو های دوست"

محوی بیچاره را کے بگزارد عدو
گر نه اعانت کند دست توانای دوست

(۳۲)

سجده بنام خدا پیش تو اے بت رواست
زانکه فروغ رخت پرتو نور خداست

نیست اگر عارضت قبلهٔ اهل نظر
ابروی خمدار تو سجده گه ما چراست

نرگس فتاں تو جادوی عالم فریب
لعل رواں بخش تو عیسی معجز نماست

در نظر عاشقاں خاک بود سیم و زر
یک نگه لطف تو بهر همه کیمیاست

تو پئے آزار دل درد بما میدهی
اے ز اثر بیخبر درد تو درمان ماست

شوق بجوید دلیل، عشق ندارد خرد
کار محبت از آں پاک ز چون و چراست

یار باین یار نیست بیخبر از حال دل — دوست باین دوستی از ہمہ نا آشناست
دوست نگیرد بہ ہیچ این ہمہ جنس غرور — عابد طاعت فروش غافل ازین ماجراست

محوی آشفتہ سر جز تو نخواہد ز تو
گرچہ ورا احتیاج بیحد و بے انتہاست

(۲۳)

عروج شمع مجازم حقیقتم نیست — ز بادِ حادثہ میرم، طبیعتم نیست
پس از مراحلِ دور و دراز و پست و بلند — رسم چو قطرہ بدریا، عزیمتم نیست
گر اعتبار نداری بوعدہائے وصال — تو ترک عشق کن اے دل، نصیحتم نیست
سخن کہ نیست بدل بر زباں نمی آرم — شعار میکدہ دارم، شریعتم است
براست ساز جہاں از نوائے گوناگوں — نواشناس نگشتم، مصیبتم نیست

رموز خلقتِ آدم بیاں کنم محوی
زخود نگشتہ ام آگہ، بصیرتم نیست

(۲۴)

یار ما ہر دم بہ شانے دیگراست — ہر زماں مارا گمانے دیگراست
چشم میگوید حدیثِ اشتیاق — این سخنگو را زبانے دیگراست
داد جامے ارمغاں پیرِ مغاں — آرزوئے ارمغانے دیگراست
نیست خال و خط نشانِ امتیاز — شاہدِ ما را نشانے دیگراست

نالہ محوی میزند لیکن چو نے
نالۂ اُو را دہانے دیگراست

(۳۵)

"ایں رازِ خلیل است بہ آذر نتواں گفت"

دل برد بیک عشوہ و دلبر نتواں گفت ‏ ‏ صد حشر بپا کردہ و محشر نتواں گفت
صد بار جفا کرد و جفا جو نتواں خواند ‏ ‏ صد گونہ ستم کرد و ستمگر نتواں گفت
ہنگامۂ ہفتاد و دو ملت زکجا خاست ‏ ‏ گیرم کہ ترا عربدہ پرور نتواں گفت
ما مستِ خراب از نگہِ چشم سیاہیم ‏ ‏ با ما سخن از بادۂ احمر نتواں گفت
ایں کور دلاں لذتِ دیدار چہ دانند ‏ ‏ کیفِ شبِ مہتاب بہ شبپر نتواں گفت
آسودہ دلاں حسرتِ عُشاق نہ فہمند ‏ ‏ دردِ دلِ مفلس بہ توانگر نتواں گفت
با جلوۂ تو جلوۂ ما در چہ شمار است ‏ ‏ آنجا کہ توئی حرف ز دیگر نتواں گفت
از ہر چہ کہ دیدیم تو بالا و فزونی ‏ ‏ نادیدہ ازیں صف تو بہتر نتواں گفت
خاموش کہ ایں بزمگۂ ناز و نیاز است ‏ ‏ اینجا سخن از مسجد و منبر نتواں گفت
ایں شیوہ مبارک بحریفان کہ کسے را ‏ ‏ در مذہبِ ما منکر و کافر نتواں گفت
ایں آں غزلِ حضرتِ شاد است کہ فرمود ‏ ‏ "راز یکہ زیار است بدیگر نتواں گفت"

در حیرتم از مشربِ آزادۂ محوی
سالک نتواں خواند و قلندر نتواں گفت

(۳۶)

نے سِرِّ مال و نہ حُبِّ جاہ است ‏ ‏ از دلِ بندہ خدا آگاہ است

؎ مہاراجہ کشن پرشاد آنجہانی نے اپنی اور سر اقبال مرحوم کے دو غزلیں مجھے لکھنو بھیجکر لکھا کہ میں بھی اسپر غزل لکھوں ان کے ارشاد پر یہ غزل لکھی گئی تھی۔

مازدلدار رضا ئیم کہ او — ہر چہ کردہ ست ہمہ دلخواہ است
رہبر کعبہ چہ حاجت مارا — صاحب خانہ بما ہمراہ است
منحصر نیست بکعبہ و کنشت — تا در دوست ہزاران راہ است
گر گل و لالہ فراوانست چہ سود — دست و ہم دامن ما کوتاہ است
فقر واللہ دیار عجب است — ہم گدا پیشہ آنجا شاہ است
خدمت گوشہ نشیناں محوی
شیوۂ دولت آصف جاہ است

(۳۷)

خاک از دم جاں بخش تو سرمایہ جاں یافت — ہر ذرہ بآئین شد و پرداز جہاں یافت
آنکس کہ ترا دید نہ بر روے دگر دید — آنکس کہ ترا یافت نہ یارا ے بیاں یافت
ہر فرد خد و خال کہ گم گشت ز عالم — در دفتر دیوان جمال تو تواں یافت
ہر پیر کہ در جنت عشق تو قدم زد — خود را بہ تمناے لقاے تو جواں یافت
تا عاشق بیچارہ نیاید بہ پناہت — از غم نہ رہا گشت و نہ از غصہ اماں یافت
گویند کہ بے نام و نشاں را نتواں جست — چوں جست ترا عقل ندانم کہ چساں یافت
بار است پے مرد بمقدار تحمل — ہر رتبہ کہ ایں یافت باندازۂ آں یافت
ایں دیدہ خونابہ فشاں دیں نفس گرم
محوی ہمہ از ہمت خونی جگراں یافت

(۳۸)

چشم من از دور بر آں سرو جبیں افتادہ است — دیدہ ام در حسن مبین دور بیں افتادہ است
پا ز قصر آرزو مردانہ می باید کشید — زانکہ ایں صد بار بر فرق مکیں افتادہ است

حاصلش جز روسیاہی نیست گر شہرت پسند
در ہوائے نام چوں نقش نگیں افتادہ است

آدم جنت نشیں شد ساکن دیر خراب
آسمانے ہیں کہ بر روئے زمیں افتادہ است

داستان جام و جم گر مختصر خواہی ہمیست
جم گم است از بزم و لب مے ساتگیں افتادہ است

قصر بلقیس است جولانگاہ روباہ و شغال
خاتم دست سلیماں بے نگیں افتادہ است

اللہ اللہ ایں چہ مستوریست در بزم شراب
مست و بیخود محوی عزلت نشیں افتادہ است

(۳۹)

بچشم غیر بہ ہر سو کہ بنگری خیر است
جمال کعبہ نمایاں ز پردۂ دیر است

مرو مرو کہ تہی کردہ ایم دل از غیر
بیا بیا کہ نہ ایں خانہ خانۂ غیر است

جہاں بگرد تو پرکار وار میگردد
تو ساکنی و ہمہ کائنات در سیر است

بدرد بلبل اگر گل نمیرسد چہ عجب
کہ گوش گل نہ شناسائے منطق الطیر است

بہ پیش اہل محبت وجود غیر کجاست
تو راز دوست بگو بزم خالی از غیر است

گذشت عمر خیالش گر ز سر نگذشت
کہ گفتہ است کہ ایں کارواں سبک سیر است؟

خدا غفور و در توبہ باز، خواجہ کریم
مباش غمزدہ محوی کہ عاقبت خیر است

(۴۰)

یا رب حریم کعبۂ دل جلوہ گاہ کیست
نزدیک تر ز شہرگ جاں شاہراہ کیست؟

دلہائے اہل دہر بیک تاختن ربود
ایں تازنیں سوار ز خیل سپاہ کیست

زاہد بجبہ سیک شد ش، برہمن بدیر
پیدا نشد کہ او صنم خانقاہ کیست

هوش و خرد رمیده و جان و جگر کباب | دشت و جبل بلرزه ز برقِ نگاه کیست
گیرم بدامنِ تو زدن دست جرمِ من | دامن زمن کشیده گزشتن گناه کیست

محوی شبِ فراق بپایاں نمی رسد
ایں شب سوادِ اعظمِ زلفِ سیاه کیست

(۴۱)

ازشباب گل خبر باد صبا آورده است[ه] | باز پیغام وفا زاں بیوفا آورده است
گر نه بر خمخانه چشمِ مستِ ساقی اوفتاد | باده کیف چشمِ مستش از کجا آورده است
هست حرفِ آشنا مقصودِ گوشِ دوستاں | گرچه حرفِ آشنا ناآشنا آورده است
نازهائے حسن را اندازه کردن مشکل است | زانکه هر یک ناز اندازِ جدا آورده است
کشورِ نه منزلِ افلاک را پیکِ خیال | در هوائے جستجویت زیر پا آورده است
چهرهٔ تاباں چه می پوشی ز صاحب دل که او | در بغل آئینهٔ گیتی نما آورده است
در فنائے ذات مضمر نکتهٔ طولِ بقاست | ایں فنا را نکته داں بهرِ بقا آورده است
در طریقِ بے نیازی عاشقِ محوئے تو نیز | جان بے پروا و دل بے مدعا آورده است
از کمالِ جهل می بندی بعلمِ ناخدا | کشتیِ خود را که بر ساحل خدا آورده است
چوں نیارد بهرِ تو رزقِ مقدر را بهم | رازقے کو رزق بهرِ آسیا آورده است
دیده را بستیم چوں دیدیم چشمِ شوخِ ما | برگلِ رخسارِ تو آبِ حیا آورده است
از کمالِ سادگی محوی ببازارِ جزا | بر امیدِ سود جنسِ ناروا آورده است

ه اس غزل کے بہترین اشعار رسالہ "نذرِ عقیدت" میں لیے گئے ہیں اس لیے وہ ترک کر دیے گئے ۱۲

(۴۲)

در آں زمانہ کہ عالم ہوائے دیگر داشت — ز عشق آئینۂ دل صفائے دیگر داشت
نداشت سحرِ نگاہ و نہ جادوئے کاکل — فسونِ دلبریش ماجرائے دیگر داشت
نداد وعدۂ تسلّی بعاشقِ مضطر — کہ از رسادہ دلیہا ہوائے دیگر داشت
گرفت دستِ ارادت گہے نہ دامنِ غیر — سرِ نیاز ز نہ پروائے پائے دیگر داشت
زہے نصیب کہ آں بینوا نواز مرا — نہ یاد ماند کہ یک بینوائے دیگر داشت
بہا مپرس کہ ہنگامِ سرفروشیٔ ما — متاعِ دردِ محبت بہائے دیگر داشت
شمارِ ناز و اداہائے تو نہ آساں بود — کہ ہر ادائے تو ناز و ادائے دیگر داشت
مدارِ زندگیٔ ما ہوائے دیدِ تو بود — وگرنہ عشق و جنوں اقتضائے دیگر داشت
وفائے عہد ز کدبانوے مجوے کہ دلش — دلِ فریفتہ کہ خدائے دیگر داشت
وگر بدل غمِ دیرینہ آمد و بنشست — کجا شدے کہ نہ بیچارہ جائے دیگر داشت

نبود عرضِ تمنا فراخورِ تعزیر
مگر کہ محویٔ مسکیں خطائے دیگر داشت

(۴۳)

صدٗ شورِ قیامت دلِ دیوانہ بپا داشت — باآنکہ بدل دستِ جفائے نہ روا داشت
مشتاقِ لقا چشم خود از خوابِ گراں بست — زاں بعد کہ عمرے بہ تمنائے تو وا داشت
مشتاقِ جمالت ز جفا کاریٔ گردوں — می رفت ز کوئے تو مگر رو بقفا داشت
افروخت رخِ حسن، گل و لالہ برآورد — زاں آب کہ گیتی ز جبینتِ ما داشت

ـــه اس غزل کے بہت سے اشعار رسالہ "نذرِ عقیدت" میں سے لیے گئے ہیں۔

گفتند چو با من کہ فلاں بندہ خدا دشت	از غصہ بجاں آمدم، از رشک بمردم

محوی نہ ہمانست کہ در ریزگہ دوست
می آمد و برلب سخن عہد و وفا داشت

(۴۴)

آں برق وش کہ دی بصف عاشقاں گزشت	از تاب خیرہ کرد نظر و زمیاں گزشت
دل گرچہ رفت، حسرت دل یادگار ماند	بگزاشت نقشہائے قدم کارواں گزشت
آمد بہار و لالہ و گل چار سو شگفت	اکنوں کہ کار ما ز گل و گلستاں گزشت
پیدا نشان غم، برُخ زندگی گزاشت	از دل اگرچہ تیر نظر بے نشاں گزشت
دادند نوش دارؤے خوابے کہ بعد زاں	کار از فغاں و الحذر و الاماں گزشت
جسم کثیف ماند، رواں گشت جان پاک	انداخت بار کشتیٔ عمر رواں گزشت
بگزاشتند اہل جہاں رسم باز دید	آمد نہ باز ہر کہ ازیں خاکداں گزشت

تخاطب بہ سر مہاراجہ مرحوم بانی مشاعرہ

اے خواجہ شاد باش کہ نام بلند تو	در ملک برتری ز کراں تا کراں گزشت
گویند عیب خواجہ کمال مروت است	ہم عیب بیں کہ از ہنر دیگراں گزشت
عیبش مکن بہ خیر کہ در اعتقاد او	عمرے کہ صرف خیر نشد رائیگاں گزشت

محوی ز جور گردش ہفت آسماں منال
باید لساں ز ستم ازیں ہفتخواں گزشت

(۴۵)

تا زیر پا زمیں ست فراغ از زماں کجاست	آنجا کہ نیست بر سر ما آسماں کجاست
یک عمر سجدہ کرد بدیر و حرم جبیں	اگہ نشد ہنوز ترا آستاں کجاست

بر تست پاسِ خاطرِ بیچارگانِ عشق — چارہ ز چارہ سازیِ بیچارگاں کجاست
ہر چار سو کشیدہ جہاں خوانِ معرفت — مثلِ خلیل نعرہ زناں میہماں کجاست
یک کارواں بہ مصر ز کنعاں رسیدہ است — اے اہلِ شہر یوسفِ ایں کارواں کجاست
از ابتدائے نطق بوصف یگانہ ایم — ما را دماغ شکوۂ بیگانگاں کجاست
ہر کس بہ شیون از ستمِ ہفت اختر است — آں رستمے کہ بشکند ایں ہفتخواں کجاست
صد ہا دیانِ عالمِ جسم اندریں جہاں — یک رہنمائے عالمِ روحانیاں کجاست
بسحرِ جہاں مقامِ ثبات و قرار نیست — لنگر بہ بارکشتیٔ عمرِ رواں کجاست
از نامِ نیک زندگیٔ جاوداں ہند — جز ایں حیاتِ زندگیٔ جاوداں کجاست

ہر کس ز خوانِ درد و محبت نصیب برد
یارب نصیبِ محویٔ آشفتہ جاں کجاست

(۴۶)

صبا بہ غنچہ حدیثِ جفائے دوراں گفت — ہمہ حکایتِ گلچین و گل فروشاں گفت
نماند در سرِ عالم ہوائے آبِ حیات — ز قصۂ کہ سکندر ز آبِ حیواں گفت
نگاہِ ناز ز فرطِ حیا نشد بالا — بیک اشارہ ندانم چہ چشمِ حیراں گفت
نہ ضبطِ جورِ رقیباں نہ شکرِ نعمتِ دوست — کدام کس دلِ کافر ترا مسلماں گفت
مپرس از دلِ بیچارہ کفر و ایمانش — بسے گزشت کہ او ترکِ کفر و ایماں گفت
نگشت خاطرِ ما مایلِ بہشتِ بریں — فسانہ گرچہ سخنگو بساز و ساماں گفت
فدائے دردِ دلِ عاشقے کہ در شبِ وصل — تمام شب ستمِ روزہائے ہجراں گفت
نیازمندیٔ ما بود و بے نیازیٔ او — از ایں دو حرف چہ افسانہ ہا سخنداں گفت

نخورد سیلیٔ استادِ غم بمکتبِ دہر — ہر آنکہ درسِ محبت دریں دبستاں گفت
فضائے دشت چو جبل نیز در خروش آمد — چو سیل دردِ دلِ خویشتن خروشاں گفت
وداعِ عہدِ جوانی نمود موئے سفید — خبر ز آمدِ پیری شکستِ دنداں گفت
فغاں کہ واعظ خود بیں مقامِ خود نشناخت — بخلق گرچہ بسے نکتہ ہائے عرفاں گفت

ببزمِ شاد ز محوی شنو حدیثِ چمن
نہ از ہزار کہ ایں داستاں پریشاں گفت

(۴۷)

حسن ہمہ گیر تو ہم دل و ہم جاں گرفت — عشق تو نتواں گذاشت نام تو نتواں گرفت
شعلۂ شمعِ ازل تافت نسیمائے دوست — جلوۂ حسنِ قدیم صورتِ جاناں گرفت
گشت چنیں دل نشیں صحبتِ پیکاں بدل — کایں دلِ درد آشنا پیکرِ پیکاں گرفت
دیدہ ز دریا دلی ریخت گہرہائے اشک — دل ز فرومایگی رفت و بداماں گرفت
صحبتِ پاکاں کند پاک دل و پاک خو — سبزہ چو با گل نشست بوئے بہاراں گرفت
جامۂ دل ہر کہ شست پاک ز داغِ ہوس — دلقِ گدایانہ ز خلعتِ سلطاں گرفت
کشتِ دلِ مردہ را بار دگر زندہ کرد — عشق ز چشمِ پُر آب کارِ نمایاں گرفت
پند چہ قدر آورد پیشِ سخندانِ عشق — کو ہمہ داں عقل را طفلِ دبستاں گرفت
ہست ز روزِ ازل شیوۂ گردوں ہمیں — کرد بابیناں عطا آنچہ ز آناں گرفت
چوں لبِ شیریں دوست بود مذاق آشنا — ذائقۂ ہر قند را از بنِ دنداں گرفت
شوق بہ پیرانہ سر باز جواں میشود — ہمچو زلیخا اگر دامنِ پاکاں گرفت
جائے عزیزاں چو دید سبز دریں نوبہار — محوی آشفتہ سر راہِ بیاباں گرفت

(۴۸)

بیا ساقی که آیامست بکام است — بده زاں می که از مشکش ختام است
مئے سربستهٔ در دردرود ده — که آں دارائے خرقِ التیام است
مئے تسکیں دہ جانہائے مضطر — کہ زانِ ارالبلاد دارالسلام است
مئے روشن که گر ریزی لبالب — ہلالِ جام زاں ماہِ تمام است
دریں فصلِ بہاراں توبه زیں مے — بفتوائے خردمنداں حرام است
بحش ایں بادهٔ دیرینه عقلت — بایں پیرانه سالی نیز خام است
سرت آشفته چوں شام غریبانست — دلت افسرده چوں صبح صیام است
تماشاها ہمی بینی شب و روز — نمی پرسی تماشا گر کدام است
ز ہر ذره عیاں نورِ تجلی است — و لے چشمت گرفتارِ ظلام است
ز رفتارش ہزاراں فتنه برخاست — کہ ایں یارب ایں محشر خرام است
عزیزِ مصرِ دلداری که او را — ہزاراں یوسف کنعاں غلام است
مجو ماہیت حسنش که آں را — ز ادراکِ تو بالاتر مقام است
مزن پر اندریں رہ طایرِ عقل — که حیرت چار سو گسترده دام است
نرفت از یادِ من دیرینه پیماں — ہنوزم آں مئے دوشیں بکام است
نیازم نیست با بوئے گل و مل — شمیمِ زلف او تا در مشام است
دل پژمرده را دایم وظیفه — ز سبحان الذی یحیی العظام است
مکن انعام خود مخصوص یک قوم — که ایں نعمت برائے خاص و عام است
در آں صوفی کجا یابی صفا را — که ہم در عاشقی جویائے نام است

مناز ای بلبل ناکام چندان
که محوی نیز بی نیل مرام است

(۴۹)

آئینهٔ جمال جهان و نمای کیست — روح روان خلق دم جانفزای کیست
رخسار کیست آئینه دار جمال روز — شب قصه گوی خوبی زلف دوتای کیست
جذب که میکشد دل آهن دلان ز دور — پرواز مرغ قبله نما در هوای کیست
بلبل نوای شوق بیاد که میکشد — گل مست ناز از می نشو و نمای کیست
دریا بذکر کیست شب و روز در خروش — هر موج تر زبان بدعا و ثنای کیست
برهم نمی زند مژه را چشم اشتیاق — در انتظار جلوهٔ حیرت فزای کیست
نازم به بیخودی که هنوزم خبر نشد — مفتون کیست خاطر و جان مبتلای کیست
یک عمر صرف سجدهٔ یک نقش پا شده است — آگه نیم هنوز که آن نقش پای کیست
هر دم گشاده است بروی جهانیان — ای پرده دار این در دولت سرای کیست
با ادعای عشق نه مردن گناه من — بگرفتنم بدام و نه کشتن خطای کیست
فرقم به پیش هر متکبر نگون نشد — دانسته ام که سجده پی کبریای کیست
در کار خود گره زده ام تا گشاد آن — بینم ز دست و بازوی مشکل گشای کیست
هر کس که بست بی خلل و استوار بست — حصن حصین عشق ندانم بنای کیست

محوی به آشنائی گردون و دل مناز
این آشنای جمله جهان آشنای کیست

(۵۰)

ز اهل درد چه پرسی چه ماجرای دل است — دل است شهر وفا در دو دل خدای دل است

نگاه هر چه ندیده است جلوهٔ رخ اوست   زبان هر آنچه نگفته است مدعای دل است

ز مطرب آنچه بگوش رسید قول زبانست   ز نی هر آنچه شنیدی همه نوای دل است

عجب نگفته سخن دل نشینِ گل ورنه   به هر ترنم بلبل نهان صدای دل است

فغانِ درد در دل نیست منحصر بچمن   به هر طرف که نهی گوش هایهای دل است

مرا بناخنِ تدبیر غیر حاجت نیست   که عقده بند دلم خود گره‌گشای دل است

دل است آئینهٔ رونمای دشمن و دوست   همین معائنِ جام جهان‌نمای دل است

بداد دل به تو، دیگر از او چه میخواهی؟   بدست عاشق مسکین چه ماسوای دل است

شفای محوی رنجور از خدای مخواه
ز علتی که در آن درد دل دوای دل است

(۵۱)

گر در هزار رنج و محن مبتلا دل است   راضی به هر رضاست اگر با خدا دل است

هر سو کدورت است اگر دل مکدر است   در شش جهت صفاست اگر با صفا دل است

بهر تمیز ناحق و حق سبحه‌ای مجو   در دل نگر که آینهٔ حق نما دل است

افتاده ام بعقدهٔ مشکل ز دستِ دل   دل هست مشکلِ من و مشکل‌گشا دل است

رختِ سفر بدیر و حرم میکشی عبث   پیداست فیض این دو مکان از کجا دل است

سنجیده گام نه بره دل شکستگان   اینجا به هر قدم که نهی زیر پا دل است

از محوی شکسته چه پرسی که دل کجاست
در کاکل شکستهٔ تو بیوفا دل است

(۵۲)

کفرم از کم مایگی تلقینِ ایمان کرده است   نامسلمانی مرا گوئی مسلمان کرده است

رنج ما را چاره گر اندر پی درمان کرده است
سخت مشکل بود غم بسیار آسان کرده است

بر جهان خسته حالی آفتاب داغ دل
سر برون از مطلع چاک گریبان کرده است

سینه پهلو میزند در تاب و تب با آفتاب
چشم بحث گریه با ابر بهاران کرده است

آشنایان را بجائے رشک صد امید هست
ز آشنائیها که با نا آشنایان کرده است

سرگذشت زندگی تعبیر خواب زندگیست
گرچه بحث آن خواب را خواب پریشان کرده است

رندی و مستوری با اختیار شاهد نیست
کو جمال خویشتن پیدا و پنهان کرده است

کفر ایمان است عاشق را و ایمان است کفر
عشق او گر فارغش از کفر و ایمان کرده است

از دل آشفتهٔ عاشق چه می پرسی که یار
بارها این خانه را آباد و ویران کرده است

آنچه اے جان میکنی در دوستی با دوستان
کے بجائے دشمنان هم دشمن جان کرده است

حسن میگوید مرا صد پرده کے دارد نهان
پرده پندارد که او صد حسن پنهان کرده است

نیست گل چیدن درین گلشن که او را باغبان
خار زیر پا نکرده گل بدامان کرده است

خاطر تنگم نشد قانع به پهنای جهان
این گدائے بے نوا تقلید شاهان کرده است

میکند در عهد عثمان شاد با اهل هنر
آنچه در ایام اکبر خانخانان کرده است

محوی مفتون کجا ساز غزلخوانی کجا
بلبل شوریده را یک گل غزلخوان کرده است

(۵۳)

گر سفر در عالم پیری پے عقبیٰ خوش است
گاه سوے یثرب و گاهے سوے بطحا خوش است

گفتم ای دل میشوی آنجا هلاک ناز دوست
گفت دل هم مردن و هم زیستن آنجا خوش است

گر بمانم زنده جان بخش است قرب مصطفیٰ
ور بمیرم از حساب حشر استغنا خوش است

شورش درد محبت، جوشش سودائے عشق
در دل این درد است، اولی در سر این سودا خوش است

یاد لیلائے عرب خوش است در دل داشتن
(کعبہ)
چشم را وا داشتن بر شاہد خضرا خوش است
(گنبد مزار مبارک)

سوزن خار مغیلاں، چادر ریگ رواں
قبر پوش بینوایان دامن صحرا خوش است

کشتی اہل محبت در محیط عاشقی
در ہوائے چار سوئے غم تہ و بالا خوش است

خشکی لب را غنیمت داں پس طوفان اشک
از پس دریا نوردی ہا لب دریا خوش است

قصۂ یاس و تمنائے وصال ما مپرس
این حدیث درد بے املا و بے انشا خوش است

وصل کے گردد میسر چوں در آئین وفا
عاشق از خود رفتہ و معشوق بے پروا خوش است

از تماشاہائے کونین تا نہ غافل بگذری
ہمرہ پائے توانا دیدۂ بینا خوش است

نیست بیجا خواستن ہمت ز ارباب ہمم
گرچہ توفیق عمل از عالم بالا خوش است

ایچہ دانی درد دلہائے حزین ناگفتہ ہم
گرچہ گفتن درد با تو در دل شبہا خوش است

داغہائے معصیت را از جبینم پاک شو
داغ سودائے تو بر لوح دلم تنہا خوش است

لہ حرمین شریفین سے مراجعت کے بعد میں سر مہاراجہ کشن پرشاد آنجہانی سے ملنے گیا تو اپنے ساتھ بعض تبرکات بھی لے گیا تھا جو سر مہاراجہ نے نہایت ادب سے اٹھا کر لیے اور فرمایا یہہ تو سب کچھ لائے مگر یہ فرمائی کہ جس دوست سے ملنے گئے تھے اس سے ملاقات ہوئی اور اگر ہوئی تو کیسی گزری۔ میں نے عرض کیا کہ ہم جیسے مجبوروں کو یہہ دولت کہاں نصیب ہو سکتی تھی، میں تو اس خیال سے گیا تھا سے صحبت یار گر میسر نیست۔ خانۂ یار را تماشا کن۔ دوسرے دن سر مہاراجہ کے یہاں ماہواری مشاعرہ تھا مصرعہ طرح خود اپنے قلم سے لکھ کر عنایت فرمایا اور شرکت کی تاکید فرمائی۔ مشاعرہ میں غزل پڑھتے ہوئے جب میں اس شعر پر پہنچا تو میں نے عرض کیا کہ کل جناب نے جو استفسار فرمایا تھا اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے۔ بہت پسند فرمایا، اور کئی مرتبہ اسکو پڑھوایا۔

بحرِ ناپیدا کنار و دشتِ بے آب و گیاه | تا توئی پیشِ نظر چوں جنت الماویٰ خوش است
آدم کم مایہ حیثیت انکہ یاراں گفتہ اند | چوں تنک شد مایہ با اہلِ کرم سودا خوش است

محویؔ لب بستہ را در ماتم افسردہ دل
گریہ بے اشکِ رواں فریاد بے آوا خوش است

(۵۴)

شکست بزمِ طرب یاد ماجرا باقیست | بسینہ سوزشِ داغِ فراقہا باقیست
اماں کجاست ز دردِ فراق تا بجہاں | مذاق درد و دلِ درد آشنا باقیست
نماند زورِ ستمگر نہ شورِ مظلوماں | ولے حکایتِ آں جور و آں جفا باقیست
متاب اے دلِ افسردہ رو ز طاقِ دعا | دعا ہنوز پے یارِ بیوفا باقیست
بزیرِ سایہ شاہانِ دلق پوش بیا | اگر ترا ہوسِ سایہ ہما باقیست
سخن ز شوق کجا تاب مدعا آرد | سخن تمام شد و عرضِ مدعا باقیست
گماں مبر کہ کنوں دورِ حسن و عشق گزشت | ہزار قصۂ ناز و نیاز ہا باقیست
تہی صبا و چمن از وجودِ آں گلِ تر | کز و ترنم مرغانِ خوش نوا باقیست

ہمیں بس است پے ما فدائیاں محویؔ
کہ در جریدۂ عشقِ تو نامِ ما باقیست

(۵۵)

دمیدن[۵] گلِ رخسارِ یار نزدیک است | بہوش باش کہ فصلِ بہار نزدیک است

---

[۵] اس خبر کے مشہور ہونے پر کہ سر مہاراجہ صدر اعظم باب حکومت ہوتے ہیں یہ چند شعر لکھ کر انکے پاس بذریعہ ڈاک بھیجدیے گئے تھے اس زمانہ میں مہاراجہ موصوف حیدرآباد میں تشریف فرما نہ تھے۔

دمے بباش و ز پستی روزگار منال — زمانۂ شرف روزگار نزدیک است
شگفت نیست شود شامِ یاس صبحِ امید — چو انقلاب بہ لیل و نہار نزدیک است

بطرزِ شاد نوا کش چہ میکشی محوی
کہ آں نوا بہ نوائے ہزار نزدیک است

(۵۶)

کافرِ عشقم و عشقت بخدا جاں منست — نگذرم از سرِ عشقِ تو کہ ایماں منست
نہ شکایت ز تغافل نہ حکایت ز جفا — میکند یار بمن ہرچہ کہ شایاں منست
عقل میگفت کہ دشوار بود منزلِ عشق — شوق میگفت کہ ایں مرحلہ آساں منست
بود در شکِ ارم و غیرتِ گلزارِ جناں — آں سرائیکہ کنوں کلبۂ احزاں منست
گر دہد دست سراپردۂ عیشم ہر روز — کرمِ شب تاب بشب شمعِ شبستاں منست
منکہ از بے ادباں نیز ادب آموزم — مردِ گم گشتہ برہ خضرِ بیاباں منست
گر نمایم بجہاں والہ و حیراں مانند — منظرِ حسن کہ در دیدۂ حیراں منست

میکشم زمزمۂ محوی ز مقامِ عشاق
طایرِ شوقم و صیاد زباندان منست

(۵۷)

ہر ادائے نازت اے ناز آفریں برق افگن است[۵] — تا توئی پیشِ نظر ہر دشت دشتِ ایمن است
کے شوی آزاد از خیلِ پرستارانِ سرو — تا ترا طوقِ غلامی فاختہ در گردن است
شہر آباد است با وائے سگانِ جیفہ خوار — دشت ویرانست شیرانِ خدا را مسکن است

---

۵ اِس غزل کے بہترین اشعار رسالہ "نذرِ عقیدت" میں سے لئے گئے ہیں ۔

محوی دلِ خستہ خود دید است پا مالِ خزاں
آں دیارِ دل کہ بشگفتند رشکِ گلشن است

(۵۸)

شب کہ در بزم تصور آں گلِ رعنا گذشت
صحبت رنگین ما تا صبحدم زیبا گذشت

کعبہ و بتخانہ را بستند زنگار رنگ نقش
طالب منزل گر زیں ہر دو بے پروا گذشت

لختہائے دل بجائے سنگِ رہ افتادہ است
کاروانِ خستہ دل شاید ازیں صحرا گذشت

گرم و سرد دہر را با رنج و دردِ ما چہ کار
دردِ دل با قیمت سر با آمد و گرما گذشت

ساقی ما ریخت در پیمانہ صہبائے مراد
کارِ ما وقتیکہ از پیمانہ و صہبا گذشت

شورشِ دیوانگی جوشِ جنوں غوغائے عشق
در فراق او چہ می پرسی چہا بر ما گذشت

در ہجوم بے خودیہا فرصتِ دیدن نیافت
بے خبر افتاد مجنوں ناقہ لیلا گذشت

نالہ میخواہم شود آویزہ گوشش اثر
حاصل من چیست گر از عالم بالا گذشت

در گذرگاہِ جہاں از زشت و زیبا غم مخور
بگذرد ایں زشت ہم زانساں کہ آں زیبا گذشت

صحبت دیرینہ یاد آورد و یک دریا گریست
در سفر چوں بر در یار او بر دریا گذشت

فصلِ مرگ و زندگی چوں بیش از یک گام نیست
می تواں در یک نفس از عرصہ دنیا گذشت

ہیچ تاز با نیامد در کمندِ فہم کس
گرچہ در بزمِ خرد از ہر صف ہیجا گذشت

از وفور آرزو ہا حالِ دل ناگفتہ ماند
ایں حدیث مستند صد حیف بے املا گذشت

عارضِ رنگین او بشکست بازارِ چمن
دورِ چشمِ اوست عہدِ نرگس شہلا گذشت

از وجود خویشتن مگذار جز تا مِ ہیچ
می تواں بگذشت از راہے کہ زاں عنقا گذشت

با ہمہ عہد رفاقت کس رفیق رہ نشد
محوی بیچارہ تنہا آمد و تنہا گذشت

(۵۹)

اے عکسِ دوست، مایۂ جاں می شمارمت | در بر بشوق میکشم و می فشارمت
گہ می نہم بطاقِ ادب در حریم جان | گہ در غلافِ کعبۂ دل می گذارمت
رخشاتر از شعاعی و زیباتر از نگاہ | زیبد اگر در آئینہ چشم دارمت
شاید کہ شرحِ حالِ دلِ خستہ ام کنی | واز اشکِ خون بخونِ جگر می نگارمت
اے کلکِ نقشِ بند علی الرغم و اعتطال | از بہرِ دید دوست بجانِ دوستدارمت
اے خواجہ سرپرستی بیچارگاں چند | با تو سپردہ ام بخدا می سپارمت
لطف و کرم بخلقِ خدا رسمِ عام تست | از بندگانِ خاصِ خدا می شمارمت
ملکِ دلم ز جنسِ دعا و ثنا پر است | زیں تحفہائے نغز ندانم چہ آرمت

آہستہ باش محوی مضطر کہ حالیا
در کوئے یار می برم و میگذارمت

(۶۰)

بہار جلوہ فروش است و گلستاں شاد است | شگفتہ است گل و لالہ باغباں شاد است
بہ ہر طرف کہ نہی گوش نغمہ است و سرود | زمقدم شہ گل مرغ نغمہ خواں شاد است
بہار از چہ نخندد، صبا چہ سال نوزد | زمین زمانہ درجوش و آسماں شاد است

ے سرمہاراجہ کشن پرشاد بکینٹہ باشی نے براہ عنایت ایک اپنا بڑا فوٹو مجھے اس زمانہ میں بھیجا تھا جبکہ میں لکھنؤ میں مقیم تھا۔ یہ نظم اسکے شکریہ میں بھیجی گئی تھی۔

ے سرمہاراجہ کے فرزند راجہ خواجہ پرشاد بہادر کو راجہ کا خطاب پیشگاہ اعلحضرت سے عطا ہوا تھا اسکی خوشی میں کرمی جعفر علی صاحب مرحوم نے ایک جلسہ کیا تھا اور مجھ سے ایک نظم کیلئے فرمائش کی تھی انکے ارشاد و فرمائش پر یہ نظم لکھی گئی تھی۔

جہاں جہاں ست نشاط و چمن چمن عشرت — دل است خرم و جانِ جہانیاں شاد است
بسوئے مصرِ محبت روانست قافلۂ — چو یوسف است در آغوش کارواں شاد است
ز سرفرازیِ فرزند سر مہاراجہ — بدوستی کہ دل و جان دوستاں شاد است
خدا دراز کند عمر بادشاہ کہ داد — خطاب راجہ بہادر کزو جہاں شاد است
ز شادمانیِ آں میزباں چہ می پرسی — کہ خرمی ست بہ ہر سو و میہماں شاد است
سخنوراں نسرایند گر ثنا چہ کنند — کہ قدردانِ گروہ سخنوراں شاد است

(۶۱)

نوحہ

دمیکہ رحمت حق از سرِ زمیں برخاست — ہزار فتنۂ خوابیدہ از کمیں برخاست
تپید روحِ رسولِ کریم بر افلاک — چو فوج شام بتاراج اہلِ دیں برخاست
پے حمایت ناموس احمدؐ مختار — امام وقت شہنشاہ راستیں برخاست
پے اعانت کہف اماں امام زماں — جماعتے ز رفیقانِ شاہ دیں برخاست
پس از شہادت ایں حامیانِ دینِ متین — طلیعۂ ز جواناں مہ جبیں برخاست
کشیدہ قامت و گلگوں عذار و غنچہ دہاں — کہ مثل شاں نہ نہالے ز ما و طیں برخاست
بدشت ماریہ گوئی ز گلرخانِ علے — شگفت لالہ بہ ہر سو و یاسمیں برخاست
یکے چو جعفر طیار برد دست بہ تیغ — دگر چو حیدر کرار خشمگیں برخاست
یکے بشیوۂ حمزہ فگند چیں بجبیں — دگر چو احمدؐ برچیدہ آستیں برخاست
چناں شدند فدائے حق ایں سبکروحاں — کہ ہم ز روح امیں بانگ آفریں برخاست
ز بوئے خونِ شہیداں یاسمیں اندام — غبارِ مشک فشاں بادِ عنبریں برخاست
چو دید تشنگیِ فوج شاہ شطر فرات — ز غصہ کف بلب آورد و سہمگیں برخاست

غم حسین از ینجا قیاس باید کرد — که بعد قتل عزیزاں نه یک معین برخاست
بدلنوازی دل خستگان آل رسول — نه از یسار صدائے نه از یمین برخاست
پس از علی و حسن بر وسادهٔ ارشاد — نه کس نشست چناں و نه ایں چنیں برخاست
هر آنکه یاری دین متین نکرد آں روز — بروز حشر سرافگنده شرمگین برخاست
دلم چو کرد خیال مصائب سادات — ز چشم سیل ز لب نالهٔ حزین برخاست

جهاں ز غصه و غم تیره گشت بر محوی
چو دود آه ز هر آه آتشین برخاست

(۶۲)

چشم نیکی ز رخ نیکوئے تو بیجا نیست — حسن زیبائے ترا جور و جفا زیبا نیست
با قد دلکش تو سرو چه نسبت دارد — در چمن سرو بایں وش و بر و بالا نیست
عاشقاں از چه خراب اند بیک گردش چشم — مستی چشم تو گر روح خم صهبا نیست
جور کم کن بمن غمزده گفتم برقیب — گفت خاموش که از دوست چنیں یغما نیست
اندریں غمکدهٔ دهر چه شاه و چه گدا — کیست آنکس که گرفتار غم دنیا نیست
مرد میداں شهامت نخورد مال حرام — مرده خواری وحش ضیغم ایں صحرا نیست
از چه رو گشته نهاں در کنف قاف عدم — اندریں عهد اگر مهر و وفا عنقا نیست
عشق بحریست پر آشوب قدم دیده بنه — کشتی و معبر و پایاب در ایں دریا نیست
چه کشم باده به خمخانه معنی تنها — باده بے صحبت احباب نشاط افزا نیست
نور آں نیست که چشم سر او نابیناست — کور آنست که چشم دل او بینا نیست
همه اندیشے اهل نظر صاحب دل — محوی خسته بصحرائے غمت تنها نیست

(۶۳)

مشاعرهٔ یادگار سر مهاراجه بسکینه باشی

صد حیف که شاد در میان نیست

دل سوخته شد بجان امان نیست ‌ ‌ ‌ زان شعله که اندران دخان نیست
دل دادم و درد دل خریدم ‌ ‌ ‌ این جنس بدین بها گران نیست
از لذت عشق من چه گویم ‌ ‌ ‌ آن حظ دل است و در زبان نیست
از دوست دگر نشان چه خواهی ‌ ‌ ‌ هر جا و به هیچ جا نشان نیست
هر سوست عیان بهار حسنش ‌ ‌ ‌ وین طرفه بهار را خزان نیست
از کشتی عمر ما مپرسید ‌ ‌ ‌ لنگر بشکست و بادبان نیست
طوفانست بپا و ناخداست ‌ ‌ ‌ شب تیره و بحر را کران نیست
بر همت دوست میروم راه ‌ ‌ ‌ هر چند که توشه در میان نیست
تا چند ز آسمان گریزی ‌ ‌ ‌ آن جاست کجا که آسمان نیست
آرام طلب مکن که اینجا ‌ ‌ ‌ آرام پی مسافران نیست
رفتند یگان یگان حریفان ‌ ‌ ‌ باقیست غبار کاروان نیست
یک نالهٔ جان گداز بهتر ‌ ‌ ‌ زان تیر دعا که خون چکان نیست
این بزم همان همان مقام است ‌ ‌ ‌ صد حیف که شاد در میان نیست
انصاف مجو ز خودفروشان ‌ ‌ ‌ این جنس گران درین دکان نیست

ناقدری شاعران قدیم است
محوی گله از معاصران نیست



(۶۴)

بقدرِ سجده اگر جا بر آستانه دهند — مرا حیاتِ ابد عیشِ جاودانه دهند
بجورِ عقلی این و اعظان نگر که مرا — به ترکِ خاکِ درت پند عامیانه دهند
برو بصومعه گر مایلی بشربِ یهود — مغان شرابِ نائے و دف و چغانه دهند
مخور فریب به افسانهائے حور و قصور — که گوشِ دل نه حریفان بدین فسانه دهند
امیدِ داد چه داری بجُستجوے که در آں — جزائے عشق و محبت به تازیانه دهند

هزار ناله کشیدی و زندهٔ محوی
وگرنه خسته دلاں جاں بیک ترانه دهند

(۶۵)

صبحدم بادِ صبا چوں بوئے جاں می آورد — سوخته جانانِ شب را در فغاں می آورد
سخت دشوار است کہ دل کفر را از دیں جدا — چوں حریمِ کعبه خو دیادِ بُتاں می آورد
زلف و بے امتیازِ کفر و دیں در قتل گاه — عاشقاں را بسته در یک ریسماں می آورد
بر رُخِ زردِ من مسکیں نمی خندد گہے — ورنه میگویند خنده زعفراں می آورد

می فزاید در دلم هر تازه غم مقدار صبر
رزق خود با خویشتن هر میهمان می آورد

رازِ عالم فاش میگوید به مستی حیرت است
این خبرها از کجا پیرِ مغان می آورد

منکرِ درد است واعظ، محویا من معتقد
دردِ جان بخش است و عیشِ جاودان می آورد

(۶۶)

از پئے جلوه اگر جلوه گرے برخیزد
بهرِ نظاره ز هر سو نظرے برخیزد

مستعد ناز که بر حسن کشد بند نقاب
منتظر حسن که کے پرده درے برخیزد

میرود قافلۂ شوق و تمنا بیراه
یارب این قافله را راهبرے برخیزد

می دهد بار دگر جلوه ز محمل لیلیٰ
همچو مجنون اگر آشفته سرے برخیزد

بیند افتادگیِ جمع صبوحی زدگان
واعظ سرکش ما گر سحرے برخیزد

دوستانم دمِ آخر مگزارید مرا
یک نشیند سرِ بالین دگرے برخیزد

جان بلب محوی بیچاره ز غمهائے فراق
هست گر چارۂ آن چاره گرے برخیزد

(۶۷)

دل آئینه دار رخ یار است ببینید
با عشوه گرے چشم دوچار است ببینید

اے راهروانِ حرمِ شوق خبردار
از دور عیان منزلِ یار است ببینید

آرایشِ بستان و فرهمندیِ گلشن
تا جلوه فگن فصلِ بهار است ببینید

در باغِ وفا نخلِ تمنا ثمر آورد
یعنی که سرے بر سرِ دار است ببینید

ما رسمِ قدح مایه بآسان نگزاریم
در جام همان بادۂ پار است ببینید

اندر حرمِ کعبہ کہ نخچیر حرام است | آں کیست کہ سرگرم شکار است ببینید
دیدارِ خد و خال و تماشائے رخ و زلف | تا دیدۂ نادیدہ بکار است ببینید

چوں محوی آشفتہ نہ بندید نگہ را
اے بے بصراں او بکنار است ببینید

(۶۸)

جورِ[5] اعدا منتِ احباب می باید کشید | کشتیٔ اسلام از گرداب می باید کشید
وقت آں آمد کہ بہر ملک و ملت روز و شب | رنج باید برد و پیچ و تاب می باید کشید
وقتِ وعظ آمد بپایاں نوبتِ جاں دادن است | شیخ را از منبر و محراب می باید کشید
گریۂ بے صرفہ چوں نالاں نمی آید بکار | تیغ ہمچوں رستم و سہراب می باید کشید
اندریں بزمِ طرب قوال بخواند رجز | خونِ اعدا چوں شرابِ ناب می باید کشید
ارغنونِ دل ہمی شاید صدائے جانفزا | بر سرِ ہر تارِ دل مضراب می باید کشید
گوہرِ مقصود را گم میکند دستِ دعا | لاجرم در رشتۂ اسباب می باید کشید
حالِ امت شد زبوں بیچارگی از حد گذشت | خواب تا کے خواجہ سر از خواب می باید کشید
بے فروغِ روئے تو شد روزگارِ ما سیاہ | پردہ از خورشید عالمتاب می باید کشید

از ادب کن عرضِ حالت محوی آشفتہ سر
پا نہ بیروں از حدِ آداب می باید کشید

(۶۹)

عاشقاں ضبط نمایند و فغاں نیز کنند | درد در پردہ بدارند و عیاں نیز کنند

---

۵ جنگِ طرابلس کے زمانہ کی یہ نظم ہے۔ جبکہ اٹالیہ نے ترکوں کے قبضہ سے طرابلس کو نکال لیا تھا۔

عارفاں لذتِ دیدارِ بہارِ رخِ دوست — حاصل از دیدِ جمالِ دگراں نیز کنند
قصۂ جورِ بتاں راست ولیکن عشاق — ایں حکایت پئے تزئینِ بیاں نیز کنند
بر درت سجده اگر کرد گدائے چہ عجب — سجده بر خاکِ درت پادشہاں نیز کنند
قاصدانِ حرمِ کعبہ ز بے تابیٔ شوق — زادِ رہ گدیہ ز در ہائے مغاں نیز کنند

کار از گریۂ ظاہر نکشاید محوی
ایں عمل را بریا عشوه گراں نیز کنند

(۷۰)

حُسن از روزِ ازل جلوه تمنا می کرد — خود نہاں بود مگر عشق تقاضا می کرد
زلف می بست بزنجیر و بمقتل می بُرد — چشم میگشت مرا یار تماشا می کرد
فصلِ گل آمد و چوں بادِ بہاراں بگذشت — باغباں تا درِ گلشن پئے ما وا می کرد
چوں دلِ مردۂ ما زنده نکردی اے جاں — گر لبِ لعلِ تو اعجازِ مسیحا می کرد
گر ندادند مرا جامِ بمیخانہ چہ باک — چشمِ ساقی اثرِ ساغرِ صہبا می کرد

رفتہ بودم ز رہِ عشقِ حقیقی محوی
رہبری گر نہ مرا دیده بینا می کرد

(۷۱)

روزِ ایجاد کہ ترکیبِ جہاں میدادند — می سرشتند گلم شیرۂ جاں میدادند
می نہادند بدل داغِ تمنائے وصال — حسرتِ دید بچشمِ نگراں میدادند
میکشاں جام چو بے رنج و محن می جستند — ساقیاں بادۂ بے نام و نشاں میدادند
بلبلاں با جگرِ سوختہ در عینِ بہار — خبر از مقدمِ ایامِ خزاں میدادند
بود غوغا مگر امروز بدیوانِ جزا — دادِ بیچارگیٔ خستہ دلاں میدادند

داور دادگراں بعد یقیں نیز نداد
آں سزائیکہ درینجا بگماں میدادند

محنت آبادِ جہاں خود بگزیدم محوی
ورنہ جاگیر مرا باغ جناں میدادند

(۷۲)

ترکاں بغمزہ تیر و کماں میفروختند
سر بیدلاں بہ تیغ و سناں میفروختند

جز خاصگاں نبود کسے در مقام بیع
جنسے مگر بہ نرخ گراں میفروختند

در چارسوئے عشق و محبت بیک بہا
دلق گدا و تاج شہاں میفروختند

ما میفروختیم سر خویش و دوستاں
افسانہ ہائے سود و زیاں میفروختند

دیر آمدی وگرنہ دمے پیشتر ازیں
پیغمبری بدست شباں میفروختند

میجست ارمغاں ز جہانِ دگر دلم
اندر جہاں متاعِ جہاں میفروختند

چوں مردماں قحط زدہ دیدہ ہائے ما
لخت جگر بہ آہ و فغاں میفروختند

شیر بچہ لذتِ لب شیریں چشیدہ بود
بر بے ستون بہ خردہ جاں میفروختند

مفلس شدند باز گرو اغطانِ شہر
امروز نیز باغ جناں میفروختند

اندر دکاں دمیکہ زلیخا نہاد پا
پس ماندہ متاعِ دکاں میفروختند

محوی چہ می شدی کہ ببازار باز پرس
ما را بہ عفو شاہِ شہاں میفروختند

(۷۳)

از حالِ من آں ماہ جبیں را کہ خبر کرد
از خاک زمیں چرخ بریں را کہ خبر کرد

جز چشم نمی شد دگرے فرش رہ ناز
از لذت ایں کار جبیں را کہ خبر کرد

جاں می تپد از خانۂ تن تا بدر آید
جائیست بہ از خطہ مکیں را کہ خبر کرد

سوز اتر پے تعزیر حریفان شمال است ۔ از سوز دل اصحاب یمین آگہ خبر کرد
یکچند محبت بسراپردۂ دل بود ۔ غوغاست کنوں دانش و دیں آگہ خبر کرد

محوی بسخن کاشف اسرار نہانست
از حال جہاں گوشہ نشیں آگہ خبر کرد

(۷۴)

یار از صحبت ما برزدہ دامان گزرد ۔ چوں برہمن کہ ز بتگاہ مسلماں گزرد
بگزر آں ساں ز نگاہم کہ بپا زمردن نیز ۔ عکس روئے تو نہ از دیدۂ حیراں گزرد
یوسفے بہر زلیخائے جہاں باز بیا ۔ عشق گر قافلات جانب کنعاں گزرد
ریگ گرم است سر خار مغیلاں تیز است ۔ قیس زیں مرحلہ باید کہ حدی خواں گزرد
خاکساران جہاں را بحقارت منگر ۔ ایں غباریست کہ از گنبد گرداں گزرد
حاصلش چیست بجز دیدن حیراں ماندن ۔ گر گدائے بسراپردۂ سلطاں گزرد
باعث راحت درویش شود رنج کریم ۔ گل بخندد بچمن ابر چو گریاں گزرد
نیست جز ابر کہ بر حال شہیداں گرید ۔ نیست جز باد کہ بر خاک غریباں گزرد

حیف باشد کہ بگلزار جہاں چوں محوی
بلبلے میرد و از یاد گلستاں گزرد

(۷۵)

نگہ خیزد ز ہر سو قد بالا ایں چنیں باید ۔ نظر خیرہ بماند روئے زیبا ایں چنیں باید
شکر از تلخ کامان محبت باز میدارد ۔ تو خود فرما کہ آں لعل شکرخا ایں چنیں باید
بماند عکس روئے یار بر آئینۂ خاطر ۔ نگاہ واپسیں‌ہائے چشم بینا ایں چنیں باید
معطل کرد وحشت کارپرداز انشاں را ۔ بدیوان محبت کارفرما ایں چنیں باید

غزالاں شاخہائے خویش بنمایند لیلیٰ را — کہ مجنون ترا خارے تہ پا ایں چنیں باید

بدیدار رخِ گلگوں بسانِ نرگس اے محوی

سراپا دیدہ ام محوِ تماشا ایں چنیں باید

نعت

(۷۶)

تیرگیٔ شامِ ہجر، شکر بپایاں رسید — یار بوقتِ سحر بارخِ تاباں رسید

کعبۂ توحید را ابر زدہ بود ندر — کاکلِ پیچانِ دوست سلسلہ جنباں رسید

در چمنستانِ دہر بادِ بہاری وزید — وز طرفِ جویبار سروِ خراماں رسید

محملِ اصنام راز دبزمِ طرب — ناقۂ توحید را طرفہ حدی خواں رسید

کرّ و فرِ ایزدی ہیئتِ آدم گرفت — رحمتِ پروردگار صورتِ انساں رسید

ملتِ دیرینہ را مژدہ پیشینہ را — از قرشی زادۂ حجت و برہاں رسید

از صدف آمد بروں دانۂ دُرِ یتیم — بہر خریدارئش خلق شتاباں رسد

کشورِ بے ضبط را ضابطہ آمد پدید — وادیِ بے زرع را حادثِ دہقاں رسید

آنکہ ہمہ عالم است بارور سامان از او — خود صفتِ بیکساں بے سر و ساماں رسید

از نفس آتشیں سوخت تر و خشک را — شعلہ کہ سر زد ز طور تا کہ فاراں رسید

بادہ کہ بد معتکف در خمِ پیرمغاں — بعد چہل سال زد جوش و بہ مستاں رسید

تا بد ہد خلق را شربتِ آبِ حیات — ساقیٔ مو ئینہ پوش سر زدہ داماں رسید

بار دگر شد بدل قاعدۂ آسماں — نوبتِ شاہاں گزشت دورِ شباناں رسید

رعد بہ بانگِ بلند گفت کہ اے میکشاں — بادہ فراواں خرید ابر فراواں رسید

جام ور آمد بدور بزم طلب کرد شعر
محویٔ دلدادہ را منصب حساں رسید

نعت

(۷۷)

طبیبِ دل بمنِ ناتواں تواں آورد
بقا بسے کہ نبودش رواں رواں آورد

چہ جذب بود ندانم کہ اندریں پیری
مرا بسوے مدینہ کشاں کشاں آورد

ز سینہ خار غم و درد ذرّہ ذرّہ بچید
بقلب راحت و تسکیں جہاں جہاں آورد

قیامِ مسجد و منبر مقام وعظ و نماز
بیاد عہد رسالت زماں زماں آورد

شمایلِ شہٗ دین و خصایل یاراں
بہ پیش چشم تصور یگاں یگاں آورد

کشید و ہمہ تصویر بزمگاہ رسولؐ
ز ہر مصاحبِ نام و نشاں نشاں آورد

عجوزِ ملت صد سالہ را زلیخا وار
بحیرتم کہ چہ ساں یک جواں جواں آورد

بدست تا سرِ حبلِ المتین ایماں بود
نہ رنج رنج نہ ما را زیاں زیاں آورد

مدیح خواجہ کجا من کجا و لے چکنم
زباں کشا و زباںؐ بیاں بیاں آورد

بہ اہل ذوق ز باغ محمدی محوی
بارمغاں گل و ریحاں جناں جناں آورد

(۷۸)

خلق بحر نجگی و یک سوئی ما امید اند
نیست با غیر سر و کار خدا امید اند

آں چناں کرد وفا یار کہ در بزم جہاں
کس ندانست کہ او رسمِ وفا امید اند

دلم از ہمہ ہر چہ ترسد ہمہ دم
زانکہ ایں ہمہ از دوست بیا میداند

ستم اینست کہ آں شوخ بما غمزہ کناں — میکند جور و جفا ہمہ و وفا میداند

لذتِ دردِ دل و چاشنیِ سوز و گداز
محویٔ خستہ ز الطافِ شما میداند

(۷۹)

ہر کہ بیمار مبتلاست میلِ جہاں نمی کند — رنج حرم نمی کشد فکرِ جناں نمیکند
ایں ہمہ شورشِ جہاں ہست از آں کہ نفس ما — ہر چہ ز دوست میرسد صبر بر آں نمیکند
شکوہ ز غیر نا درست زانکہ بحقِ عاشقاں — آنچہ تو جانِ من کنی دشمنِ جاں نمیکند
عاشقِ خویش را بدہ رہ بہ بزم بے خطر — واقفِ رمزِ عاشقی راز عیاں نمیکند
من ہمہ حیرتم کہ تو خوابِ گراں چہ ساں کنی — کشتۂ چشمِ نیم خواب خوابِ گراں نمیکند

گفتۂ محویٔ حزیں مطربِ خوش نوا بخواں
زاہدِ خشک بنگرم گریہ چہ ساں نمیکند

(۸۰)

گر خواجہ را بہ نعمت و ناز آفریدہ اند — ہم بندہ را بہ عجز و نیاز آفریدہ اند
منشائے فرقِ بندگی و خواجگی بپرس — زانہا کہ ایں نشیب و فراز آفریدہ اند
دل میبرد ز دست و نیاید بدستِ کس — ایں زلف را چہ دستِ دراز آفریدہ اند
گہ میشود گمانِ غضب گہ یقینِ لطف — چشم ترا چہ شعبدہ باز آفریدہ اند
صد کعبہ کردہ اند بنا در حریمِ دل — یک کعبہ گر بملکِ حجاز آفریدہ اند
مشکل دلم کہ کارکناں ایں طلسم را — با صد ہزار حکمت و راز آفریدہ اند
ما را بسانِ شمع دریں بزمِ دیر گاہ — صد بار سر بریدہ و باز آفریدہ اند

پروانه ام که بهر فنا کرده اند خلق | شمعم که بهر سوز و گداز آفریده اند
دل عکس‌کشِ ترانه‌هیهائے عاشقان | این نغمهٔ حزین ز چه ساز آفریده اند

محوی بوصفِ خواجهٔ ما نکته سنج باش
کو را بخلق نکته نواز آفریده اند

(۸۱)

عهد پیریست محبت به کسے باید کرد | برف و باد است تلاشِ قفسے باید کرد
می بَرَد تا درِ مقصود همیں جادهٔ عشق | پرسشِ ره نه در اینجا ز کسے باید کرد
دل اگر مُرد ز بیچارگی و رنجِ فراق | چارهٔ کار ز عیسیٰ نفسے باید کرد
تا بکے بستهٔ زنجیر جفا باید بُود | فکر گردآوری دادرسے باید کرد
هوسِ وصل هوا نیست مگر عاشق را | تا دمِ زیست هوائے هوسے باید کرد
رهزنانِ مرگ بهم بر زده صد قافله را | ناله صد بار برنگِ جرسے باید کرد
پیش از دادنِ دل بر کفِ آں بے پروا | فکر یک لحظه تامّل نفسے باید کرد

محوی بشیوا نوا باز بدامست افتاد
چارهٔ رشته و فکرِ قفسے باید کرد

(۸۲)

جمالِ یار اگر جلوه بے حجاب کند | هزار چهره ز خونابِ دل خضاب کند
رسید عشق بمیدانِ دل گسسته عنان | بگو بصبر که او پائے در رکاب کند
چه حاجت است جهان را بمهر عالمتاب | فروغِ حسن تو تا کارِ آفتاب کند
ز زائرانِ غمِ تست سینه ام آباد | روا مدار کسے این حرم خراب کند

شہید طرفہ ادائے شوخم کہ گاہ غضب — نظر بہ بند د و سر بچید و عتاب کند
بہ ترکِ عشق تو عزمم بساں ندامت — کہ مست مے شود و توبہ از شراب کند

صدا بکن بدر دوست بخطر محوی
چہ لازم است کہ بر ہر گدا عتاب کند

(۸۳)

یاد آں زماں کہ دوست زما سرگراں نبود — پابند آرزوئے دلِ دشمناں نبود
مارا زمانہ یا کہ دلِ شادماں نداد — یا خود دریں زمانہ دلِ شادماں نبود
آں رشکِ گل بسیرِ چمن آمد آں زماں — بہر نثار گل بکفِ باغباں نبود
ما سر بپائے دوست درآں دم نہادہ ایم — زیرِ قدم زمین و بسر آسماں نبود
چوں دور رفتہ رفتہ بہ تشنگاں رسید — دیدند بادہ در خمِ پیرِ مغاں نبود
گر قیس عشق باخت بمکتب شگفت نیست — در عہد او متاعِ محبت گراں نبود

صد حیف محو یا کہ بریدی ز دوستے
نامہرباں نبود اگر مہرباں نبود

(۸۴)

چشمِ کے مشق شاخشانہ نکرد — غمزہ کے کار تازیانہ نکرد
تیغِ ابرو خطِ اماں ننوشت — تیرِ مژگاں خطا نشانہ نکرد
از صبوحی مرا چہ چشمِ نشاط — چوں کفافم مے شبانہ نکرد
کرد چشمِ فسونگرِ ساقی — آنچہ جامِ مے مغانہ نکرد
منکرِ وجد بود واعظِ شہر — مطرب آغاز تا ترانہ نکرد
با زمانہ وفا نباید کرد — چوں وفا با کسے زمانہ نکرد

طول دادم حکایتِ دل را	باورش دوست جز فسانه نکرد

سر بپایش نهادہ ہم محوی

آنکه در عمر خود دوگانه نکرد

(۸۵)

چشمِ بسے کرشمۂ حسن و جمال دید	شکل ترا اگر بجہاں بے مثال دید

خود رفت سوئے منزل جاناں حریم دل	بہر زیارت آمدنش چوں مجال دید

پیر مغاں بیک نظر سر سری بدید	ہر آنچہ شیخ بعد بسے قیل و قال دید

زاہد چه دم زند ز صباح و مسائے عشق	بیچارہ صبح ہجر نه شام وصال دید

چشم خرد بکارگہ صنع ایزدی	ہر صنعتے که دید بحد کمال دید

بر رائے آں حکیم ہزار آفریں که او	کونین را کرشمۂ خواب و خیال دید

یاد آمدم ز ابروئے جاناں چو شام عید	خلقے بہم برآمد و سوئے ہلال دید

محوی ہمیں بس است گرت خواجۂ وزیر بار

با بندگاں نشسته به صفِ نعال دید

(۸۶)

یار را با خویش او دل یار می بایست کرد	بعد ازاں ہم شکوۂ اغیار می بایست کرد

گر دل دیوانه زنجیر محبت می شکست	طوق او از طرۂ طرار می بایست کرد

گر دلم از سرد مہری ہائے تو افسرده بود	چاره اش از گرمی رخسار می بایست کرد

در حق مستانِ چشمت تا نه بکشاید زباں	از نگاہے شیخ را سرشار می بایست کرد

چاره گر بگزر ز ما کو عشق را غم چاره نیست	آنچه چاره نیست زاں انکار می بایست کرد

ابتدای عشق کردی شیخ در پایان عمر　　ابتدای زندگی زین کار می بایست کرد

محویا گر طبع او مشکل پسند افتاده بود
کار را بر خویشتن دشوار می بایست کرد

(۸۷)

با لعل فسون سازت هر کس سخنی دارد　　زلف تو هزاران دل در هر شکنی دارد
گر کوی تو یاد آمد ما را چه عجب ای جان　　هر غمزدهٔ غربت یاد وطنی دارد
آه است که سوی جان بوی زگلی آرد　　داغ است بهار دل رنگ چمنی دارد
تنها نه درین عالم افسانهٔ فرهاد است　　هر کوه یکی افسانه از کوهکنی دارد

بگذر ز ملال او بگذار بحال او
محوی بخیال کس خوش انجمنی دارد

(۸۸)

بکوی دوست که بر تیغ را تشنه بخشند　　فغان کشم که مرا درد بی دوا بخشند
من از نظارهٔ نیرنگ دل نیم فارغ　　بهم نظارت جام جهان نما بخشند
بکس ز پیری خود غم مخور ترا ای خار　　هزار راهروان برهنه پا بخشند
ز حسن دلکش یوسف چو بر کشند نقاب　　متاع صبر زلیخا به رونما بخشند
بغیر نعمت وصل تو نیستم قانع　　دهند نقد دو عالم که کیمیا بخشند
یکی بسوختن آید دگر به ناله ز دل　　مذاق درد به هر یک جدا جدا بخشند
بیا ز صدق که اندر حریم بخشایش　　قضای عمر مستان بیک ادا بخشند
برو که جرم جوانان رند مشرب را　　بسوز سینهٔ پیران پارسا بخشند

کشید عاشق بیچارہ گرد و نالہ چہ باک ہوائے نغمہ بہ مرغان خوشنوا بخشند

بجز خرابی و رندی چہ زاید اے محوی
بہ کشوریکہ ترا منصب قضا بخشند

(۸۹)

بہ ہر کہ خستہ دلان و دلِ صفا بخشند مذاقِ دردِ دلِ درد آشنا بخشند
فضائے میکدہ را ایشاں زحسنِ سلوک جمالِ کعبہ و حسنِ کلیسا بخشند
فسونِ داد و دہش پردہ پوشِ صد عیب است ہزار جرم کریماں بیک عطا بخشند
بہ منعماں کہ تمنا کنند آب حیات شراب ناب زخمخانہ سخا بخشند
بیا بخاک شہیداں کہ این فنا کیشاں برسم نعل بہا حق خوں بہا بخشند
نعیم لذتِ دیدار یا جحیم فراق ازیں دو ہیچ ندانم مرا چہا بخشند
کشید محوی بیچارہ گرد و نالہ چہ باک
ہوائے نغمہ بہ مرغاں خوشنوا بخشند

(۹۰)

عمرے بجوہ و دشت و بیاباں دویدہ اند آں رہرواں کہ تا بمنزل رسیدہ اند
آگندہ است گوش نوا سنجِ عاشقاں از نغمہ کہ زاں لب شیریں شنیدہ اند
آساں گرفتہ اند فراق ایں شکرلباں شاید ہنوز تلخیِ آں ناچشیدہ اند
خاش است از پائے بدامن کشیدگاں پائے کہ شل شدہ است بداماں کشیدہ اند
چوں کار بندگیست چہ مسجد چہ بتکدہ فرقے میان ہر دو ندانم چہ دیدہ اند
آنانکہ بستہ اند نظر از جمالِ غیر بوے عزیز مصر بہ کنعاں شنیدہ اند
نازم بہ پختہ کاری پیرانِ تیز ہوش در جستجوے قبر بہ پشت خمیدہ اند

آہستہ شورِ حشر کہ این خفتگانِ خاک — عمرے تعب کشیدہ و مے آرمیدہ اند

شکن دلِ ہنرورِ محوی کہ این طلسم
صنعت گران بہ صنعتِ خاص آفریدہ اند

(۹۱)

چشمِ تنہا نہ مستِ خواب رسید — عشوہ و غمزہ در رکاب رسید

آنکہ میکرد ہم ز خویش حجاب — دوش در بزم بے حجاب رسید

او بر آمد بہ بام و عالم را — بر لبِ بام آفتاب رسید

روزِ محشر شہیدِ ناز و ادا — سرخرو در صفِ حساب رسید

زندہ شد جانِ عشق در پیری — شیب در صورتِ شباب رسید

در رہِ عشق می توان زاہد — از خطا بر رہِ صواب رسید

آنکہ برداشت بارِ عالم را — ظالم و جاہلش خطاب رسید

منزلِ قیس را بیا رائید
محویِ خانماں خراب رسید

(۹۲)

صوتِ ہزار مژدۂ صبحِ بہار داد — صبحِ بہار نکہتِ انفاسِ یار داد

بیدار شد نہ سبزۂ خوابیدہ در چمن — بلبل ہزار بانگ ز ہر شاخسار داد

راز یکہ گفت بلبل شیدا بگوشِ گل — ہر چار سو برید، صبا انتشار داد

زاں یارِ شوخ چشم چہ داری امیدِ وصل — کو ہر یک نظارہ ہزار انتظار داد

لغزید ہر کجا قدمم دست اودست — دستِ قوی مرا قدمِ استوار داد

شادی و غصہ و راحت و غم، مرگ و زندگی — ہر آنچہ داد دوست بما مستعار داد

محوی دگر ز ساقی ہوش چہ آرزوست
یا تو بمے نشت و مے خوشگوار داد

(۹۳)

چوں نظر پیش تو خوبان خود آرا آیند — اختراں در بر خورشید چہ پیدا آیند
شوق عشاق بدید تو تماشا دارد — خاصہ آں لحظہ کہ حیران تماشا آیند
طالباں را بتو کار است نہ با کعبہ و دیر — ہر کجا می طلبی مضطرب آنجا آیند
جلوہ مفت است اگر بہر تماشا شرط است — کاندریں معرکہ با دیدۂ بینا آیند
گو رہ ہر چند کہ گنجایش عالم دارد — رسم ایں خانہ ہمیں است کہ تنہا آیند

زندگاں عیش چہ دیدند بدنیا محوی
کہ پے عیش دگر بارہ بدنیا آیند

نعت

(۹۴)

مژدۂ مقدم آں جان جہاں آوردند — در تن مردۂ ما روح رواں آوردند
عالم افروز جمالے ز سراپردۂ غیب — بہر نظارۂ صاحب نظراں آوردند
بحر تقدیس بجوش آمد و امواج جلال — در یکدانہ وحدت بکراں آوردند
عجب انیست کہ ایں خاک نشینان عرب — از کجا خواجہ بایں عظمت و شاں آوردند
عالم پیر بایں پیری و عظمت نہ شنید — آں خبرہا کہ ازآں طرفہ جواں آوردند
جمع افسردہ دلاں را بہ نہاں خانۂ عشق — پیر بردند و بیک جام جواں آوردند
شیوۂ قیصر و آئین کیاں برہم زد — آں رہ و رسم کہ ایں ناقہ کشاں آوردند

تاجران جنس گرانمایه بآخر آرند — هم برین قاعده بعد از دگران آوردند

هرچه در روز ازل گنج امانت دادند — این امینان به همان مُهر و نشان آوردند

میکشد محوی ما از مزۀ وصل علی

غالباً نام محمد بزبان آوردند

(۹۵)

لذت وصل تو یاران به بسیار آوردند — خیل حسرت زدگان را بفغان آوردند

صحبت دلکش آشفته دلان طول کشید — قصۀ زلف تو شاید بمیان آوردند

یاد دادند به هجران رخ زیبائے کسے — در شب تار ز خورشید نشان آوردند

هر دو رزان تو امروز زبان از جمال — عقل و دین داده و چشم نگران آوردند

هستی و نیستی ما سفر کوته بود — که ازین راه به بُردند و زان آوردند

عیش هیچ است هم و مرگ مسلط کردند — باده می جستم و این رطل گران آوردند

کاش بالب محوی افسرده نهند

زان مے تند که از پیر مغان آوردند

(۹۶)

گویند که درویش جنید و چه انند — والله که بیچاره نه اینند و نه آنند

وارستۀ چند اند که دیوانۀ عشقند — برگشتۀ چند اند که دلدادۀ بانند

عہ سر مہاراجہ بکمینڈ باشی درویشوں کے بڑے معتقد تھے ایکدن مجھ سے فرمایا کہ انکے متعلق آپکا کیا خیال ہے میں نے اپنی رائے بہ تفصیل عرض کی بہت پسند فرمائی و ارشاد فرمایا کہ اگر اس کو نظم کر دیجئے تو صحبت کی یادگار رہے گی۔

هر سو کشایند نظر بهر تماشا   جز دوست نه بینند که بالغ نظرانند

در پیچ و خم عشق بسودائے وصالش   شوریده سر و باخته دل، سوخته جانند

در راهِ طلب بسته نظر، خسته سراپا   هر لحظه روانند، عجب راهروانند

آں بادشهانند که بے تاج و سریرند   آں نامورانند که بے نام و نشانند

هنگام سماع اند سر افگنده تراز پیر   در وجد سر افراز تراز مرد جوانند

یک فرقه بر آنست که ایں جلوه فروشاں   مکرند و فسونند و فریبند و گمانند

یک خلق بر آنست که ایں عقده کشایاں   دارائے زمینند و خداوند زمانند

از بنده شنو حرف حقیقت که بدانی   کایں سوخته جاناں نه چنینند نه چنانند

از دوست بجز دوست نخواهند که ایشاں   نے طالبِ حورند نه جویائے جنانند

از حکم قضا سر نتوانند که پیچند   محکومِ قوانینِ قدر چوں دگرانند

هر کس که چو شاد است بآئینِ ارادت   دایم ز رهِ مهر بحالش نگرانند

وآنکس که چو صحوی بزند لافِ حقیقت
بر دعوی بیهودهٔ او خنده زنانند

(۹۷)

در رهِ عشق نه از گبر و مسلماں پرسند   همه از چشم تر و سینهٔ سوزاں پرسند

چشم بندند و در جلوه گری بکشایند   رخ بپوشند ز خال و خد جاناں پرسند

درد بر درد فزایند و تحمل جویند   داغ بر داغ دهند و دل شاداں پرسند

رهروانِ حرم دوست بسر گرمی شوق   چارهٔ آبله از خار مغیلاں پرسند

عاشقاں سلسلهٔ حال بگردن دارند   نه سر سلسله جویند نه پایاں پرسند

جستجو شیوۂ ارباب بصیرت باشد — ذرہ ببیند و ز خورشید درخشاں پُرسند
ناقہ درماندہ رہ دور بیابان پرپیش — چارہ کار زیاران حدی خواں پُرسند
عمر آخر شود و حرف بپایاں نرسد
قصۂ شوق گر از محوی حیراں پُرسند

(۹۸)

چو نخل غمت در بر جاں نشیند — خزاں خیزد و از جا بہاراں نشیند
خیالِ تو با صد ہزاراں تجمل — بہ تخت دلم چوں سلیماں نشیند
چہ شبہا نشستم بسیر جمالت — چو زنگی کہ در ماہ حیراں نشیند
جلائے نداد ی صفائے نکردی — چہ عکسش در آئینہ جاں نشیند
بیارائے بزم محبت کہ آں جا — گدائے بہ پہلوئے سلطاں نشیند
برانگیز از پائے آوارہ گردی — کہ بر روئے گردوں گرداں نشیند
مکن از دلم محو نقشِ محبت — نہ ایں نقش بر لوح آساں نشیند
مکش دامن خود ز خونریز عاشق — ز خونش نہ داغے بداماں نشیند
چہ سوزِ دل از چشم گریاں نشانی — نہ ایں آتش از آب باراں نشیند
رسد پلۂ اش تا بچرخ چہارم — اگر با تو عیسیٰ بمیزاں نشیند
منم آں گدائے زباں بستہ محوی
کہ در رہگزار کریماں نشیند

(۹۹)

بہار آمد و خوش آمد و صفا آورد — نسیم بوئے گل آورد و جانفزا آورد

بدستهٔ گل و نسرین و نسترن نازم — که یاد صحبت یاران باصفا آورد

فدائے زلف درازے شوم که پیچ و خمش — بلا بجان جوانان پارسا آورد

اگر نه در تهٔ آں کیف چشم ساقی بود — شراب ایں همه کیفیت از کجا آورد

دلِ شکسته مخور غم ز کار بسته که یار — دلِ کشاده و دستِ گره کشا آورد

حدیثِ شیخ نشد دل نشینِ اهلِ صفا — اگرچه نام تو بیچاره جا بجا آورد

شکست کشتی ما بارها ولے هر بار — بروں ز ورطهٔ هماں یارِ آشنا آورد

بساده لوحی محوی نگر که آں نادان
شکایتے که ز ما داشت هم بما آورد

(۱۰۰)

ساقی به بزم ناز چو گرم خطاب شد — الفاظ جامها شد و معنی شراب شد

جانها بوجد آمد و تنها به اهتزاز — دلها بشوق سوخت جگرها کباب شد

بے لحن بود نغمه و بے صوت بود حرف — ایں طرفه تر که گوش زدِ شیخ و شباب شد

قالوا بلیٰ زدند رموز آگهان عشق — از شورش بلے که بپا در جواب شد

بیدار باش سوئے تو باز است دیدهٔ — کاں یک نفس نخفت نه سرمست خواب شد

منگر بچشمِ کم که همیں ذره هائے خاک — چوں گرد آمدند بهم آفتاب شد

تا پائے دوست محوی مسکیں رسید سر — از سجده سر برآر دعا مستجاب شد

دمید عـ سبزه و بوئے بهار می آید — (بهار آمد و کے آں نگار می آید

عـ احمد یار جنگ مرحوم خانی حضرت امداد علی شاہ صاحب علوی کے مرید تھے۔ شاہ صاحب موصوف کے یادگار مشاعرہ میں مجھے باصرار لے گئے۔ وہاں میں نے یہ غزل پڑھی تھی۔

کجاست یارِ دل آرائے ما کہ بے رخ او — بکارِ ما نہ خزاں نے بہار می آید
ہر آنکہ زد بصفِ عاشقاں و برہم زد — قدم فشار کہ باز آں سوار می آید
چہ مشکل است گرفتن مرا بہ بندِ کرم — ترا کہ صد ہنرِ کارزار می آید
محبت است کہ زہرابِ تلخیِ عیشم — بکامِ من چو شکر خوشگوار می آید
ز ترش و تلخ چہ پرسی بکامِ ما شیراست — ہر آنچہ از لبِ شیرینِ یار می آید
بہ آبِ دیدہ سخن میرود ز عارضِ یار — شگفت نیست اگر آبدار می آید
بجانِ پاکِ شہیدانِ عشق چوں علوی — ہزار رحمتِ پروردگار می آید

عبث ز روزِ شمار است خوفِ محوی را
چو او غریب کجا در شمار می آید

(۱۰۱)

شاہدِ روحِ مجرد از عدم سر بر زد — تا لبِ معجز نمایت دم بریں ہمبر نزد
تشنۂ آبِ جمالت چوں شہیدِ کربلا — داد جاں از تشنگی و خیمہ بر کوثر نزد
کس ز بزمِ روح فرسائے جہاں خوش تر نرفت — از مئے دیرینۂ عشقِ تو تا ساغر نزد
از خمِ ابروئے تو دل تا صفِ مژگاں نرفت — از کمانداراں بجاں تا سپہ بر لشکر نزد
یار چندیں سال قربان داد بر تسلیمِ دل — سکۂ تسکیں مگر بر خاطرِ مضطر نزد
ناخدائے عقل را برد آں چناں گردابِ عشق — دست و پائے ہم دریں دریائے پہناور نزد
دست و پا بیہودہ زد پوشید صوفِ بے صفا — طالبے کو دست در دامانِ پیغمبر نزد

آفریں بر ہمتِ مردانۂ محوی کہ او
بر درِ نخشودہ ساکن شد درِ دیگر نزد

(۱۰۲)

دُردی کشانِ عشق بساغر چه دیده اند | صافی دلانِ آب گذر چه دیده اند
جز شور و شینِ عالم و جز رستخیزِ عشق | شیدائیانِ فتنهٔ محشر چه دیده اند
از وسعتِ لطافتِ آں بحرِ بیکراں | ایں تشنگانِ چشمهٔ کوثر چه دیده اند
یک گوہر است و ایں صدف و دو جہانست پُر | پس فرق درمیانِ و گوہر چه دیده اند
ایں تازه واردانِ بساطِ صنم کده | ناز و کرشمهٔ بت کافر چه دیده اند

محوی بگو که جز دلِ افتادگان چند
خوبان به پیچِ کاکلِ خود سر چه دیده اند

(۱۰۳)

دیده و دل مضطرب باز برائے که شد | ایں به لقائے که رفت وآں بہوائے که شد
چشمِ فسون در فسون دادِ وفائے که داد | زلف گره در گره عقده کشائے که شد
کیست کزاں بعد مرگ زنده جاوید ماند | جز بحجِ عاشقاں رو دوائے که شد
ہست گمانی که من نیز دلے داشتم | ہیچ ندانم که آں نذرِ جفائے که شد
کعبه باین معدلت بهره مساوی نداد | رہزنِ دیں که بود راه نمائے که شد

محوی عزلت نشیں میلِ جمال که داشت
آمد و در میکده مست ادائے که شد

(۱۰۴)

آنانکه در طوافِ درِ خانهٔ تو اند | مشتاقِ دیدِ جلوهٔ جانانهٔ تو اند
پیرانِ پارسا و جوانانِ پاکباز | دل دادگانِ عشوهٔ ترکانهٔ تو اند

سرگشتگانِ خلوت و آوارگانِ عشق — دُردی کشانِ گوشۂ میخانۂ تو اند

ہر سو کہ بنگریم رُخ تست جلوہ گر — تو شمعِ محفلی ہمہ پروانۂ تو اند

فرزانہ تر بزمِ عزیزاں نیافتیم — از عاقلاں کہ والہ و دیوانۂ تو اند

ساغر کشانِ شوق ندانند بیش و کم — چوں سر نہادہ بر خطِ پیمانۂ تو اند

محوی زبان بند ز افسانہائے عشق

یاراں تمام گوش بہ افسانۂ تو اند

(۱۰۵)

نعت

برخ کشید نقابے و در حجاب نشد — سحاب پردۂ تنویرِ آفتاب نشد

کشید بادۂ توحید و در خمار نرفت — نشست در دلِ شبہا و مستِ خواب نشد

نرفت یک قدم از راہ بیگماں برسید — بداں مقام کہ جبرئیل ہمرکاب نشد

نمود بذل بہ احباب مزد و اجر نخواست — کشید جور ز اعدا و در عتاب نشد

نخواند حرف کتابے و در میاں آورد — چنیں کتاب کہ تا ایں دمش جواب نشد

مباش غمزدہ ایدل کہ من نمیدانم — زدند بابِ کریمے و فتحِ باب نشد

بسے گلیست چو رندانِ مست ابر بہار — بحال قطرہ کہ گوہر شد و شراب نشد

برائے دولت دیدار محوئ مسکیں

ہزار بار دُعا کرد و مستجاب نشد

(۱۰۶)

آمد صبا و مژدۂ فضلِ خدا رسید — در باغِ دیں بہار رُخِ مصطفٰے رسید

بس غنچہ ہا بگلشن آزادگی شگفت — بس گلبن فسردہ بہ نشو و نما رسید
آمد طبیب و چارۂ ہر دردمند کرد — آمد کریم و قسمتِ ہر بے نوا رسید
جائیکہ تیر منطق اہلِ خرد نرفت — آنجا خدنگ ناطقہ اش بے خطا رسید
یارب چہ صبر بود کہ جز مرحبا نگفت — در راہِ حق اگرچہ بلا بر بلا رسید
یک رودِ دل نرفت کہ آمد دگر بجائے — یک زخم بہ نشد کہ دگر از قفا رسید
از دردِ تنگدل نشد و شکوۂ نکرد — ہر زخمِ دل ز دوست نگر دل کشا رسید
بنمود سعی و کعبۂ دیں استوار ساخت — احرام بست و تا حرمِ کبریا رسید
مقصود خاکیان شد و مسجودِ قدسیاں — یک مشتِ خاک بیں ز کجا تا کجا رسید

آنجا کہ دیگراں بریاضت نمی رسند
صحوی ز مدحِ خواجہ ہر دو سرا رسید

(۱۰۷)

دماغ آشفتہ، جاں بیتاب، دل دیوانہ خواہد شد
صبا گر پردہ بردارد رُخِ جانانہ خواہد شد

نگاہِ نازِ او گر ایں چنیں مستانہ خواہد شد
سرم آشفتہ خواہد گشت و دل دیوانہ خواہد شد

حدیثِ زہد و تقویٰ دعویٰ صبر و شکیبائی
بیک افسونِ دل آویزِ او افسانہ خواہد شد

بسر دابِ دلِ افسردہ ئے ترسم کہ میدانم
کہ از یک جلوۂ مہرِ تو آنجا . خواہد شد

پئے مہمانِ عشقِ او مکن فکرے کہ این مہمان
بہ ہر منزل کہ خواہد رفت صاحب خانہ خواہد شد

کہ میدانست در روزِ ازل کاین پیکرِ خاکی
روان در روح این جنت نما کاشانہ خواہد شد

طریقِ منزلِ عشقِ تو خواہد کرد طے سالک
اگر زادِ رہِ او ہمتِ مردانہ خواہد شد

بیادِ چشمِ میگونت سرشکِ دیدۂ گریاں
نشد گر قطرۂ می گوہرِ یکدانہ خواہد شد

نخواہد شد جدا از تو دلِ بیچارہ محوی
بہ ہر محفل کہ باشی شمعِ او پروانہ خواہد شد

(۱۰۸)

روزِ ازل کہ قرعۂ فالِ بلا زدند
این قرعہ را بنامِ منِ مبتلا زدند

پیدا نشد کنارۂ دریائے معرفت
بیجا شناورانِ خرد دست و پا زدند

در بزمِ غیر تا نکند سرِّ عشق فاش
مُہرِ سکوت بر لبِ ہر آشنا زدند

از آبِ بادۂ چشمۂ رحمت پدید گشت
سرگشتگانِ عشقِ تو سر ہر کجا زدند

محروم رفت محوی مسکین ز کوئے تو
بیچارہ را نہ بر درِ دولت صلا زدند

(۱۰۹)

کس ز بلا رہا نشد تا بغم آشنا نشد
حیف دلِ ستم زدہ خوگرِ این دوا نشد

کشتهٔ ترک نازنیش خستهٔ بے نیازیش — باهمه دل خراشیش دست کسے باز دعا نشد
طالب حق ملک نخواست و ز پی فلک نخواست — جا بیگه ملک نخواست طالب ما سوا نشد
چشم ز خلق بسته ایم پائے طلب شکسته ایم — هاں بدرے نشسته ایم عمر گذشت وا نشد
با همه جهد و جستجو خانه بخانه کو بکو — کام دل پر آرزو خوب شد ار روا نشد

بنده نه این نه آں کند خلق عبث گماں کند
محوی ما چساں کند کار که از خدا نشد

(۱۱۰)

وصال یار نوازد فراق یار کشد — هم آں نگار دهد جان هم آں نگار کشد
من آں مسافر لب تشنه ام که کید عدو — برد بدجله و لب تشنه بر کنار کشد
مدار چشم مروت ز دور گیتی — چو تو هزار بزاید چو تو هزار کشد

مکن تامل بیجا بکشتن محوی
تو آتش اگر نه کشی دور روزگار کشد

(۱۱۱)

بسیار دید شادی دل شاد ما نشد — ایں شاخ هم بموسم گل گلفشاں نشد
میخواستم که داد دهد آسماں نداد — میخواستم که یار شود مهرباں نشد
نشنید صد فسانهٔ جور و جفا ز خلق — ناداں دلم ز دوست اگر بدگماں نشد
هشیار کے ز غلغلهٔ همرهاں شود — بیدار هر که از جرس کارواں نشد
گفتم بدل که رهن کنم خرقه را بمے — راضی بایں معامله پیر مغاں نشد
محوی ز بارگاه تو چوں می کشید سر — داغ سرش ز سجدهٔ ایں آستاں نشد

(۱۱۲)

بجہاں زہد و تور و شر باشد — گر چہ تو شاہد ے دِگر باشد
رو نماید ز ہر طرف مطلوب — طالب ار صاحب نظر باشد
بہر آزادہ بندگی عار است — بندہ را بندگی ہنر باشد
حیف از نالہ کاں رسا نہ بود — آہ ز آہے کہ بے اثر باشد
خود بگو چوں بسر برد عاشق — شب ہجراں کہ بے سحر باشد
شادمانم از آں گنہ کہ مرا — دامن از آبِ دیدہ تر باشد
عشق باید کہ ہم نہ بندد چشم — حسن شاید کہ جلوہ گر باشد
ایں سیہ کاری مسلمانی — "حذر از کافری بتر باشد"

از غم عشق سر مکش محوی
سر بے عشق دردِ سر باشد

(۱۱۳)

شب دلم جلوہ گہ حسن دل آرائے تو بود — دیدہ حیرت زدہ محو تماشائے تو بود
دل سراسر ہوس بادۂ دیدار تو داشت — چشم لبریز ز سر جوش تمنائے تو بود
صید وحشت شدہ در دام محبت افتد — دل کہ برہم زدۂ زلف چلیپائے تو بود
عقلِ ما بر ہمہ سنبل پیچاں پیچ داشت — مستیٔ ما ہمہ از نرگس شہلائے تو بود
سر سودا زدہ را چوں نہ گرامی دارم — ایں ہماں ست کہ یک عمر بسودائے تو بود
آمد و رفت نفس جنبش دل گردش خوں — تار واں بود بہ تن شور و غوغائے تو بود
زحمت جور رقیباں ہمہ راحت گردید — چوں لقیں گشت کہ آں جور بہ ایمائے تو بود

کعبه از پیش برون رفت و کلیسا ز خیال — سالها سجده گه نقش کف پای تو بود
وانشه چشم من از نشئه جامست همه عمر — کیف چشم تو مگر شامل صهبای تو بود
فرصت شکوه بی مهری اغیار نیافت
محوی خسته که مشغول دعاهای تو بود

(۱۱۴)

حسن زان روز که رخسار تو افروخته بود — باعث گرمی دل یک نفس سوخته بود
نظر لطف نکردی و ندیدی باشد — دهن زخم که تار نظرت دوخته بود
این همه دلکشی و دلبری و دلداری — چشم بد دور ز چشم تو که آموخته بود؟
نافه خون گشت چو زلفت طلبی داد بباد — آنچه در عمر غزال ختن اندوخته بود
به یکی گردش چشم تو همه رفت ز یاد
ورنه محوی چه هنرها که نیاموخته بود

(۱۱۵)

دانی بعشق مرد چه آزار می کشد — از بهر یار منت اغیار می کشد
آثار حزن و ماتم آزادگی عیانست — از هر نوا که مرغ گرفتار می کشد
زین پیش لطف یار سرا میگرفت دست — اکنون چه شد که دست از این کار می کشد
چندانکه التفات تو کم میکنی بناز — دل ساغر وفای تو بسیار می کشد
ز انکار یار رنجه مشو دل حزین مکن — انکار رفته رفته باقرار می کشد
اکنون ز سرگرانی غفلت چه سر کشم — عمری گذشت دوش من این بار می کشد
می آورد حدیث نو از رنگ و بوی دوست — هر گل که سر ز دامن گلزار می کشد

بیچاره آدمی که پے راحت دو روز | صد گونه جور چرخ ستمگار می کشد
یک چوب خشک در خور رامشگری کجاست | نے نغمه ہائے تر ز لب یار می کشد

خواہد که سوز درد برآرد ز ساز دل
محوی که زخمه بر سر ہر تار می کشد

(۱۱۶)

آنانکه تماشائی زلف و رخ یار اند | فارغ ز ہمه کشمکش لیل و نہار اند
آزاده و آسوده چو سرو اند دریں باغ | نے وقف خزانند و نه دربند بہار اند
ہر چند ضعیف اند چو گنجشک بظاہر | لیکن ہمه شیر افگن و شہباز شکار اند
با خشک لبی، خسته دلی، آبله پائی | در راه روی تیز تر از شاه سوار اند
در دایرهٔ عشق روانند چو پرکار | پا از خط ایں دایره بیروں نگزارند
از زلف چلیپائے کسی بسته بزنجیر | وز قامت بالائے کسے بر سر دار اند
بسته نه ره کعبه بر ایشان نه ره دیر | ایں راہروان رہرو ہر راہگزار اند
بنشسته بکنج بکنار اند ز عالم | بگرفته گر جمله جہاں را بکنار اند
بر بسته بپا سلسلهٔ صبر و قناعت | چوں کوه گراں سنگ به تمکین و وقار اند
جز بر قدم دوست نیارند سر عجز | میثاق ازل بسته بر اں عہد و قرار اند
از جنت و گندم چه زنی حرف بمویاں | آنانکه جناں را بجوئے ہم نشمارند
ایں سوخته جاناں پے یاران طریقت | گوئی که ثریا بشب تیره و تار اند
آوازهٔ توحید رسیده است بافلاک | برپا کن آوازه ته سنگ مزار اند
محوی چه سرائی سخن خام که اینجا | یاران ہمه بالغ نظر و پخته عیار اند

کعبه از یاد برون رفت و کلیسا ز خیال — سالها سجده گهِ نقشِ کفِ پائے تو بود
وانشد چشم من از نشهٔ جامت همه عمر — کیف چشم تو مگر شاملِ صهبائے تو بود

فرصتِ شکوهٔ بی مهری اغیار نیافت
محوی خسته که مشغول دعاہائے تو بود

(۱۱۴)

حسن زان روز که رخسار تو افروخته بود — باعثِ گرمیِ دل یک نفس سوخته بود
نظرِ لطف نکردی و نه دیدی وا شد — دهنِ زخم که تار نظرت دوخته بود
این همه دلکشی و دلبری و دلداری — چشمِ بد دور ز چشم تو که آموخته بود؟
نافه خون گشت چو زلفت همه را داد بباد — آنچه در عمر غزالِ ختن اندوخته بود

به یکے گردشِ چشم تو همه رفت ز یاد
ورنه محوی چه هنرها که نیاموخته بود

(۱۱۵)

دانی ز عشق مرد چه آزار می کشد — از بهر یار منتِ اغیار می کشد
آثار حزن و ماتم آزادگی عیانست — از هر نوا که مرغ گرفتار می کشد
زین پیش لطف یار مرا میگرفت دست — اکنون چه شد که دست ازین کار می کشد
چندانکه التفات تو کم میکنی بناز — دل ساغر وفائے تو بسیار می کشد
ز انکار یار رنجه مشو دل حزین مکن — انکار رفته رفته با قرار می کشد
اکنون ز سرگرانی عشقت چه سر کشم — عمرے گذشت و دوشِ من این بار می کشد
می آورد حدیثِ تو از رنگ و بوئے دوست — هر گل که سر ز دامن گلزار می کشد

بیچاره آدمی که پی راحتِ دو روز | صد گونه جورِ چرخِ ستمگار می‌کشد
یک چوبِ خشک در خورِ رامشگری کجاست | نی نغمه‌هائی تر ز لبِ یار می‌کشد

خواهد که سوزِ درد برآرد ز سازِ دل
محوی که زخمه بر سرِ هر تار می‌کشد

(۱۱۶)

آنانکه تماشائی زلف و رخ یار اند | فارغ ز همه کشمکش لیل و نهار اند
آزاده و آسوده چو سرواند درین باغ | نی وقف خزانند و نه دربند بهار اند
هرچند ضعیف اند چو گنجشک بظاهر | لیکن همه شیر افگن و شهباز شکار اند
با خشک لبی، خسته دلی، آبله پائی | در راه روی تیزتر از شاهسوار اند
در دایرهٔ عشق روانند چو پرکار | پا از خط این دایره بیرون نگذارند
از زلف چلیپائی کسی بسته بزنجیر | وز قامت بالائی کسی بر سر دار اند
بسته نه ره کعبه بر ایشان نه رهِ دیر | این راهروان رهرو هر راهگذار اند
بنشسته بکنجی بکنار اند ز عالم | بگرفته مگر جمله جهان را بکنار اند
بر بسته بپا سلسلهٔ صبر و قناعت | چون کوه گران سنگ بتمکین و وقار اند
جز بر قدم دوست نیارند سر عجز | میثاق ازل بسته بران قول و قرار اند
از جنت و گندم چه زنی حرف بمردان | آنانکه جنان را بجوی هم نشمارند
این سوخته جانان پی یاران طریقت | گوئی که ثریا بشب تیره و تار اند
آوازهٔ توحید رسیده است بر افلاک | بر پا کنِ آوازه ته سنگ مزار اند
محوی چه سرائی سخنِ خام که اینجا | یاران همه بالغ نظر و پخته عیار اند

(۱۱۷)

میرود گر زشت بر ما گاه زیبا میرود
بر همین آئین دنیا کار دنیا میرود

برق میخندد بشادی ابر میگرید بغم
میدمد گل در چمن خرمن بیغما میرود

آنکه مشغول تماشاهائے نیرنگ دل است
او کجا از جائے خود بهر تماشا میرود

در بهار زندگی غافل مرو از خویشتن
تا تو می آئی بخود وقت تماشا میرود

وادئ عشق است هم آغوش صحرائے جنون
از همین وادی رهِ آسان بصحرا میرود

میشود چون نشتر جراح تسکین را سبب
در بیابانِ طلب خارے که در پا میرود

میرسم من هم بایں سرگشتگی تا کوئے دوست
قطرهٔ آواره گر آخر بدریا میرود

خیز محوی از شهیدانِ غم همت طلب
ورنه از دستِ تو دامان تولا میرود

(۱۱۸)

نعت

بهارِ باغِ عالم احمد مختار می آید
صدائے خندهٔ گل از در گلزار می آید

منال اے دل که عهد روز هجرانی شود آخر
ببال اے بخت وقت دولت دیدار می آید

نمی دانم که می آید بایں انداز دلداری
که بانگ مرحبا از هر در و دیوار می آید

همه تن گوش باش اے مرغ خواب آلودهٔ غفلت
که مرغ صبح خوانے از در گفتار می آید

پر از الطاف رحمت میشود هر گوشهٔ عالم
ز خاکِ خشک سیر ابر رحمت بار می آید

دمے با خود نشین و قدرتِ حق را تماشا کن
که یار دین حق از زمرهٔ اغیار می آید

دل از کف داده حق میکشد آزارها شاید
براهِ عشقِ حق راحت بهر آزار می آید

نمی ماند بجز مخصوص آئین پرستاری ‌‌ ‌ که راز بندگی در کوچه و بازار می آید
نمی دانم که ساقی در مئے وحدت چه میریزد ‌ که هر باده کش از پیمانهٔ سرشار می آید
نگهدار این دلِ مجروحِ عشق مصطفےٰ محوی
همین مجروح دل روزے ترا در کار می آید

(۱۱۹)

گر مرا شوق کم و صبر فراوان باشد ‌ بر غم هجر توام زیستن آسان باشد
دل افسرده نه تابد بجز از سوز و گداز ‌ شمع بے آتش سوزاں نه فروزاں باشد
بے گل روئے توام هیچ تسلی ندهد ‌ گرچه گلزار پر از سنبل و ریحاں باشد
میل این کار حریفاں سبک سر نکنند ‌ عاشقی شیوهٔ مردان گران جان باشد
دردِ خود ضامن درمانست پس از درمان ‌ تو چه دانی که همین دردِ تو درمان باشد
از نشاطِ حرم کعبه نشیمش ندهند ‌ هر که آزرده دل از خار مغیلاں باشد
خون ما را نتوان از اشک ندامت شستن ‌ داغ این مظلمه تا حشر بداماں باشد
حسن رخسارِ گل و رنگِ وفائے بلبل ‌ خواهم از آنِ تو این باشد و هم آں باشد
دیده خواهم نکند میل تماشائے دگر ‌ هر طرف روے ترا بیند و حیراں باشد
کافر زلف ترا کافر ندانم که چرا ‌ بر درِ کعبهٔ دل سلسله جنباں باشد
آنچه خیزد سخن از دل نه نشیند در دل ‌ فهم این نکته کند هر که سخنداں باشد
... ست خاص عزیزان تشجع و کرم چه ترا ‌ گوشهٔ چشمِ کرم سوئے غریباں باشد
... شاه را از دلِ آسوده رسد باج دعا ‌ باج آید ز کجا ملک چو ویراں باشد

محوی خستہ نخواند غزل تازہ بہ بزم
گر ز قدر سخن از صاحب دیواں باشد

(۱۲۰)

کشتیٔ عیش دگر بارہ رواں خواہد شد ‏ ‏ ‏ گر بہ رنداں کرمِ پیر مغاں خواہد شد
کاسۂ عیش منہ از کف اگر میدانی ‏ ‏ ‏ خاک تو دست زد کاسہ گراں خواہد شد
مایۂ مہر و وفا ایں ہمہ ارزاں مفروش ‏ ‏ ‏ باش یک چند کہ ایں جنس گراں خواہد شد
چشمِ الطافِ تو ما نیز تمنا داریم ‏ ‏ ‏ تا کے ایں عیش نصیبِ دگراں خواہد شد
دل در اندیشہ کہ چوں رنگ محبت ریزد ‏ ‏ ‏ من دریں فکر کہ انجام چہ ساں خواہد شد
گر پے بوسہ مرا اذن عطا خواہی کرد ‏ ‏ ‏ آستانِ حرمت را چہ زیاں خواہد شد
کار سر بستۂ ایں عالم حیرت افزا ‏ ‏ ‏ کس ندانست چہ ساں بود و چہ ساں خواہد شد

محوی پیر ندانم کہ در ایامِ فراق
حالِ غم بہ چہ تاب و چہ تواں خواہد شد

(۱۲۱)

جلوۂ دوست کہ نازاں بدلِ ریش آید ‏ ‏ ‏ پادشاہیست کہ در خانۂ درویش آید
او چو مستانہ در آید بہ تماشا گہِ ناز ‏ ‏ ‏ یکجہاں نعرہ زناں بیخود و بیخویش آید
تیز تر گام زن اے راہروِ منزلِ شوق ‏ ‏ ‏ گر ترا مرحلۂ پائے شکن پیش آید

عہ اس کا مصرعہ طرح ایران کے ایک روزنامہ کی طرف سے آیا تھا اور سب سے بہتر غزل کیلئے انعام میں بعض کتابیں مقرر کی گئی تھیں۔ میاں نے یہ غزل نیاز محمد خاں متعلم جامعہ عثمانیہ کے نام سے بھیجی جو اس زمانہ میں میرے یہاں رہتے تھے، بجملہ بائیس غزلوں کے اول انعام اسی غزل کو ملا۔

دردمنداں چو بیمران حقیقت سنجند ‌ ‌ ‌ ذرهٔ درد تو از کون و مکاں بیش آید

عشق می‌ورزم و دانم که بیرون ز حساب ‌ ‌ ‌ مایهٔ بخشش هر ملت و هر کیش آید

چه کنم شکوهٔ جورِ تو که در عالمِ حسن ‌ ‌ ‌ گل نه بی خار بود نوش نه بی نیش آید

از میاں خیز غمِ غیر که تیرِ نگهش ‌ ‌ ‌ باز خواهد به مداوای دلِ ریش آید

مرهمِ زخمِ دلِ پادشهاں میگردد ‌ ‌ ‌ هر دعائیکه ز درویشِ ز دل ریش آید

خرقهٔ زور نزیبد به تنِ اهلِ صفا ‌ ‌ ‌ راست ایں جامه نه بر قامتِ درویش آید

از جفا کاری اعدای ستم پیشه مرا ‌ ‌ ‌ یادِ دلجوئی یاران صفاکیش آید

آنچناں باش دریں بزم که از صحبتِ تو ‌ ‌ ‌ مرد هر چند که بیگانه رود خویش آید

چه کنم شکوهٔ کس زانکه یقینم ایں است ‌ ‌ ‌ هر چه پیش آیدم از دستِ دلِ خویش آید

محوی عاقبت اندیش پیِ عشق چراست

ایں نه کاریست که از عاقبت اندیش آید

(۱۲۲)

به شب که دوست بسمعِ ترانه مایل بود ‌ ‌ ‌ بلند سازِ محبت ز پردهٔ دل بود

هر آں سوال که میکرد عقل حل می‌شد ‌ ‌ ‌ بیک کرشمه که حلال صد مسائل بود

بجو استم که به بندم نظر ز دوست ولی ‌ ‌ ‌ به هر طرف که نظر رفت او مقابل بود

هزار نغمهٔ خوش میکشید مرغِ دلم ‌ ‌ ‌ مگر ز پنجهٔ شاهینِ عشق غافل بود

به فیضِ وصلِ تو نازم که از میان برخاست ‌ ‌ ‌ حجابِ تن که همان در میانه حایل بود

رسیده اند باوجِ شرف ز بذل و عطا ‌ ‌ ‌ کشادِ کارِ کریماں ز دستِ سایل بود

بسی حکایتِ عنقا و کیمیا کردند ‌ ‌ ‌ مراد شاید ازاں مردمانِ کامل بود

دمیکہ حکم نمودند بہر طوفِ حرم / بہ کعبہ رفت اشارت عبارت از دل بود

سوادِ منزلِ آوارگانِ زلف مپرس / بہ ہر کجا کہ رسیدند شام منزل بود

دریں جہانِ فنا محویا بقول لبید عہ

سوائے نام خدا ہر چہ بود باطل بود

(۱۲۳)

از دلِ سنگین لیلیٰ کعبۂ جاں ساختند / وز غبارِ خاطرِ مجنوں بیاباں ساختند

قالبِ تن ساختند و جوہرِ جاں ساختند / عرض و جوہر را بہم کردند انساں ساختند

چشم را کردند فتاں فتنہ ہا انگیختند / زلف را دادند خم و دلہا پریشاں ساختند

دوزخِ اہلِ وفا کردند ایامِ فراق / جنتِ اہلِ محبت وصلِ جاناں ساختند

مردمانِ تنگ دل از کثرتِ حرص و ہوا / عالمِ آزادہ را بر خویش زنداں ساختند

ہم ز رخ روشن پرستیدند و ہم زلفِ سیاہ / عارفانِ پاکدل با کفر و ایماں ساختند

از فسونِ زندگی کردند اول ہوشیار / زندگی را بعد ازاں خوابِ پریشاں ساختند

در دلِ تاریکِ خود کردند جائے دیگراں / کعبہ را ناحق پرستاں کافرستاں ساختند

دردمندانِ محبت با ہمہ بیچارگی / درد را کے شاکر و ممنونِ درماں ساختند

از طفیلِ صاحبِ دیواں کہ دایم شاد باد

ہمچو محوی خام گویاں نیز دیواں ساختند

عہ لبید۔ زمانہ جاہلیت کا مشہور شاعر ہے ایک قصیدہ میں کہتا ہے:

الا کل شئی ماسوا اللہ باطل — و کل نعیم لا محالتہ زایل

حضرت رسول کریم نے یہ شعر پڑھا اور پسند فرمایا ہے۔

(۱۲۴)

روشن دلی کہ صفحۂ جان را اجلا کند | باید کہ پیش ما سبقی ابتدا کند
ہر کس کہ فکر جان و دل مبتلا کند | باید ز کار عشق و جنوں ابتدا کند
بر دوست ہر چہ ہست بعالم کند فدا | بر خویش ہر چہ ہست روا نا روا کند
بہر سکون عاشقِ مسکیں ہمیں بس است | گر دوست سوئے او نگۂ آشنا کند
بیند ز ہفت پردۂ افلاک جلوہ ہا | چشمے کہ خاک پائے ترا توتیا کند
چیں بر جبیں مشو ز فغان شکستہ دل | آئینہ در شکست ندانی صدا کند
حکمت نگر کہ لعل لبش میکند فرو | ہر فتنۂ کہ چشم سیاہش بپا کند
خو لبت عشق گر نکشد عشق تا ہوس | زیباست حسن حسن بہ گر خود نما کند
تیغِ رضا بریدہ زبانِ طلب بعشق | کس بیزباں چہ سان طلب مدعا کند
با نالہ رو کہ زود شود طے رہ فراق | چوں ناقۂ کہ گرم روی از حدی کند
دل از وفور شوق تمنا کند کہ دوست | نا بستہ عہد ہائے وفا ہم وفا کند
تا کے کشد مصائب تن جانِ ناتواں | بیچارہ دل تحمل غم تا کجا کند
عیشِ جہاں شمار نشاط حیات داں | در ہر بلا کہ دوست ترا مبتلا کند
دارد طرازِ دل کشی و خلعت قبول | کاریکہ مرد بہر خدا بے ریا کند

محوی بایں امید بہ راہش نشستہ ایم
شاید چو دیگراں نظرے ہم بما کند

(۱۲۵)

به نگر در رخت اے مهر فروزاں نرسد۔ از رسالۂ "ارمغان ایران"

حال ما خسته دلاں تا بر جاناں نرسد
حال ما به نشود درد به درماں نرسد

شاخ از نخل نیاید نه گل از شاخ برد
آب و رنگ رخ او تا بگلستاں نرسد

در بر هستیِ او هستیِ ما را چه فروغ
کرم شب تاب بخورشید درخشاں نرسد

عشق دردے که مسیحا نشود چاره گرش
حسن رازے که بآں حکمت یوناں نرسد

عشق می ورز که از همت ایں کار رسی
بمقامیکه بآں وهم حکیماں نرسد

بر رخ تو نکشاید در دولت عشق
کاکل دوست اگر سلسله جنباں نرسد

باعث راحت خاطر نشود تنها زلف
هیچ تسکیں ز پریشاں به پریشاں نرسد

هدهد شوق لقا گر نه کشاید پر و بال
تخت بلقیس بدرگاه سلیماں نرسد

گوشۂ چشم تو ما نیز تمنا داریم
حیف باشد اگر ایں جام به مستاں نرسد

کلفت عاشق بیچاره در ایام فراق
داستانیست که تا مرگ بپایاں نرسد

دل سپردیم به یک سنگ دل از ساده دلی
چشم داریم که ایں شیشه بسنداں نرسد

عشرت صبح وطن در نظر اهل جنوں
به سراسیمگیِ شام غریباں نرسد

قسمت اهل جهانست غم از روز ازل
نیست طفلی که دریں غمکده گریاں نرسد

نیست آں مرد که مردانه نباشد کارش
نیست انساں که از او خیر به انساں نرسد

رحمت طاعت صد سالۂ ما سرد دلا
به یکے آهِ دلِ سوخته جاناں نرسد

محوئیِ غمزده حاشا نکند فکر سخن
همتے از تو گرائے یار سخنداں نرسد

آزار از جراحت بیگانگاں رسد ہم منہ کہ زخم دل از آشنا رسید - نظیری

آمد بہار و نکہت گل با صبا رسید بگذشت شام غم سحر جاں فزا رسید

از غنچہ کہ دم بہ ہوائے بہار زد در مغز جاں شمیم دم آشنا رسید

شاخ برہنہ را ز خداوند نوبہار از برگ و غنچہ ہم کلہ و ہم قبا رسید

آوردہ است باز صبا خاک کوی دوست اے چشم شوق مژدہ ترا توتیا رسید

دل گفت خود فسانۂ غم خود بدرد سوخت آتش بہ نیستان زنے بوریا رسید

درمان بیقراری دل ترک عشق نیست کردیم ایں علاج و بما دردہا رسید

انساں گذاشت بلبل و پروانہ برگرفت پستی نگر کہ عشق بایں انتہا رسید

ایں بحر خوں کہ میچکد از ناودان چشم در حیرتم کہ در دل تنگ از کجا رسید

دارد ہوائے مسند جم بوریا نشیں زیں غصہ صد شکن برخ بوریا رسید

منصور را شماتت صد دشمناں نداد دردیکہ از ملامت یک آشنا رسید

بے پیروی پیش رواں عمر طے نشد ما را بہ ہر قدم مدد از نقش پا رسید

روز حساب خلق بہ حشر دگر فتاد گر نوبت شمار خطا ہائے ما رسید

سرمایہ بخشش ناز تو آمد نیاز ما ایں شاہ را متاع شہی از گدا رسید

نامت بلند باد کہ از دست فیض تو
تائید ہا بہ محوی بے دست و پا رسید

(۱۲۷)

شیخ ہم از در تو جامہ دراں می آید عقل و دیں باختہ مجنوں دگراں می آید

در تب سوز درونست دم سرد نسیم ایں ہوائیست کہ از کوچۂ جاں می آید

دل شکسته ندانم که تواند بستن؟ — این نه کاریست که از شیشه گران می‌آید
باغبان ناز مکن بر گل خندان امروز — در پس فصل بهاران نه خزان می‌آید؟
جهد فرض است پے عاشق دید از طلب — راست این کار نه تنها ز فغان می‌آید
زیستن همچو جوان هر دمے بسے دشوار است — چیست مردن که ز هر پیر و جوان می‌آید
شکوهٔ روز بد از دور زمان میکردم — گفت خاموش که هم بدتر از آن می‌آید
اندرین نامه ندانم که چه سان شرح دهم — طول شوقیکه نه در عرض بیان می‌آید
حرف دل چشم سخنگوے تو میگوید باز — چشم بد دور که زو کار زبان می‌آید
میرسد گاه ز گوش شنوا دولت عشق — پیش زان نوبت چشم نگران می‌آید
خدمت اهل وفا این همه ارزان مفروش — باز در دست نه این جنس گران می‌آید
هر زیانست پے اهل خرد مایهٔ سود — فکر ما این که ز هر سود زیان می‌آید

محوی خسته ندارد سر و سامان غزل
از کجا باز چنین شعر روان می‌آید

(۱۲۸)

از نور رخش بسکه شبنم فیض اثر بود — از اول شب چشم براهم سحر بود ـ صیدی طهرانی
از پا نه خبر بود نه اندیشهٔ سر بود — تا روے دل آویز تو ما را به نظر بود
در عشق ندانیم چه صدق است چه کذب است — هر وعدهٔ تو چارهٔ گر درد جگر بود
هر چند که تیر نظرت کارگر افتاد — این صید مگر منتظر تیر دگر بود

دانی که شب منتظراں چوں بسر آمد — دل بود سراسیمه نظر جانب در بود

بے جرم بجوشید سرِ چشمهٔ رحمت — آب رخ رحمت نگر از دیدهٔ تر بود

از بادہ مزن حرف که ماست الستیم — از دُرد تهٔ جامم که در کاسهٔ سر بود

گر دل ز سرِ درد ازل حشر بپا داشت — عالم ز تجلائے قدم زیر و زبر بود

چشمے نه کشادی و نوائے نشنیدی — ق — چشم تو اگر کور بُد و گوش تو کر بود

صد حیف که ما بے بصراں را ننمودند — آں جلوه که مخصوص به ارباب نظر بود

کردند علاج سرِ شوریدهٔ ما را — ز افسردگیٔ دل که بسے زود اثر بود

بر بست هوس چشمِ حق آگاه وگرنه — بر ذرهٔ خاکِ در او شوشهٔ زر بود

محوی بغلط بود که میحیت ز تقوے
آں کار که موقوف بیک آه سحر بود

(۱۲۹)

خیال زلف تو بازم بدست سودا داد — چو سیل سلسله بر پایم بصحرا داد — کلیم همدانی

دل شکسته عطا کرد و جاں شیدا داد — هر آنچه دوست بما داد خوب و زیبا داد

شهیدِ شیوهٔ آں ترک پر فنم که مرا — ز دوستاں بگرفت و بدست اعدا داد

فدائے نصفت آں مفتیٔ بلند نظر — که بهر قتل منِ داد خواه فتوے داد

نشد اسیر هوا و هوس دلِ پاکاں — چو یوسفے که نه تن در برِ زلیخا داد

نداد سوز و گدازی بسینه‌ات عجب است — کسے که آتش سوزاں بسنگ خارا داد

بجائے آنکه کند تیره، خیرگی آرد — فروغ حسن تو قوت بچشم بینا داد

جمال او نگر و هم حدیث او بشنو
کسی که گوش نوا سنج و چشم بینا داد

چه سرکشی ز اطاعت که دوست و رخصت
طراز بندگی خویشتن بسیما داد

ز دهر عزت و ثروت مجو بنادانی
زمانه این همه دولت کنون به دانا داد

سبک گذشت بر آن هر دو عاقبت اندیش
که هرچه یافت ز دنیا به اهل دنیا داد

دل فسردهٔ محوی ز دیدهٔ خونبار
اگرچه قطره طلب کرده بود دریا داد

(۱۳۰)

مراد دل نه از افسون نه از افسانه می آید
گشاد کارها از همت مردانه می آید

گرفتار غم روزی نمی گردد دل پاکان
همای بی نیازی کی بدام از دانه می آید

نه تنها کعبه می نازد به آه سوخته جانان
که بوی سوزش دل هم ز آتشخانه می آید

نه هر کس می تواند باختن عشق رخ لیلی
نه کار مشکل مجنون ز هر دیوانه می آید

دمی یاد آر با یوسف خطاهای زلیخا را
که تا بینی چها از شوق بیتابانه می آید

دل بشکسته هردم یاد یار دلنشین آرد
ز هر ویرانه منزل یاد صاحبخانه می آید

دل و جانست روشن از فروغ پرتو حسنش
که این آتش ز رخ اندرین کاشانه می آید

نگه شانه کش زلف پریشان است پندارم
ز مژگانهای چشم شوق کار شانه می آید

اگر آزاده خواهی زیستن دیوانه شو عاقل
که در عالم بلاها بر سر فرزانه می آید

بنزدیک گردش چشمش چنین وضع جهان هم
که سوی شمع بلبل سوی گل پروانه می آید

نه جا بر داشت پیر جام تنها خورد می را
برندان این روایت از لب پیمانه می آید

ز یک نیکی هزاران تخم نیکی می شود پیدا
نمی بینی که از یکدانه چندین دانه می آید

نشاطِ صحبتِ عهدِ ازل کیفے عجب دارد   نه آں در کاسه میگنجد نه در پیمانه می آید
که می آید بجاکِ خستگانِ وادئ غربت ؟   بجز ابرے که در گریه مستانه می آید
مذاقِ آشنائی بخش یا خود آشنا گرداں   اگر رحمے ترا بر حالِ ایں بیگانه می آید
نمیدانم چه تاثیر است در بزمِ وفا نوش   که هر صاحب وفا زانجا وفا بیگانه می آید
نه هر طبعِ رواں قادر بود بر شعرِ تر گفتن   نه از هر یک صدف بیرون دُرِ یکدانه می آید

چو در بزمِ محبت گوشِ دل واشود محوی
حنینِ شوق هم از اُستنِ حنانه می آید

(۱۳۱)

عشق سرمایهٔ صد تاب و تواں میگردد   ایں دوئیست که زاں پیر جواں میگردد
بے نیازی سببِ تاب و تواں میگردد   حرص چوں پیر شود مرد جواں میگردد
مضطرب بودم و دی گردِ جهاں می گشتم   ساکنم گردِ من امروز جهاں میگردد
بر لبِ من بزن انگشت که زیں سازِ طرب   هر نوائے که کشم آه و فغاں میگردد
چند پوشی رخِ زیبا و ندانی که رخت   مایهٔ راحتِ صاحب نظراں میگردد
کے تواں خواند ترا آفتِ جاں، زانکه ز تو   هر بلائے که رسد راحتِ جاں میگردد
کیستم من که کنم میلِ تماشائے رخت   چشمِ شوق است که سویت نگراں میگردد
عشق افتاد چو در پنجهٔ بیدادِ هوس   همچو گوهر بکفِ بد گهراں میگردد
مایهٔ مهر و وفا ایں همه ارزاں مفروش   صبر کن صبر که ایں جنس گراں میگردد
کارِ حسن است که موسیٰ به همه عزم و جلال   بهرِ یک دخترِ دوشیزه شباں میگردد
می دود مرد به هر جا که برد دستِ قضا   می دود رخش به هر سو که عناں میگردد

می شود تازه غم کهنه ز هر لطمهٔ دهر | سبق از سیلی استاد رواں میگردد
عمر بگذشت که ما چشم تماشا بستیم | از بهاریکه مبدل بخزاں میگردد
همت از دست مده ور ره دشوار طلب | سنگ از قوت پا ریگ رواں میگردد
ایکه بر قامت چوں تیر بسے ناز کنی | باش یک چند که ایں تیر کماں میگردد
نی عشق است ادبگاه محبت که دراں | مرد نا قاعده داں قاعده داں میگردد
نا توانی بدر میکده یاوره کنی | چه بلاها که ز یک رطل گراں میگردد
[illegible] نگار سر راه دو جهاں | چشمهٔ آب که از چشم رواں میگردد
کاسهٔ عیش منه از کف اگر میدانی | خاک تو دست زر و کاسه گراں میگردد

زود باش اے دل محوی به تمنائے وصال
ورنه ایں نقد نصیب دگراں میگردد

(۱۳۲)

"ایں جامه را بسوزن مژگاں رفو کنند"

چوں اہل دل فشردهٔ دل در سبو کنند | افسردگان میکده را سرخرو کنند
لیتو باب بجبهه بتخانه رو کنند | یعنی تلاش یوسف خود کو بکو کنند
خوباں زنند حرف ز چشمان عاشقاں | آه و فغاں بسان جرس بے گلو کنند
چاک جگر براه وفا گر خلد چو خار | خارے ز پا کشند و جگر را رفو کنند
دل را بزلف داده بپرسند از جبیں | گم کرده اند شام سحر جستجو کنند
عشق است آبروئے حریفاں سرفروش | صد بار جاں فدائے سبب آبرو کنند

صد رنج می کشند و هزار اهل جور — بر اعتقاد اینکه نکویان نکو کنند
هر فتنه که چشم سیاهش کند بپا — حکمت نگر که سرخ لباسش فرو کنند
ای نابلد ز عشق چه می جوئی امتیاز — آنجا که پادشاه و گدا را کفو کنند
از گریه ام مرنج که باشد شگفته تر — بزمیکه ساقیان لب آبجو کنند
صد لقمه های تلخ و گلوگیر غصه را — دریا دلان بآب مروت فرو کنند
گر رنگ و بوی گل نبود جز فریب چشم — مارا چرا فریفتهٔ رنگ و بو کنند
بی آرزو اگر نتوان زیست در جهان — خوش آنکه آرزو دل بی آرزو کنند
وارسته از قیود و رسم اند عاشقان — بروی زنند خنده بدنیا تفو کنند
عشق است عشق شاه بود زر و گر گدا — می هست می به شیشه و گر در سبو کنند

محوی حدیث شوق تو ماند بآن نماز
بهر نمایش اهل ریا بی وضو کنند

(۱۲۲)

آسوده یک نفس نظر از جستجو نبود — هر آنچه میگذشت ز چشم جز او نبود
میداشت دوست بوی وفا رنگ دوستی — یک گل بباغ دهر بایں رنگ و بو نبود
یاد آن زمان که داشت فلک چشم التفات — یعنی زمانه کینه کش و تند خو نبود
آنکس که داد درد نهان چشم خونچکان — دل گفت یار بود خرد گفت او نبود
کاری نکرد سوزن تدبیر چاره گر — دل بود پاره پاره و جائی رفو نبود
در عشق سرخروی مرو از شهادت است — آن کیست کو شهید شد و سرخرو نبود
ساقی تمام میکده را از چه کرد مست — در خم شراب بیشتر از یک سبو نبود

تا بود ناخدائے قناعت بکارِ دل　　چوں کشتی شکستہ رواں چار سو نبود
میخواستم مرا دل بے آرزو دہند　　کے بود کے کہ در دلم ایں آرزو نبود

محوی گزشت حال دلش ناشنیدہ ماند
بیچارہ را دماغ و دل گفتگو نبود

(۱۳۴)

آنکہ منع تن مخمور ز صہبا میکرد　　لب میگون ترا کاش تماشا میکرد۔ مطلع
حسن از روز ازل جلوہ تمنا میکرد　　خود نہاں بود مگر عشق تقاضا میکرد
زلف می بست بزنجیر و بہ مقتل می برد　　چشم میگشت مرا یار تماشا میکرد
قطرۂ خون بہ تن عاشق بیچارہ نماند　　چشم میریخت جگر ہر چہ مہیا میکرد
چوں دل مردۂ ما زندہ نکردی اے جان　　گر لب لعل تو اعجاز مسیحا میکرد
با کسے عشق نکردی و نخوردی غم ہجر　　تو چہ دانی کہ چہا ہجر تو با ما میکرد
بود کم حوصلہ و تنگ دل ایں چشم پر آب　　ورنہ صحرائے جنوں را ہمہ دریا میکرد
یارب آں صحبت یاران دل آرائے کجاست　　کہ تلافی ز دل آزاری اعدا میکرد
فصل گل آمد و چوں باد بہاراں بگزشت　　باغباں تا در گلشن پئے ماوا میکرد
گر ندادند مرا جام بمیخانہ چہ پاک　　چشم ساقی اثر ساغر صہبا میکرد
جان صافی صفت عالم بالا بہ بست　　جسم خاکی ہوس راحت دنیا میکرد
اندریں کشمکش خیر و شر انسان ضعیف　　زیں دو سرہنگ تو می شورش و غوغا میکرد
گاہ در صومعہ بست سکون دل و جان　　گاہ در میکدہ شغل مے و مینا میکرد

گاہ می برد سرِ عجز بہ محراب نماز
گہ پرستاریٔ اصنام کلیسا میکرد

گاہ در رہگذرِ عشق و جنوں مجنوں وار
انتظارِ گزرِ محملِ لیلیٰ میکرد

طرفہ تر اینکہ تماشاگرِ عالم از دور
ایں تماشا کہ خود آورد تماشا میکرد

رفتہ بودم ز رہِ عشقِ حقیقی محوی
رہبری گر نہ مرا دیدۂ بینا میکرد

(۱۳۵)

"یاد آمد مرا زمانۂ شاد"

سرخوشم از مئے مغانۂ شاد
میکشم و میدمم ترانۂ شاد

مطربِ آرزدہ، سازِ بے آہنگ
نغمۂ غمناک بے چغانۂ شاد

مطربِ غمزدہ بخوان غزلے
از غزلہائے عاشقانۂ شاد

تا ز چشمِ جہاں رواں بینی
سیلِ خوں از رسمِ یگانۂ شاد

طوطیٔ نطق را بجاں پرورد
قندِ شاداںؑ، و آبِ دانۂ شاد

یاد میداد عہدِ برمکیاں
اندکے اندکے زمانۂ شاد

اکبری بود عہدِ عثمانی
از رہ و رسمِ خانخانۂ شاد

بود مشاطۂ عروسِ سخن
کاکلِ نظم بود و شانۂ شاد

قدردانِ سخن بمرد و سخن
میزند سر بر آستانۂ شاد

نہ پئے شاد گریۂ سخن است
گریہ بر خود کند بہانۂ شاد

عہ شاداں مہاراجہ چندو لال کا تخلص ہے جو سر مہاراجہ کے اجداد میں ہیں اور جو علم و ہنر کے بڑے سرپرست تھے۔

چوں پئے عہدِ خلافت مرد میداں خواستند — جز دلِ نادانِ ما کس مردِ ایں میداں نبود
یاد داری اے فلک عہدے کہ ذکرِ خیرِ او — باعثِ تسکینِ دل در اضطرابِ جاں نبود

محویؔ بیچارہ ہم در ہجرِ او دلریش داشت
گرچہ او از زمرۂ دلریش و درویشاں نبود

(۱۳۸)

"بوئے یارِ من ازیں سست وفا می آید" ۔ نظیری

از گلِ تازہ کہ در سرخ قبا می آید — یادِ آں چست قبا سست وفا می آید
دل نہاں خانۂ عشق است نہ بتخانۂ حرص — میرود غیر کہ خود خانہ خدا می آید
چشمم نیست مرا حوصلۂ صبر و سکوں — نہ ترا رسم و رہِ مہر و وفا می آید
صبح پیری است عیاں شام جوانی بگزشت — دست بردار کہ ہنگام دعا می آید
ناوکِ تفرقہ اندازِ تو نازم کہ ازاں — سر جدا، پائے جدا، دست جدا می آید
نادر و لعلِ بدخشاں و نہ سیبِ کشمیر — بہ نظر نیکے کہ برویت ز حیا می آید
عیب در خرقۂ زاہد نتواں یافت جز ایں — کہ ازایں جامہ گہے بوئے ریا می آید
جز تہی سر نزند کس بجہاں لافِ خودی — کاسہ چوں گشت تہی پر ز صدا می آید

چارۂ نیست پے دردِ محبت محویؔ
ورنہ اینجا پے ہر درد دوا می آید

(۱۳۹)

صبح کہ ترک مست من شیشہ کشا دمیدہد ۔ فیضی حسن سنجری

ماہِ شبِ چہاردہ روئے تو یاد میدہد — ہوش و حواس می برد عقل بباد میدہد

در رہِ دشتِ بیخودی عشق کشادہ داد
عقل گریزپای را رخصتِ باد میدہد

پیرِ مغاں بامداد جام مئے کہ خواستیم
ورنہ مرید خویش را پیر مراد میدہد

تا در دوست چوں رسد زانکہ غریب عشق را
شوق نہ راہ پیبرد صبر نہ زاد میدہد

از در دوست بے سبب رزق مکن ز حق طلب
قسمتِ تو دہم ازل ہرچہ نہاد میدہد

زحمتِ دردِ عاشقی راحتِ قلبِ عاشقانست
سینۂ تنگ عشق را زخم کشاد میدہد

پردہ ز رخ کشودنش دل بربود دادنش
ظلم کجا و جور کو دادِ وِداد میدہد

نخلِ امید را بدہ آب ز خونِ نابِ دل
شاخِ مُراد بعد ازاں میوہ مراد میدہد

در ہمہ کارِ ایں جہاں نیست خیر کن کہ آں
ہر گلِ معاش را رنگِ معاد میدہد

دادِ سخن بکن طلب محوئ بےنوا ز کس
بہرِ سخن سرا بس است داد کہ شاد میدہد

(۱۴۰)

دلبراں گر دلِ غمدیدہ ما شاد کنند
اے بسا خانہ ویرانہ کہ آباد کنند

مردم از یارِ سفر کردہ اگر یاد کنند
روز و شب ہمچو جرس نالہ و فریاد کنند

دل چو شد مستعدِ ناز کشیدن بیجانست
دلبراں لطف نمایند کہ بیداد کنند

عشق نگذاشت بہ پیرانہ سری ہم ما را
بندہ را ورنہ بہ پیری ہمہ آزاد کنند

نالۂ اہلِ خرد بہر جہاں زیبا نیست
ایں متاعے نہ چنیں است کہ برباد کنند

قدِ شمشاد ازاں شد کہ بگلزار خیال
نسبتِ قامتِ دلدار بہ شمشاد کنند

بہر فرہاد ز جاں سیر نوید وصل است
خبرِ مُردنِ شیریں کہ بفرہاد کنند

تا حدِ دو حرمِ عشق و محبت نرسند
گر دل و دیدہ نہ باہم دگر امداد کنند

در حق خویش بود یا بحق خلق خدا — هر دعائیکه عزیزان بحق شاد کنند

چشم از اهل دل آنست که هنگام سحر
محویؔ غمزده را هم بدعا یاد کنند

(۱۴۱)

کارم ز دور چرخ بسامان نمی رسد - صائبؔ حافظ

مردان عشق را سر و سامان نمی رسد — تا جان و تن بحضرت جانان نمی رسد
با زلف ساز تا برخ آشنا رسی — نا آشنائے کفر به ایمان نمی رسد
دل برده است و ز پے جانست دیگرش — شادم که لطف دوست بپایان نمی رسد
نازاست ناز او که برونست از حساب — درد است درد ما که بدرمان نمی رسد
چشم فراق دیده یعقوب بے ضیاست — تا مژدهٔ ز مصر به کنعان نمی رسد
پائے نگار اہل جنوں بیہ نمی شود — تا مرہمے ز خار مغیلان نمی رسد
لاف و گزاف مرد خرد میرسد بگوش — تا شہسوار عشق بمیدان نمی رسد
ما سر بآب خنجر قاتل نمی دہیم — تا ہمتے ز خاک شہیدان نمی رسد
گر یار قاتل است دریں قتل گاہ عام — مارا حق سلامتی جاں نمی رسد
گسترده اند مائده عشق چارسو — افسرده میزبان است که مهماں نمی رسد
با طالع سکندر و با رہبری خضر — یک تشنہ لب بچشمہ حیواں نمی رسد
افشانده ایم تخم امل در زمین شور — یکدانہ زیں ہزار بہ دہقاں نمی رسد
در راہ کعبہ کفر بہ ہر گام رہزنست — یک مرد تا بہ کعبہ مسلماں نمی رسد
مگزار پا بدشت ضلالت کہ اندر آں — انساں بدستگیری انساں نمی رسد

حکم قضا به حرز و دعا رد نمی شود　　　این تیر رفته باز بقربان می رسد

محوی خموش باش که این داستان عشق
بر سان وصف خوابه بپایان نمی رسد

(۱۴۲)

ریخته میخواستم لیکن طلاق افتاده بود - حافظ به تبدیل قافیه

دوش دل از فرط غم در پیچ و تاب افتاده بود　　　باز یادش صحبت عهد شباب افتاده بود
در هوای همدمان چشم محبت می پرید　　　دل ز هجر دوستان در اضطراب افتاده بود
بر دل آن یک مهر حسن خوبان می دمید　　　در کنار ظلمت شب آفتاب افتاده بود
گه بیاد خنده پر شور یک شیرین بیان　　　زهر اشک شور در جام شراب افتاده بود
گه بذکر کج ادائیهای شوخ دلربا　　　راست بر جان حزینم پر شباب افتاده بود
گه پی نظاره یک شاهد دیر آشنا　　　بر دل کوه سکون برق شتاب افتاده بود
عشرت عهد جوانی را چه پرسی کاندران　　　از رخ عیشش بهر طرف نقاب افتاده بود
تا نظر می کرد جولان بود حسن افریب　　　حسن عالمگیر گوئی بی حجاب افتاده بود
داشت هر ماهرویان شیوه جان پروری　　　داغ عشق شعله خویان سینه تاب افتاده بود
در سیه مستی به هر تشویش میخندید لب　　　زعفران در باده گوئی بگلاب افتاده بود
خون گرم نوجوانی در رگ و پی میدوید　　　پیش زال این خیمه بی چوب طناب افتاده بود
آرزو هر بسکه در دل وز حسن تدبیر گل　　　هر دعای کامرانی مستجاب افتاده بود

عه در محاوره پارسیان بمعنی "کلان" است - از فرهنگ آنندراج.

از نوائے نالۂ ما آشنا ساز گلو | گرچہ عمرے کار با چنگ و رباب افتادہ بود
جوشش این عہد طرب ہم میرد از پایندگی | باد نخوت در دماغ این حباب افتادہ بود
در کتاب زندگانی ہم برین فصل جنون | نقطۂ ترجیح و خط انتخاب افتادہ بود
ہم خرد بیگانہ بود از امتیاز نیک و بد | ہم ضمیر نکتہ چین از احتساب افتادہ بود
نطق سرمست طلاقت بود و بر نوک زبان | ہر سوال نکتہ چین را صد جواب افتادہ بود
شام شد روز جوانی صبح پیری رو نمود | آفتاب عمر را پا در رکاب افتادہ بود

راہ یاد رفتگان میرفت و محوی میگریست
قطرہ قطرہ در رہ او خون ناب افتادہ بود

(۱۴۳)

شب ز ماہ عارضش طرف نقاب افتادہ بود | جلوۂ حسن و عالم بے حجاب افتادہ بود
خرمن صبر و سکون میسوخت برق حسن یار | آتشے در سینۂ ہر شیخ و شاب افتادہ بود
در ہوائے وصل او جان حزین مستمند | ہمچو زلف پر شکن در پیچ و تاب افتادہ بود
بر نگاہ دوربین جویائے اسرار جہان | پردۂ غفلت ز چشم نیم خواب افتادہ بود
باز چشم جستجو بیعت حسن شوخ و شنگ | باز قلب بے نوا در اضطراب افتادہ بود
یارب این شوریدگی در عہد پیری از کجاست | اتفاق عشق گیرم در شباب افتادہ بود
آن زمان ہر دم کہ بے دیدار خوبان میگذشت | در شمار زندگانی از حساب افتادہ بود
کعبۂ عشق بتان زان بود مارا سجدہ گاہ | ہر دعائے درد آنجا مستجاب افتادہ بود
شاہ بر جادہ اشت نطق پارسی را در دکن | ورنہ پایش بہر رفتن در رکاب افتادہ بود
محوی از زاہد نما دیروز در بزم شراب | با ہمہ دعوائے مستوری خراب افتادہ بود

(۱۴۴)

روئے جہاں کہ ایں رنگ جناں ندارد — باور مکن کہ زاہد میل جہاں ندارد
از کشتۂ محبت نام و نشاں چہ پرسی — آں مرد بے سر و پا نام و نشاں ندارد
در عرصۂ دو عالم سودائے عاشقی کن — حاشا کہ ایں تجارت خوف زیاں ندارد
گر دولت ہراسی از جور آسمانست — بر آں زمیں قدم نہ کاں آسماں ندارد
آب رواں بگوشم ایں نغمہ می سراید — غافل مشو ثباتے عمر رواں ندارد
آمد شد نفس را بیدار کوس رحلت — جز ایں جرس صدائے ایں کارواں ندارد
در حق مے پرستاں رطل گراں بہ است — ساقی ز تشنہ کاماں گر سرگراں ندارد
از عاشق ستم کش کم پرس حال ہجراں — دارد بیاں و لیکن تاب بیاں ندارد
یارب چہ شد کہ گیتی با ایں ہمہ مسرت — یک جان ناتواں را ہم شادماں ندارد
جور عدو گزارد کے محوئ حزیں را
گر حفظ دوست او را اندر اماں ندارد

(۱۴۵)

ہیچ دانی کہ چہ ساں عمر رواں میگزرد — راست چوں تیر کہ از سخت کماں میگزرد
مرد آزاد و کہ از قید جہاں میگزرد — بر گرفتاری ما خندہ زناں میگزرد
میرود نرم کہ تا تیر رکابش بوسد — شہسوار یکہ ز ما گرم عناں میگزرد
در بزم یار سفر کردہ نمی آید باز — عید می آید و ماہ رمضاں میگزرد
گریہ سر کن کہ دریں غمکدہ در چشم زدن — وقت نالیدن و ہنگام فغاں میگزرد
میگزارد برخ عاشق نمدیدہ نشاں — اشک ہر چند گرفتم کہ رواں میگزرد

غالب نیم نگاہم بہ بہائے دل و جاں ‏ ‏ ‏ کم کنم بر تو گر ایں نیز گراں میگزرد
بر سرم نیز بہ پیری و جوانی بگزشت ‏ ‏ ‏ آنچہ در دہر بہ ہر پیر و جواں میگزرد

صحبت راست بہ کج راست نیاید محوی
تیر زینجاست کہ مضطر ز کماں میگزرد

(۱۴۶)

دیدہ کے آئینہ دار رخ دلدار نبود ‏ ‏ ‏ کے دل دید طلب طالب دیدار نبود
یار آگاہ نشد از خلش درد دروں ‏ ‏ ‏ او نہ پرسید دل آمادہ اظہار نبود
در رہ شوق چناں گرم گزشتم کہ زپا ‏ ‏ ‏ فرصت چیدن و در دخلش خار نبود
آں زماں کرد قدم رنجہ ببالینم یار ‏ ‏ ‏ کہ مرا طاقت یارائے دیدار نبود
از چنیں گریہ بصرفہ چہ امید اثر ‏ ‏ ‏ نالہ پر درد نبود آہ شرربار نبود
کوہکن تیشہ بہ تن میزد و صحبت عبث ‏ ‏ ‏ آں گل لالہ کہ در دامن کہسار نبود
پیشتر زانکہ قضا رنگ ضعیفی ریزد ‏ ‏ ‏ ایں چنیں خانۂ تن بے در و دیوار نبود
زاں گزشتم سبک از عہد جوانی کہ در آں ‏ ‏ ‏ پشتم از بار مہ و سال گرانبار نبود
عمر می کاہد و با عمر ہم احساس نشاط ‏ ‏ ‏ عید امسال از آنست کہ چوں پار نبود
عوض صوف صفا آر کہ در راہ طلب ‏ ‏ ‏ قدر مرداں رہ از جبہ و دستار نبود
شکل آں زلف چلیپا نگر و باز مگو ‏ ‏ ‏ یار بیرنگ کن سبحہ و زنار نبود
عشق در کافر و دیندار جوی فرق نکرد ‏ ‏ ‏ بحث در میکدہ از غافل و ہشیار نبود
کعبہ آثار جمال است پئے اہل نظر ‏ ‏ ‏ مقصد طوف طواف در و دیوار نبود
مست از بادہ عشق است نہ تنہا محوی ‏ ‏ ‏ نیست مے نہ کہ عالم ہمہ سرشار نبود

(۱۴۷)

دل مروت ز جہاں جست خبردار نبود
کہ ہمیں جنس دریں شہر ببازار نبود

یاد باد آنکہ بجلوتکدۂ راز و نیاز
ہیچکس را بجز ایں سوختہ جاں بار نبود

وعدہ کردی و وفا نیز نمودی لیکن
ہمہ کردار باندازۂ گفتار نبود

نوش بادت مئے دوشینہ کہ بے ما خوردی
گرچہ آں رسم کریماں قدح خوار نبود

شربتے بود سزاوار ز عناب لبت
چشم بیمار علاج دل بیمار نبود

کار بر عاشق بیچارہ نکردی آساں
گرچہ آں کار بنزدیک تو دشوار نبود

روز محشر ز قتیلاں تو پرسش میرفت
کشتۂ ناز ترا چارہ ز اقرار نبود

چشم بیدار شب غم چہ بلاہا کہ ندید
بخت خوابیدہ ترے بخت کہ بیدار نبود

کلک استاد محیط است ہمہ عالم را
نقش یکحرف بروں از خط پرکار نبود

دل مکن رنجہ ز غم زانکہ بگلزار جہاں
لالہ بیداغ نبود و گل بیخار نبود

شاد میخواست کہ ہم صحبت اغیار کند
محوی غمزدہ آمادہ ایں کار نبود

(۱۴۸)

مہر حسنش تا جہاں آرا نشد
راہ و رسم عاشقی پیدا نشد

ے سرمہاراجہ سکندہ باشی کے ماہانہ مشاعرہ میں بعض ایسے نااہل اشخاص داخل ہو گئے تھے جو کسی حیثیت سے بھی اس صحبت میں داخل ہونے کے قابل نہ تھے۔ اس بنا پر میں نے اور بعض دوسرے حضرات نے اس صحبت میں جانا ترک کر دیا چند روز کے بعد خود مہاراجہ کو بعضوں کو خارج کر دینا اور مشاعرہ ماہانہ بند کر دینا پڑا۔ خانگی صحبتیں اور جلسے انکے مرتے دم تک جاری رہے۔

تا نشد رخشانیش نور نظر — دیده اهل جهان بینا نشد
عشق بر آتش نزد پروانه وار — حسن تا خود شمع سرتاپا نشد
دل نشد گرویده تا خال وفا — چهره پرداز رخ زیبا نشد
خویش را گم کن که تا چیزے شوی — قطره تا خود گم نشد دریا نشد
نفس خود بشکن که بے فیض شکست — نے نشد شکر، عنب صهبا نشد
کار از پستی کسی بالا نبرد — تا مدد از عالم بالا نشد
خرقه قلب صوفیاں صافی نکرد — عیب پوش اغنیا دیبا نشد
گر هوس همرنگ عشق آمد چه سود — صعوه در اوج شرف عنقا نشد
هر جوان پر هوس وامق نگشت — هر زن نوخاسته عذرا نشد
سایل درگاه ذلت یار دوست — مایل دنیا و مافیها نشد
هر که دل را وسعت ویرانه داد — تنگ بر او عرصه دنیا نشد
طالبان در راه یاران پرخروش — سد راه رهروان غوغا نشد
از تمنا گرچه دل لبریز بود — لب پے عرض تمنا وا نشد
بر جراحتهائے دل خندید دوست — دل ز جا زین خنده بیجا نشد
حسن گاہے عشق را پروا نکرد — عشق گر از حسن بے پروا نشد
بخت ما در یار شیر، یاری نکرد — ما شدیم از یار و یاد از ما نشد
مایه شور است و سامان جدال — دین اگر تسکین ده دنیا نشد
کم چه شد از نغمه و سوز ما — بلبلے گر همنوا با ما نشد
بلبل شیراز تا شکر نریخت — طوطی هندوستان گویا نشد

محوی آشفتہ سر سود نیست
فی المثل گر طالب مولا نشد

(۱۴۹)

"خندہ بر پاکیٔ دامان زلیخا دارد"

دل آشفتہ سر زلف چلیپا دارد
کعبۂ ما ہمہ آثار کلیسا دارد

چند باشی بسرا پردہ دل مجلہ نشیں
ایکہ دیدار تو ہر چشم تمنا دارد

چشم بر روئے تو وا میکنم و می بینم
تا کجا حسن تو حیران تماشا دارد

عشق خواہد ہمہ اجزائے پریشان خیال
آورد گرد ز ہر سو و بیک جا دارد

من دریں فکر کہ سر نجۂ پرجوش جنوں
چاکہائے دل صد پارہ ہویدا دارد

می تواند کہ رود بندہ، لیکن نرود
اثر داغ غلامی کہ بہ سیما دارد

می دہد بعد شہادت سر و سامان حیات
قاتل ما مگر اعجاز مسیحا دارد

چہ خطا یوسف اگر دامن عصمت پیچید
دور از دسترس شوق زلیخا دارد

شیشۂ واعظ ما از مے اخلاص تہی ست
رند مینا بکف و بادہ بہ مینا دارد

چہ صنم خانۂ زاہد چہ جہاں خانۂ زہد
یار ہر جای ما جلوہ بہ ہر جا دارد

حسرت دید و غم ہجر و تمنائے وصال
عشق بیدرد چہ پرسی چہ بلا ہا دارد

تو نشانے پے خود جوئی دین زیر خراب
نہ نشانے ز سکندر نہ ز دارا دارد

دل محوی مدہ از دست کہ ایں نسخہ شوق
نہ دریں عہد مثلث نہ مثنیٰ دارد

(۱۵۰)

"خط رخسار تو رشک گل و ریحان گردید" فرمودۂ اعلیحضرت ظلہ العالی

یاد تو رو زبان مژدہ بہ گیہان گردید ٭ کہ زمن گشت چمن، دشت گلستان گردید
بہر آرایش خوبان دل آرائے چمن ٭ مشک آور و صبا، ابر درافشان گردید
مستئ بادہ عیان گشت ز ہر موج نسیم ٭ کار رندان قدح خوار بہ سامان گردید
بوئے گل و طرب انگیزی و عشرت زائی ٭ ہمچو خوئے خوش عثمان علیخان گردید
آنکہ از پیروی شیوۂ آصف جاہی ٭ در خور سروری گبر و مسلمان گردید
شہریارے کہ بدوران بہار عدلش ٭ جور چون برگ خزان دیدہ پریشان گردید

دید یک خلق دعاگوئے شہ ذیشانست
محوی خستہ دعا کرد و ذیشان گردید

(١٥١)

"بہ ہر کہ غم نہ بود ذکر کربلا چہ کند"

بہ ہر کہ غم نہ بود ذکر کربلا چہ کند ٭ خیال بیکسی آل مصطفیٰ چہ کند
امام گفت سخن ہائے پند کس نشنید ٭ بگوش ناشنوا نالۂ درا چہ کند
نہ بست با آل محمد دیدہ چشم تا بیند ٭ بہ میہمان عرب ارض نینوا چہ کند
جماعتے کہ بقائے دوام دارد دوست ٭ گمان مردن و اندیشۂ فنا چہ کند
دلم بہ جملہ شہیدان کربلا نالد ٭ فغان و نالہ بہ ہر ایک جدا جدا چہ کند
براہ دوست فدا کرد ہر چہ داشت حسین ٭ برائے دوست کسی بیش زین فدا چہ کند
ہر آنکہ کرد بدر خون خویش در رہ حق ٭ دیت چہ خواہد و دعوائے خون بہا چہ کند
بجان عاشق مضطر ہزار رنج و بلاست ٭ خدا رہد ز رنج و بلا جان مبتلا چہ کند

هر آنچه لبت بصد فسکر نقش بند قضا | در آں زحرز چه خیزد در آں دعا چه کند
دعاست خوئے گدا و عطا شعار کریم | کریم گر نه عطائے کند گدا چه کند
امید مرحمت از عمر بیوفا ہیچ است | بکرده است وفا با کسے با چه کند

چو آشنا نشود یار آشنا چه کند | بچار موجه طوفان غم شنا چه کند
نه بر دگر دل بے مایۂ ترا چه عجب | که ترک حمله به مسکیں یک قبا چه کند
اگر چه خواست کند یار با تو لطف و لے | غرور حسن و ادائے جمال را چه کند
هر آنکه یافت ترا دولت دو عالم یافت | گدائے عشق تمنائے ماسوا چه کند
اسیر عشق تو رندان پیر می نگزند | که حسن تو بجوانان پارسا چه کند
کشاده اند در و دوبسته اند زبان | زبان بسته به پیش تو ماجرا چه کند
برائے طالب راه تو جستجو شرط است | اگر طلب نکند راه رہنما چه کند
بیحے نست خاطر افسرده را بهار و خزاں | در آں سموم چه آرد در آں خزاں چه کند
کنوں که دسترس تست چارهٔ دل کن | چو در و بگذرد از حد اثر دوا چه کند
غزل ترانۂ آزادگی و زنده دلیست | فتد بدام چو مرغ غزل سرا چه کند

پس از دویدن یک عمر در طلب محوی
نشسته ایم که تا رحمت خدا چه کند

(۱۵۴)

چشمم همه کرشمهٔ دیر خراب دید | یعنی بسے سکون و بسے اضطراب دید
طول حیات را همه شکل سراب یافت | عهد شباب را همه نقشے برآب دید

از چشم دلفریب تو دل صد فریب خورد | وز زلف نیم تاب تو جان پیچ و تاب دید
بر روے جهوشان جهان کے کند نظر | ہر کس کہ روئے خوب ترا بے حجاب دید
چشم جہاں بہ حسد تلقیس آخرین | شاہے فلک جناب و ملایک مآب دید
آں شہسوار عرصۂ اسری بصبل که | کو روح قدس رالبسفر ہمرکاب دید
آں پادشاہ دین کہ پئے ارتقائے قوم | رنج و عنا و جور و جفا بحساب دید
بیند چہ سان عناد بیاران مصطفےٰ | آنکس کہ وصف مدحت شاں در کتاب دید
یارب کدام دیدہ دریں بزم پر صفا | گر د عناد یافت غبار عتاب دید
شاید نحو اند آید دحماء بینہم | یا خواند و اعتقاد بر آں نا صواب دید
بر آسمان صدق و صفا چشم حق نگر | در چار برج جلوۂ چار آفتاب دید
اصلاح طینت نہ ما گر بنی نکرد | او را کدام اہل نظر کامیاب دید

محوی ترا چہ کار اگر کس خطا نمود
چوں کار ہر کسیست بجسب صواب دید

(۱۵۲)

شورش عشق نہ تنہا دل انساں دارد | ہم دل سنگ نہاں آتش سوزاں دارد
کشتۂ عشق نہ دل دارد و نے جاں دارد | دل بر دلبر و جاں در پے جاناں دارد
حسن را طنطنہ ناز کند حجلہ نشیں | عشق را زمزمۂ شوق حدی خواں دارد
خستۂ ناوک مژگان حیا آلودہ | در دپوشیدہ بدل زخم نمایاں دارد
لذت عشق نہ خاص است پے عاشق زار | بوالہوس نیز بقدر طلب و نداں دارد
بہر ما شاد دلم در شب تاریک فراق | داغ دل حکم چراغ تہ داماں دارد

میکنم طی ره عشق تو بامید وصال — مور بنگر که سر ملک سلیمان دارد
نگشاییم نظر شوق بدیدار بهسال — تا مرا آینه روی تو حیران دارد
نشود قطع ز ما سلسلهٔ مهر و وفا — تا سر زلف تو این سلسله جنبان دارد
جانب حسن تو گیریم اگر فتنهٔ دهر — با مه و مهر ترا دست و گریبان دارد
گم کنم راه بزلف تو اگر حسن سلوک — در ره من نه چراغ رخ تابان دارد
میدهد یار مرا مشغلهٔ ناله بهجر — تا باین مشغله دشوار من آسان دارد
قدر به ایمان نگشایند در کعبهٔ دل — فیض این کعبه باندازهٔ ایمان دارد
آنکه شوری بسر گبر و مسلمان انداخت — نه سر گبر و نه پروای مسلمان دارد
بردم تیغ هر آن قوم که دین رفت بسر — خطر امروز ز هر خار مغیلان دارد
حرمت لاله از آنست که این غنچه بجای — قطره چند ز خوناب شهیدان دارد

در امانست ز هر کید حریفان محوی
تا بسر سایهٔ عثمان علی خان دارد

(۱۵۴)

خوشم که دوست ره دشمن اختیار نکرد — ز دل نرفت و دل دوستان فگار نکرد
ز مهر آن بت کم مهر این قدر چه کم است — که کرد عهد وفا گرچه استوار نکرد
چه بد بود ندانم که آن خدنگ نظر — شگافت سینه و از لخت دل گذار نکرد
بار چشم فسونگر که را امید ثبات — چو آن دو گردش چشم بیک قرار نکرد
به تہمت دل عکس بی زبان نزنم — کشیده قفیان نگله زیاد نکرد

دوائے جان حزین درد جانفزایش بود — بشوق کز غمش انچہ غمگسار نکرد
بہ ہجر گشت چنان آشنا کہ در ہمہ عمر — امید وصل دل ناامیدوار نکرد
خزان نیامد و بستان دل خزان زدید — بہار آمد و این گلستان بہار نکرد
مکن ملامت بدمستیم ز ساقی پرس — چرا نہ جام دگر داد و ہوشیار نکرد
ز سیر چشمی پیر مغان عجب کہ ہنوز — نظر بحال حریفان بادہ خوار نکرد
ہر آنکہ فرض محبت ادا نمود بعشق — خیال نور نہ بست و حذر ز نار نکرد

ندید محوی ما سوئے روزگار بلطف
چو سوئے او نظر لطف روزگار نکرد

(۱۵۵)

چمن ندید و تماشائے نوبہار نکرد — نظر کسے کہ برخسار آن نگار نکرد
چہ شورہا کہ نہ انداخت در جہان لب یار — چہ فتنہا کہ بعالم نگار یار نکرد
زبان بشکوۂ بیداد دشمنان آلود — کسے کہ بر کرم دوست اعتبار نکرد
تمام عمر بہ پہلو نشست یار، مگر — تسلی دل مسکین بیقرار نکرد
گزشت قافلہ ہمزمان تیز قدم — عجب کہ بہر من خستہ انتظار نکرد

نعت

نیافت عزت ممدوح روزگار نشد — ہر آنکہ مدح خداوند روزگار نکرد
پیمبرے کہ پئے ارتقائے اہل جہان — چہ کارہا کہ بہ تائید کردگار نکرد
زبان کشاد و دل عالمے مسخر کرد — ہر آنچہ کرد زبان تیغ آبدار نکرد
ندید خوبی اخلاق و حسن سیرت او — بہ ہر کہ بخت عطا چشم اعتبار نکرد

پس از گذشتن آں چارہ ساز غم محوی
کدام درد کہ گیتی بما دوچار نکرد

(۱۵۶)

سالہا شغل من مست می و مینا بود
جاں برآں شیفتہ و عقل برایں شیدا بود

سیل غم ریخت ز کہسار و بیکبار ببرد
خانۂ عیش کہ در رہگذر دریا بود

از کم و بیش نہ نالیم و نہ از پختہ و خام
ہرچہ بخشید بما پیر مغاں زیبا بود

شکوۂ جور عدو خود ز عدو بیکردم
گفت خاموش کہ از دوست ہمیں ایما بود

دوست بشنید و علی الرغم عدو ہیچ نگفت
اندریں باب اگر ترک سخن اولیٰ بود

درد دل با تو نہ گفتیم کہ می دانستیم
کہ ترا چشم دروں بین و دل دانا بود

بندہ را خواجہ بایں حال نہ بایست گذاشت
بندہ ہرچند گرفتیم کہ بے پروا بود

قامت یار نہ گنجید در آغوش خیال
زانکہ از دیدہ و بشنیدہ ما بالا بود

بلبلے نالہ بایں گرمی و شوخی نکشید
محوی خستہ دریں باغ مگر تنہا بود

(۱۵۷)

رخ و کاکل کہ صبح و شام کردند
مدار گردش ایام کردند

کشیدند از خم دور جام کردند
شراب شوق وقف عام کردند

بجان عاشقاں پاک طینت
زدند آتش محبت نام کردند

شہیدان حریم کعبۂ عشق
کفن را جامہ احرام کردند

بدور نرگس مستانۂ او
مذاق مے پرستی عام کردند

نمیدانم کہ این وحشی غزالاں | دل رم کردہ را چوں رام کردند
رہ صد سالہ طول امل را | حریفاں طے بیکدو گام کردند
اسیران چمن با دوختہ چشم | نظر بر گل ز چشم دام کردند
کشاد کاری جستم کہ از غیب | اشارت سوئے پیر جام کردند
ز جام جم چہ میجوئی کہ اینجا | ز خاک جم ہزاراں جام کردند

بیا محوی ترا لبعد از عراقی
دریں میخانہ درد آشام کردند

(۱۵۸)

"ہیہات عمر شاد بخور روفا نکرد"

کارے نکرد حق محبت ادا نکرد | آں کس کہ کار عشق بصدق وصفا نکرد
از پردہ عشق سرزد و سر نگوں نشد | تا حسن رونما نشد و جلوہ ہا نکرد
از دست غیر دوست دل پرہوس نخواست | شادم کہ ایں گدا ہوس ماسوا نکرد
عمرے نشست یار بہ پہلوے دل ولے | دل با دل و نظر بہ نظر آشنا نکرد
نازم بہ ہمت دل شیدا کہ از ازل | حرف "بلی" بگفت و حذر از بلا نکرد
شاہاں چنیں کنند چہ جاے شکایت است | گر شاہ حسن نیز نظر بر گدا نکرد
در کربلائے عشق ہدر خون عاشقانست | عاشق چہ کرد گر طلب خوں بہا نکرد!
واعظ چہ جائے بحث و ملامت کہ از ازل | فطرت ترا نہ رند و مرا پارسا نکرد
رو شکر کن کہ حسن خداوند انس و جاں | در درد عشق خویش ترا مبتلا نکرد
دل را ز تیر عشوہ جاناں نگاہ دار | ایں تیر ز آں کمانست کہ کارش خطا نکرد

ساقی بپاس خاطر بیچارگان عشق — در جام عاشقاں ہمہ زہر بلا نکرد
باشوق وصل تاب و توان فراق داد — نالہ مکن کہ درد درون را دوا نکرد

دل داد پر ز عزم سرے پر ز آرزو — بہر حصول مطلب عاشق چہا نکرد
بہر وصال خوگر آب و ہوائے جہد — بر آہ سرد و دیدۂ تر اکتفا نکرد

تا منزل مراد ہماں راہ رو رسید — کو رفت پیش پیش و نظر بر قفا نکرد
فرق از میان خواجگی و بندگی نرفت — تا بندہ را بخواجہ برابر قضا نکرد

کردی زمین شعر و سخن رشک آسماں — ہیہات عمر شاد سخنور وفا نکرد
شب زندہ دار صحبت شیدائیان فن — خفت آنچناں کہ بار دگر چشم وا نکرد

شیراز ہ بند دستۂ گلہائے رنگ رنگ — عزم ثبات بیش ز موج صبا نکرد
در بزم بود رونق در دیدہ ہا فروغ — تا شمع را خموش ہوائے قضا نکرد

افسردہ گشت گلشن طبع سخنوری — گل را ندیدہ مرغ چمن ہو و ہا نکرد
ساقی لبند ز میکدہ و بعد از آں کسے — رنداں تشنہ کام سخن را صلا نکرد

از نام نیک زندگی جاوداں دہند — ایں میکند تخلق کہ آب بقا نکرد
اعجاز خیر و حسن عمل بیں کہ مرگ نیز — ذکر جمیل و نام نکویش فنا نکرد

یارائے آں کجاست کہ پرسد کسے ز دوست — پروائے ترک صحبت یاراں چرا نکرد
شیرینی سخن مطلب از تہی دلاں — حاصل کسے شکر ز نئے بوریا نکرد

در زندگی ستودش و بر مرگ او گریست
محوی کدام حق محبت ادا نکرد

تا دوست همنوا بود صد برگ صد نوا بود
بر روئے زندگانی هر باب عیش وا بود

برگشت او چو از ما برگشت جمله عالم
نا آشناست اکنون هر کس که آشنا بود

ناخن ز کار افتاد چون رشته پر گره شد
تا رشته بے گره بود ناخن گره کشا بود

دل پر ز مدعا شد چون بے اثر دعا شد
تا با اثر دعا بود در دل نه مدعا بود

از درد عشق آخر لب خوگر فغاں شد
بے زخمهٔ محبت ایں ساز بے صدا بود

در جستجوے یکسو هر سو نماز کردم
در عالم تحیر هر تار وا رد ا بود

از پرتو جمالت بزم جهان است روشن
زیں پیشتر وگرنه ایں بزم بے ضیا بود

جز جرم بیگناهی جرمے نه بود ما را
ویں جرم در خیالت هم در خور سزا بود

بے آبیارئے ما گلزار لفظ و معنی
پژمرده و فسرده بے نشو و بے نما بود

آسوده بود گیتی ز اندیشهٔ معیشت
تا در خیال مردم شه سایهٔ خدا بود

خاموش گشت محوی از مرگ همنوایاں
تا بود موسم گل بلبل غزل سرا بود

(۱۶۰)

طبیب دل بمن ناتواں تواں آورد
بقابے که نبودش رواں رواں آورد

چه جذب بود ندانم که اندریں پیری
مرا بسوے مدینه کشاں کشاں آورد

ز سینه خار غم دور و ذره ذره بچید
بقلب راحت و تسکیں جهاں جهاں آورد

بنائے مسجد و منبر مقام وعظ و نماز
بیاد عهد رسالت زماں زماں آورد

شمایل شه دین و خصایل یاراں
به پیش چشم تصور یگاں یگاں آورد

کشیده ام همه تصویر بزمگاه رسول
ز هر مصاحب نام و نشاں نشاں آورد

عجوز زلت صد سالہ را ز لیخا وار | بجیرتم کہ چہ سال یک جواں جواں آورد
بدست تا سر حبل المتین فطرہ بود | نہ رنج رنج نہ ما را زیان زیان آورد
مدیح خواجہ کجا من کجا و لے چہ کنم | زبان کشا د زبان و بیاں بیاں آورد

بہ اہل ذوق زباغ محمدی محوی
بہ ارمغان گل و ریحاں جناں جناں آورد

(۱۶۱)

گر گوش حق نیوش و دل باصفا دہند | از ہر طرف ترا خبر آشنا دہند
دیر و حرم یکے است پے طالبان دوست | سرگشتگان شوق بہ ہر در صدا دہند
شیخ و برہمن ہر دو طلبگار وصلت اند | ایں دولت خجستہ ندانم کرا دہند
خون قتیل تا ز زر و زر از ل بہاست | در کربلائے عشق کجا خون بہا دہند
اول زبان دہند و بہ بندند بعد ازاں | در دست اہل درد نئے بینوا دہند
زیں بیشتر بخلق چہ جوئی نشان دوست | ہر جا از او نشانست نشاں تا کجا دہند
اے بینوا چرا نہ در آئی بہ درگہے | کانجا نوا و برگ بہ ہر بے نوا دہند
دنیا مسلم است کہ با کس وفا نکرد | صاحبدلاں نہ دل بہ چنیں بیوفا دہند
بیجاست پرسش کم و کیف شراب عشق | از درد و صاف ہر چہ دہندت بجا دہند
آساں شود ز بس سفر آخرین ما | یاران رفتہ گر خبر از ماجرا دہند
محوی پے فراغت جاں بیدلی خوش است | یک دل ترا دہند و بہ آں صد بلا دہند

(۱۶۲)

زمانہ با تو اگر قصد جنگہا دارد | بجنگ صلح اگر عار و ننگہا دارد

نگو که نیست ترا دسترس به تیر و تفنگ / نگاه مرد دلاور خدنگها دارد

برای تیر بلا سینه را سپر گردان / مترس زین که حریفت تفنگها دارد

به روی تست همه بحر و بر کشاده اگر / نهنگهاست درین و آن پلنگها دارد

تو مایلی همه تن عیش را و غافل ازین / که شهد عیش مزاج شرنگها دارد

چرا به رسم نیاکان ره عمل نروی / نه دست رعشه نه پای تو لنگها دارد

ترا نه دست عمل میکشد سوی شمشیر / نه گوش هوش هوای ترنگها دارد

فلک گهی به تو یار است و گه مخالف تو / مشو شکسته دل این شوخ رنگها دارد

به کارنامهٔ اسلاف فخر بی سود است / مکش به معرکه تیغی که زنگها دارد

به سرزمین تردد فشار پای ثبات / وصال شاهد مطلب درنگها دارد

به رزمگاه جهان بی خطر برو محوی
درشت گام زن ار راه سنگها دارد

(۱۶۳)

کسی به درد دل بینوای ما نرسید / اگرچه ناله و فریاد ما کجا نرسید

بلند بود چنان در هوس که تا اوجش / چه جای شکوهٔ بیجا که هم دعا نرسید

برون ز خود اگرت آرزوست بالیدن / ز رفعت تا [illegible] به نی نوا نرسید

صفای خاطر صافی کشان ز شوق مپرس / که هم به درد کش [illegible] نرسید

چنان [illegible] بیگانگی زائل شد / که صوت سرمد آن [illegible] نرسید

چه آرزوی نجات و چه جستجوی [illegible] / ز دست شل که به دامان مطلبی نرسید

چه گم [illegible] قفس گر ابو الهوس دل / [illegible] عشق [illegible] تشنه رسید

نشد ز خون شہیداں درست محضر عشق — حسین تا ز مدینہ بہ کربلا نرسید
شکست کشتی ما بارہا ولے بمدد — سوائے ذات خدا ہیچ ناخدا نرسید
دریں زمانہ کہ ہر کس بخود گرفتار است — شگفت نیست اگر کس بحال ما نرسید

دوائے درد محبت وصال جاناں بود
مگر بہ محوی بیچارہ ایں دوا نرسید

(۱۶۴)

حق شناساں کہ ز بالا نظرے یافتہ اند — دیدۂ دیگر و نورے دگرے یافتہ اند
مردماں چشم براہ اندپے دیدجمال — شاید از گم شدہ یوسف خبرے یافتہ اند
پا شکستند و ہمہ رخت سفر سوختہ اند — رہروانی کہ بکویش گزرے یافتہ اند
بہر ہر صاحب دل بہرہ از درد دل است — بہر ہر صاحب سر درد سرے یافتہ اند
سرکشاں کوہ نگاہند پے کردۂ زر — خاکساران تہ ہر ذرہ زرے یافتہ اند
اشک سرمایۂ عشق است مگر اہل نظر — ایں در ریختہ را پردہ درے یافتہ اند
زندہ داران شب ہجر بصد آہ و بکا — در دعاہائے سحرگہ اثرے یافتہ اند
درد عشق است سزاوار کسانیکہ ز غیب — سر شوریدہ و پر خون جگرے یافتہ اند
عمر یک چند بسر ہمچو مسافر بجہاں — سالکان عمر رواں را سفرے یافتہ اند

باہمہ دل شکنیہائے حریفاں محوی
دادا از تو نہ ازو داد گرے یافتہ اند

"دل ما سے زشناد آشنا ناآشنا گردد"

خوشا آں درد جاں پرور کہ در آخر دوا گردد
زہے آں مشکل آساں کہ خود مشکل کشا گردد

دلم نادیدہ محنت، می برم در مکتب درویش
کہ تا از دفتر رنج و محن حرف آشنا گردد

براہ کارواں اہل دل باید سفر کردن
کہ تا بر ہر قدم خضر طریقت نقش پا گردد

دریں رہ گر تو ہم پاس دل و پاس نفس داری
پے آمادگی ہر یک نفس بانگ درا گردد

شود چشم تو حیراں از تماشا ہائے ایں منزل
لبت خاموش و دل گنجینہ دار راز ہا گردد

ز صوت سرمدی پر گشت چو گوش نوا سنجت
زبانے نیست گر نائے گلویت بے نوا گردد

بیا در حلقہ روشنگراں صیقل دل کن
کہ تا ایں آئینہ پر نور و لبریز صفا گردد

"ملاقات سکر و جان ہم، فیضے عجب دارد"
سموم از جگر رد ز آب خنک باد صبا گردد

منہ بر پائے شہباز طلب بند خود آرائی
بدہ بال و پرش ہیچمد تا رشک ہما گردد

نگیرد شہسوار عشق مرد ناتواں دل را
نہ بر صید زبوں شیر جواں زور آزما گردد

نہ ہر زن می تواند چوں زلیخا عشق ورزیدن
نہ ہر یعقوب زادہ ہمچو یوسف دلربا گردد

اگر آمادۂ عشقی بہم آور چنیں ہمت
کہ گر اندک شکایت ہم بلب آید خطا گردد

بہ توفیق است وابستہ ہمہ خیر و شر عالم
اگر یاری دہد توفیق رہزن رہنما گردد

شکست دشمناں گر دوست را پیش نظر باشد
عصائے دست تو ہم می تواند اژدہا گردد

گر از حسن نظر بیند جمال دوست را عاشق
نہ چشمش فتنہ زاید نہ بالایش بلا گردد

بہ پیران دوتا، ریختہ دنداں چہ می خندی
تو ہم یک روز دنداں ریزی و پشتت دوتا گردد

کجا دوکے برد دور فلک انساں نمی داند
چہ داند دانہ سے رزق دہان آسیا گردد

نمی بینی چساں بے تشاد شد بزم سخن برہم
بلے بے باغباں ہر باغ بے برگ و نوا گردد

زخونناب جگر دارد و صد جوہر دل آرائی
دل ما کے ز تشا دآشنا ناآشنا گردد

یاد ہیچوا و دریا دل و درد آشنا مردے
اگر در جستجو گردون گرداں سالہا گردد

ز عمر باختہ حیرانم و در راہے نمیدانم
بساں آں مسافر کو بغربت بے نوا گردد

بتاب اے آفتاب حسن بر ویرانۂ قلبم
کہ تا ایں خانہ پر از تو ہتی از ماسوا گردد

نہ بگزارند صیادان شکار زخمیٔ خود را
مبادا ایں صید مجروح تو از دست رہا گردد

قدم از ناز بر خاک شہیداں نہ کہ ایں شاید
متاع بے بہائے خون مارا خونبہا گردد

زعمر درگزر زیں بیشتر محوی چہ میخواہی
بہ جنبش ابتدا کردی بہ جنبش انتہا گردد

(۱۶۶)

"کہ آنجہاست در تاخیر و عاشق رازیاں دارد"

عجب طرز دل آویزی و نازاں جان جاں دارد
جہانے میکشد از ناز و منت بر جہاں دارد

بہ اعجاز نشان و بے نشانیہائے او نازم
کہ با ایں بے نشانی در جہاں ہر جا نشاں دارد

ے عشق ابتدا تلخی کند خوش کام میخواراں
مگر ایں مے بایں تلخی مزاج زعفراں دارد

نمی‌دانم چه‌سان جنبش زند کوس جهانگیری نه مژگانش سنان گیرد نه ابرویش کمان دارد
پی هر کاروان رفتن بود در رسم زلیخائی بلی جویای یوسف چشم بر هر کاروان دارد
دلم چون سایه خورده سرو در صحرای آزادی نه امید بهار است و نه پروای خزان دارد
نه تنها حسن لیلیٰ می‌دهد ذوق نظربازی که قیس سوخته جان این شرف از دودمان دارد
بیارا باغ گیتی تا توانی ورنه می‌دانی چمن آرای گیتی باغ کی بی باغبان دارد
ز جوشش کثرت و یکتائی وحدت مشو منکر نمی‌بینی که نی از یک دهان چندین فغان دارد
نمی‌زیبد که از بی‌قدری جنس سخن نالد سخن‌گوئی که چون عثمان علیخان قدردان دارد
به هر بزم ادب از شاد افزون می‌شود رونق خدا از فضل خاص خویش او را شادمان دارد
مکن عظیم بمداحی که ذکر خیر ممدوحان پی آیندگان قوم سود بیکران دارد
ز حال محوی دلدادهٔ خوبان چه می‌پرسی
دل پرخون، سر شوریده، چشم خونفشان دارد

(۱۶۷)

نسیم صبحدم شاید که از کوی تو می‌آید که از وی در مشام جان من بوی تو می‌آید
تو انجام سیاست دانی و من این قدر دانم که راحت در دل از پیغام نکوی تو می‌آید
دگرگون می‌کند رنگ جهان یک گردش چشمت ظهور جلوه‌ها از روی نیکوی تو می‌آید
چه از مشرق چه از مغرب چه از پستی چه از بالا جبین سجده از هر چارسو سوی تو می‌آید
بایں حسن جهان عزت بایں گرمی بازار نمی‌دانم کدامین پرده بر روی[عہ] تو می‌آید

عہ بر رو آمدن یعنی برابر ہونا۔

زبند مذہب دیر و حرم آزاد می گردد | پرستارے کہ در محراب ابروئے تو می آید
چہ باشد گر دلم را گیری و در بند خود داری | بلے ایں کار خیر از دام گیسوئے تو می آید
بہر جا می نشانم ایں دل آشفتۂ خود را | برنگ زلف پیچاپیچ بہ پہلوئے تو می آید

نمی داند چساں ارد سر شوریدہ را محوی
بہر جا می نہد آں را بہ زانوئے تو می آید



(۱۶۸)

صبا پیام محبت زپیش یار بیار | بہ عندلیب حزیں نکہت بہار بیار
ز ذکر لالہ و گل و انگشت غنچۂ دل | سخن ز عشق بگو یا حدیث یار بیار
ز زہد خشک نگردد نہال دل سرسبز | بہ آبیاری آں چشم اشکبار بیار
میا بمعرکۂ عشق و در تو می آئی | دل ستم زدہ و سینہ داغدار بیار

مبر بہ جمکدۂ ذوق و شوق محوی را
چو می بری نہ ازاں بزم ہوشیار بیار

(۱۶۹)

حسن چنیں خوشنما ناز چناں خوشگوار | گر بشدم مست عشق طعنہ مزن ہوشیار
لے مدد ساز عشق نے اثر جوش شوق | نغمۂ نے نادرست ساغر مے ناگوار
پائے طلبگار راہ راہ نہاں از نظر | دوست نشستہ بہ بر چشم ہمہ انتظار
پیش رو [illegible] زکہ کنی تو چوں حناب | دوست نگیرد ز دوست یا نگیرد زیار

بادگراں ہر چہ کرد با تو ہم آخر کند   از فلک خیرہ سر چشم رعایت مدار

محوی آشفتہ سر ہیچ نداری خبر

عمر بہ غفلت گزشت یک دو نفس ہوشیار

(۱۷۰)

بسیار دیدی خواجگاں ایں خواجہ بیں شانش نگر

بر حال خلق ناتواں ایثار و احسانش نگر

شمع ہدیٰ افروختہ چشم از جہاں بر دوختہ

دل خستہ و جاں سوختہ در عشق یزدانش نگر

در خدمت دین متیں تن خستہ دارد جان حزیں

ہم زخم پیدائش بہ بیں ہم درد پنہانش نگر

فرع کرم اصل وفا رشح شرف ابر سخا

بالجملہ از سرتا بپا الطاف رحمانش نگر

سردار بزم عاشقی سرباز دشت بیخودی

سرمست [illegible] مردی سرشار عرفانش نگر

با خاطر اندوہگیں آں لعل خندانش بہ بیں

در صنع رب العالمیں آں چشم حیرانش نگر

محوی حنیں اندوہگیں مدحت چہ آرد بر زمیں   اے خواجہ دنیا و دیں حال پریشانش نگر

(١٧١)

نمی گویم دعائے من نگہہ دار ۔۔۔ بہر کارے رضائے من نگہہ دار
ہمی خواہم بپاداش گناہاں ۔۔۔ مکن رسوا حیائے من نگہہ دار
بہ جاں گفتم چو سر گردانی خویش ۔۔۔ بگفت آں سر بپائے من نگہہ دار
ہمہ تیرے کماں ابرو مکن صرف ۔۔۔ بہ ترکش یک برائے من نگہہ دار

بہ بلبل گفت محوی چوں سفر کرد
کہ من رفتم تو جائے من نگہہ دار

(١٧٢)

در عشق نہ تسبیح نہ زنار نگہہ دار ۔۔۔ دل را بخم گیسوئے دلدار نگہہ دار
بے پردۂ آثار نیاید بہ نظر دوست ۔۔۔ اے طالب دیدار بر آثار نگہہ دار
یاد رخ رخشاست ضیائے دل تاریک ۔۔۔ ایں شمع فروزاں بشب تار نگہہ دار
ہر خار بصحرائے جنوں تشنہ زبانست ۔۔۔ اے آبلہ پا خاطر ہر خار نگہہ دار
ہیچ است متاعے کہ خریدار ندارد ۔۔۔ حسن است گراں قدر خریدار نگہہ دار
بنما رخ زیبا بہ تو اے ماہ کہ گفت است ۔۔۔ ایں آئینہ را روئے بدیوار نگہہ دار
داغ دل شوریدۂ ما رشک بہار است ۔۔۔ ایں لالہ غریب است بگلزار نگہہ دار
تا بے خبر از مرگ من خستہ نباشی ۔۔۔ پیش نفس آئینۂ رخسار نگہہ دار
توسنت عنانی و جہاں اسپ سبک سیر ۔۔۔ کے میرود از دست برفتار نگہہ دار
بیکار مکن جہد بکارے کہ نیاید ۔۔۔ جہدے کن و اندازۂ ہر کار نگہہ دار
زاں پیش کہ خاموش شود نطق زباں کش ۔۔۔ لطف سخن و آگہی گفتار نگہہ دار

گر محوی حسرت زده را یار نگیری
بارے ز جفا کاری اغیار نگہدار

(۱۷۳)

"ساقیا خمر دریں دور طرب زود بیار" بطرح اعلیحضرت بندگانعالی مدظلہ

ساقیا درد فزوں گشت دوا زود بیار — مے بے درد بدہ آتش بے دود بیار
عشوۂ چند ز چشمان فسونگر بفروش — بوسۂ چند ز لبہائے می آلود بیار
زخم دل بہ نشد از خندۂ شور افگن تو — مرہم تازہ باین زخم نمک سود بیار
زندہ کن رسم وفا راہ محبت پیما — راہ و رسمے کہ ز عالم شدہ مفقود بیار
ہر گرد آوری دوست محبت شرط است — گر ایاز ست ہوس خصلت محمود بیار
سینہ در دنصیباں نشود تنگ ز غم — زخم بر زخم خور و خاطر خوشنود بیار
در رہ عشق و جنوں سود و زیاں یکسانست — از زیاں حرف مزن قصہ نہ از سود بیار
سخن تلخ نصیحت بدعا شیریں کن — واعظا ایں زہر بیک جام زر اندود بیار
مفتی از سعیٔ فزوں رزق فراواں گردد — آنچہ از سعی برزق تو بیفزود بیار
سر طاعت بمعبود ز سر بیرون کن — یا سر عجز فرو بر در معبود بیار

محویٔ خستہ اگر دید تمنا داری
دیدۂ دید طلب طالع مسعود بیار

(۱۷۴)

"باقبال رابو عدہ وفا کرد روزگار" بطرح میر آفرین

لاتنسوا الدھر فان الدھر ھو اللہ

نافذ بخلق حکم قضا کردِ روزگار | از خود نداد غم نہ جفا کردِ روزگار
رفتار نا جہائے کہن را بیاد داد | آئین ہائے تازہ بنا کردِ روزگار
قانون مرگ قاعدۂ زیست ہم درد | یکساں بحق شاہ و گدا کردِ روزگار
ایں دعوی را کہ از ہمہ گردنکشاں قوی ست | ثابت بحد تیغ فنا کردِ روزگار
ہر جادہ کہ خواست جہاں گامزن شود | ایما از آں بصدق و صفا کردِ روزگار
تو میکہ از اطاعت حکمش کشید سر | آں را اسیر دام بلا کردِ روزگار
بگذاشت بے جزا و سزا فعل ہیچ کس | قاضی نبود و کار قضا کردِ روزگار
ہر کس کہ زد بدامن او دست پیروی | ہر حاجتے کہ داشت روا کردِ روزگار
چندیں ہزار سال تماشائے ساز و سوز | بے ساز و سوز چون و چرا کردِ روزگار
نشنیدۂ حدیث پیمبر کہ گفتہ است | خود را یکے بذات خدا کردِ روزگار
چوں دہر خود خداست چہ جائے شکایت است | او کرد ہر چہ کرد بجا کردِ روزگار

تحوی ازیں بقا چہ زنی دم کہ در دمے
چونتو ہزار مرد فنا کردِ روزگار

(۱۷۵)

"برخیز ز صدق بہرہ برگیر"

اے مرد سفر رہ سفر گیر | حاشا نہ قدم ز رہگزر گیر

این رہ تو میردی بہ یار است — این جادہ نہ از قدم ز سر گیر
یارہم عاشقی بدل نہ — داغ غم دوست بر جگر گیر
ہر قطرۂ اشک تست گوہر — در دامن شوق این گہر گیر
اے لب تو مباش غافل از آہ — وے آہ تو دامن اثر گیر
عنقاے طلب بیا بہ پرواز — اوج دو جہاں بزیر پر گیر
پروانہ صفت بسوز خود را — از شمع جمال او شرر گیر
تا چند نمودہ جگر خوں — اندازہ آں ز چشم تر گیر
در راہ خطر ز رہزناں است — دنبالۂ مرد بے جگر گیر
آوارہ مشو بگیر یک در — آں در بدو دست سخت تر گیر
تخمے کہ فشاندۂ دریں جا — گردد شجرے از آں ثمر گیر
دامن بفشاں ز حرص دنیا — زیں تودہ خاک مختصر گیر
خواہی چو رسا رسی بہ منزل — از ملہم غیب راہبر گیر
گفتند باو کہ طالب صدق — برخیز ز صدق بہرہ برگیر

اے یار خدائے عالم آرائے
از مجوی بجیر خبر گیر

ز

پابستۂ وضع کعبہ و تبخانۂ ہنوز — از راہ و رسم ہمہ کس بیگانہ نبود

عہ یہ نظم ایک بڑے شخص کے دست گیری کی گئی تھی۔

در تلخ و ترش ہمچو زناں مسکینی تمیز — نا آشنا ز شیوۂ مردانہ ہنوز
کس را چو خویشتن نشماری بہ اتقا — در بند و پیچ سبحۂ صد دانہ ہنوز
داری ہزار معرکۂ کفر و دیں بپا — چشم و چراغ بزم حریفانہ ہنوز
از مشربم مپرس من رند روز و شب — گویم بدلبرے کہ تو جانانۂ ہنوز
در ملک دل کہ خیل تحیر و پائمال کرد — فرمانروا بشوکت شاہانہ ہنوز
بس دیر کعبہ گشت و بسے کعبہ دیرہا — اے بو العجب کہ صاحب ہر خانہ ہنوز
کاشانہ ہا خراب شد و شہرہا تباہ — تزئین شہر و رونق کاشانہ ہنوز
با صد ہزار دفتر الحاد منکراں — مقصود ہر حکایت و افسانہ ہنوز

اظہار عشق شیوۂ نامردی بود
محوی مگر ز عشق تو بیگانہ ہنوز

(۱۷۷)

دلم[ع] ز جعد بلندت نہ ایمن است ہنوز — اسیر سلسلۂ زلف پرفن است ہنوز
برون نرفتہ ز سر جوشش بادۂ اخلاص — ہماں شراب کہن سالہ دراں است ہنوز
خیال روئے تو ہر لحظہ در دل تنگ است — ز شمع حسن تو ایں خانہ روشن است ہنوز
خزاں نیافتہ رہ اندرون باغ صفا — بیا کہ وقت تماشائے گلشن است ہنوز
بہ بزم انس ندانم چہ دیدہ ام یارب — کہ چشم بے بصر و نطق الکن است ہنوز
براہ کعبۂ دل صد ہزار راہزن اند — مرا خیال کہ ایں کعبہ مامن است ہنوز
چو سرو دعوئے آزادگی مکن قمری — ترا کہ طوق اطاعت بگردن است ہنوز

ع یہ نظم ایک دوست کے لیے لکھی گئی تھی جس سے ملنا بعض وجوہ سے متعذر تھا۔ اور جس کے وہ شاکی تھے۔

زحال خستۂ بیچارگاں چہ می پرسی | فلک مخالف و ہم بخت دشمن است ہنوز

بپے دعائے تو محوی برسم عہد قدیم
کشادہ ہر دو کفت و لبت و این است ہنوز

(۱۷۸)

برخیز نگاہ یار برخیز | اے فتنۂ روزگار برخیز
بنما بجہاں رخ تجلی | اے شعلہ بے شرار برخیز
اے سرو رواں فروز گیتی | باناز کرشمہ یار برخیز
تا گردن عالمے بہ بندی | اے کاکل تابدار برخیز
بگرفت سپاہ غم دل و جاں | اے خواجہ بہ زینہار برخیز
مے ماند نہ ساغر و نہ ساقی | از میکدہ میگسار برخیز
بر ہندبتاں دگر دلم را | اے کعبہ بہ زینہار برخیز
بنشیں بخیال دوست بنشیں | برخیز بہ یاد یار برخیز
منع است سوال زاں شہ حسن | درویش ز رہگزار برخیز

محوی نہ جہانست جائے آرام
زیں کلبۂ تنگ و تار برخیز

(۱۷۹)

حسن گل از نظر شوق نہانست ہنوز | بلبل عشق ترا وقت فغانست ہنوز
چشم موسی است کجا ورنہ زخلوتگہ طور | آں تجلی کہ عیاں بود عیانست ہنوز
دیدندانم چہ بلا بود کہ آں | آفت جاں ہمہ پیر و جوانست ہنوز

الله الله چه فسون بود که خال رخ دوست ‌ ‌ ‌ مردم دیدهٔ صاحب نظرانست هنوز

راحت و رنج نشد مانع رفتار جهان ‌ ‌ ‌ دجله در وادی بغداد روانست هنوز

راز سربستهٔ ایجاد جهان کس نگشاد ‌ ‌ ‌ گنج اسرار تو با مهر و نشانست هنوز

نرگس تربت ما طرفه حقیقت دارد ‌ ‌ ‌ چشم شوق است و بسوی نگرانست هنوز

دل پر از شکوه و لیکن ز ره فرط وفا ‌ ‌ ‌ صد دعای تو مرا ورد زبانست هنوز

از جفای فلک پیر چه امید خلاص ‌ ‌ ‌ ما همانیم و فلک نیز همانست هنوز

محوی تشنه ز کف جام محبت ننهاد

رند ما معتقد پیر مغانست هنوز

(۱۸۰)

یاد دلکش عهد شبابم هنوز ‌ ‌ ‌ پیر شدم مست و خرابم هنوز

شام جوانی همه در خواب رفت ‌ ‌ ‌ صبح دمیده است و بخوابم هنوز

خواب خوشی دیدم و برخاستم ‌ ‌ ‌ سرخوش از آن خواب شبابم هنوز

دسترسم تا لب جانانه نیست ‌ ‌ ‌ درد ته جام شرابم هنوز

آتش عشقش دل سردم نسوخت ‌ ‌ ‌ پخته نگردید کبابم هنوز

ابجد عشق است روان بر زبان ‌ ‌ ‌ دور تر از درس کتابم هنوز

دوست نکرد است حساب از دلم ‌ ‌ ‌ منتظر روز حسابم هنوز

باخته ام زندگی و زنده ام ‌ ‌ ‌ رفت ز من پای و رکابم هنوز

دست به یک پیر جوان داده ام ‌ ‌ ‌ معتقد شیخ و شبابم هنوز

رفته همه [illegible] قافلهٔ همرهان ما ‌ ‌ ‌ تا بسفر پا برکابم هنوز

وعدهٔ وصل است بس محوؔ یا
منتظر عود شبابم ہنوز

س

(۱۸۱)

دردلم یک آرزوئے دیدن یار است و بس
جام چشم منتظر لبریز دیدار است و بس

خامشی ہر چار جانب گوش بر آواز دوست
عالمے در خواب نوشیں چشم بیدار است و بس

میرسد تا منزل مقصود در پایان کار
رہرو راہ طلب را شوق رفتار است و بس

از بہار زندگانی و زخزان نیستی
مدعائے باغبان اخفا و اظہار است و بس

اختلاف کفر و دیں غوغائے شیخ و برہمن
در حقیقت فتنہ تسبیح و زنار است و بس

آنچہ باقی ماندہ از صوف صفا در عہد ما
خرقہ موئینہ و پشمینہ دستار است و بس

میبرد بار گنہ محوؔی بہ بازار جزا
ایں متاع کاسدش را یک خریدار است و بس

(۱۸۲)

"بحر بے پایاں شکستیم از کنار ما مپرس"

نخل تصویریم ما از برگ و بار ما مپرس
از خزاں ما مگو وز نوبہار ما مپرس

زادگان غربتیم آوارگان دشت ہجر
از نژاد ما مجو هم از دیار ما مپرس

در زمین شورہ دل کشتیم تخم آرزو
حاصل ما در شد از کشت و ذار ما مپرس

یک دل بیچارہ و فکر دو عالم بر سرش
تا ابد بیچارگی بین کار و بار ما مپرس

چہرهٔ آشفتگاں آئینهٔ حال دل است   صورت ما بنگر و از حال زار ما مپرس
سکهٔ اخلاص ما بنشست بر روئے جہاں   نقد ما را بر محک زن و ز عیار ما مپرس
ہم خزاں ہجر دارد گونهٔ از نو بہار   داغہائے سینہ بین و ز لالہ زار ما مپرس
لشکر ناز و ادا آورد و فوج ذوق و شوق   ملک دل چوں کرد غارت شہسوار ما مپرس
دل بنگاہ ناز او بے اختیار از ما ربود   جبر چشم ناز بیں و ز اختیار ما مپرس
زحمت شام غریباں راحت صبح وطن   در سفر اندیشهٔ لیل و نہار ما مپرس
مرد عاشق می نہد بر ہر دو عالم پشت پا   ہمت مردانهٔ ایں خاکسار ما مپرس
انتہا ہر ابتدا را ہر بہارے را خزاں   یاد دار ایں قول و از انجام کار ما مپرس
کوہ ہا را برد از جا صرصر باد فنا   اندریں طوفاں چہ شد مشت غبار ما مپرس
ساکن شہر خموشانیم بے نام و نشاں   دیدهٔ عبرت کشا و از مزار ما مپرس
گوش لبریز نوا و ذوق غرقاب نغم   با یمین السلطنة حدلیار ما مپرس

عجز ہا کردیم لیکن او خبر از خود نداد
یار بے پرواست محوی حال یار مپرس

(۱۸۳)

از دوست نے وفا نہ ز دشمن جفا شناس   ہر آنچہ می رسد بسرت از خدا شناس
بنشیں دمے بدیدہ خد و خال روئے خویش   دل را مثال آئینہ خود نما شناس
گر دادہ بہ بوتہ دل چاشنیٔ فقر   آں را خمیر مایهٔ صد کیمیا شناس
خواہی اگر کہ گام زنی بر رضائے دوست   ہر شیوہ را نگاہ کن و ہر ادا شناس
تا جذب ذات او نہ شوی از کمال شوق   مگذار بندگی و خدا را خدا شناس

بادستگاہ ناطقہ و قوت بیاں — دربزم راز ساز بیاں بے صدا شناس
آں خواجہ را کہ چارہ گر بے نوا نشد — با صد ہزار برگ و نوا بے نوا شناس
با خویش ہیچ چیز نیاوردہ ز غیب — ہر انچہ یافتی بجہاں از عطا شناس
بنیاد ایں جہاں ہمہ بر علم و حکمت است — ہر ذرہ کہ بنگری انیجا بجا شناس
دل میشود شگفتہ ز ہر حرف دلنشیں — دل را برنگ غنچہ سخن را صبا شناس
محوی چساں رسی بسر مدعائے دل
چوں در بر تو نیست دل مدعا شناس

(۱۸۴)

در فکر یار ہر کس دیارے ندید کس — ہر جا گل و بہار و بہارے ندید کس
زیر سم سمند سوار سبک عناں — پامال گشت ملک و غبارے ندید کس
اے شاہدان لالہ و گل ایں چہ ماجراست — آتش گرفت باغ و شرارے ندید کس
گوشش گل اندریں چمنستان برنگ و بو — پر شد زنغمہا و ہزارے ندید کس
داری ہوائے وصل بلائے فراق کش — گل را بغیر زحمت خارے ندید کس
آساں مداں ز بند غلامی گریختن — زیں بارگاہ راہ فرارے ندید کس
زاں بادۂ کہن کہ بہ محوی رسیدہ است
ہر خام خوردہ جام و خمارے ندید کس

ش

(۱۸۵)

منظور نظر باش کہ مقصود رواں باش — اے آفت جاں باعث آرامش جاں باش

ای شوق سراسیمه مده دامنش از دست — وی دیدهٔ حیرت‌زده سویش نگران باش
در منزل او قیس صفت خاک‌نشین شو — بر سنگ درش سر زن و فرهادنشان باش
چون یار دل‌آرای تو بی‌نام و نشان است — تو نیز برو عاشق بی‌نام و نشان باش
غافل مشو از ناله به هنگام بهاران — ای بلبل شوریده نه پابند خزان باش
بیش و کم عالم به یقین دان همه هیچ است — وز نیک و بد دهر دگر هیچ مدان باش
یک عمر نشستی به ادب پیش فلاطون — یک چند بیا معتقد پیر مغان باش

از جام فنا حافظ و صائب همه مست‌اند
محوی تو هم آمادهٔ این رطل گران باش

(۱۸۲)

باغبان فطرت و میدان جهان گلزارش — نخل این باغ حیات است و محبت بارش
قسمت بلبل شیدا ز ازل آزار است — گل اگر یار شود خار دهد آزارش
دل افسرده بخوابست بیا دیدهٔ تر — بر رخش آب بزن تا بکنی بیدارش
ره غلط کرده برین راه فتادی لیکن — گر همین است ره عشق دلا گلزارش
منتظر گوش که یک حرف ز لعلش شنود — دیده مشتاق که چون دست دهد دیدارش
رنج رنج است اگر یار عیادت نکند — رنج راحت شود ار دوست کند تیمارش
بر رخش هست همان خال و خد چهره و فا — حسن گر رفت پدید است همه آثارش
یار در پرده کند کار چه یارای خرد — که به کنهش رسد و پرده کشد از کارش
ای که در خانهٔ آسایش تن می‌باشی — بر حذر باش ز ریگ است در و دیوارش
تو چه دانی که چه سوداست مرا اینجا چه زیان — اندرین ملک دگر جنس دگر بازارش

کلک استاد محیط است همه عالم را — نقطهٔ نیست که بیرون رود از پرکارش
عاشق خسته نیاسود شب از درد فراق — تا سحر بود روان دیدهٔ دریا بارش

شعر محوی به مثل قند مکرر گردد
گر لب یار به الطاف کند تکرارش

(۱۸۷)

اگرچه بود گوارا تر از شکر سخنش — نیافت بهره مگس زتنگیٔ دهنش
چه پیچ ها که نه افگند کاکلش بجهان — چه فتنه ها که نه انگیخت چشم پرفتنش
برنگ شمع که تابد ز پردهٔ فانوس — دمد ز پیرهن او لطافت بدنش
حلاوت سخنش گر گذر کند بخیال — لب خیال زند بوسه بر لب و دهنش
فتاده اند زبان بسته وکشاده نظر — هزار بلبل گویا بگوشهٔ چمنش
بمن حکایت کهسار و کوهکن چه کنی — که سینه ام همه کوه است درد کوهکنش
بغیر بندگران دوست گردنی نگذاشت — فغان زچابکی وزدرازی رسنش
بسوز سینه چو پروانه میزند بچراغ — چراغ را چه تامل بود بسوختنش
غرض زپاکی دامان یوسف است چه سود — سوال هیچ نپرس چاکهای پیرهنش
هلاک حاسد بدخو است خود شعار حسد — چو کرم پیله که بر خویش می تند کفنش

کجاست محوی آشفته سر خدا داند
گذشت عمر که آواره گشت از وطنش

(۱۸۸)

اے سرزمین عشق چمن پرور نشتان مباش — در کشور تیره دلی آسمان مباش

مارا ہزار بار بہ ہجر آزمودہ
اکنوں بیا و در پے ایں امتحاں مباش

مقصود از جنانست بہار جمال دوست
روئش بہ بیں و مائل سیر جناں مباش

رہ میبرد بدشت جنوں کارواں عشق
اے عقل خیرہ رہزن ایں کارواں مباش

تمغائے امتیاز نئی عام راست عشق
مجنوں نگشتہ داخل ایں دودماں مباش

از گرم و سرد اہل جہاں یا بپیچ سر
یا از جہاں کنارہ کش و در جہاں مباش

گہ میکشد ز خاک گہے میبرد بخاک
غافل ز عشوہ بازی ایں خاکداں مباش

"اول بلا بمرغ بلند آشیاں رسد"
در برق و باد مرغ بلند آشیاں مباش

یک در بگیر و مرد صفت محکمش بگیر
سرگشتہ چوں گدا بدر ایں و آں مباش

نان جویں بآب جبیں تر کن و بخور
بر خوان سفلہ کاسہ لیس میہماں مباش

حرف سبک فرا خور نامرداں بود
حرف سبک مگو و بہر دم گراں مباش

از پنجہ نیست زور ترا رستمی مکن
در دست نیست جام ترا جم نشاں مباش

استادگی جمود و روانیست ارتفاع
آزردہ از روانی عمر رواں مباش

فرصت کم است ہر چہ کنی در بہار کن
در انتظار آمد فصل خزاں مباش

خواہی اگر کنند ز بند قفس رہا
اے عندلیب جز فغاں نغمہ خواں مباش

ہر ذرہ میپرد بہوائے لقائی تو
اے آفتاب حسن ز نظر نہاں مباش

بزم ادب کہ آشنا بود جلوہ گر در آں
در جستجوئے نکتہ رس و قدرداں مباش

محوی کہ شد اسیر کمند ولائے تو
رحمے بحال او کن و نامہرباں مباش

صائب چه فارغ است ز بے برگی خزاں | مرغیکه در قفس گزراند بهار خویش

آئی اگر دمے بدل جاں نثار خویش | بنمایدت بهار دل داغدار خویش
راضی شدم بدرد فراقت ز سادگی | ناآزموده طاقت صبر و قرار خویش
عهد قدیم وصل ز سر تازه می شود | چوں یاد میکنم ز فرامُوش گار خویش
حاصل نشد که یک دم آزادگی کشد | شرمنده ام ز زندگی مستعار خویش
یکرنگ باش ورنه چو طاؤس هفت رنگ | افتی بدام درد ز نقش و نگار خویش
فرقے میان عهد بهار و خزاں نکرد | آنکس که داشت رنگ خزاں در بهار خویش
بنگر دمے به آئینه دل که می شود | آئینه بر تو حال و خد روئے یار خویش
همت طلب ز ملک ستاناں بے سپاه | تا شهر خویش باشی و هم شهریار خویش
بالا و پست جمله پُر است از جمال دوست | منگر بچشم کم به یمین و یسار خویش
تا بسته ایم چشم بمال تو انگراں | افتاده ایم از نظر اعتبار خویش

محوی نداشت دست به بست و کشاد راز
خود دوست بود پرده در و پرده دار خویش

(۱۴۰)

تراکه گفت که در بند کفر و ایماں باش | گزر ز هر دو اسیر رضائے جاناں باش
ز حکم دوست ترا چاره نیست جز تسلیم | به کفر گر نه پسندت ترا مسلماں باش
بعشق دانش پیری کمال ما دانیست | بساں طفل درین رهگزار ناداں باش
اگر تو خود نتوانی شدن سراپا درد | برائے درد دل درد مند درماں باش
بدوست عهد و فا بستهٔ ز قول "بلیٰ" | بهیچ سر ز بلا پائے بند پیماں باش

برون ز خاطر ویران خود مرو پے خضر　　تو خضر راه خودی اندرین بیابان باش

مده ز دست پے مال و زر شرافت نفس　　حریص دولت دنیائے دون چندان باش

بشکل خویش خدا آفرید انسان را　　همین بس است خدا را بشکل انسان باش

هوائے نام و نشانست گر ترا بجهان　　نهان ز چشم خلائق چو آب حیوان باش

بیک نگاه گدائیکه دو جهان بخشند　　گدائے رهگزار همان کریمان باش

به بزم شاد سخن سنج و نکته دان محوی
بسان بلبل شوریده سر غزلخوان باش

(۱۹۱)

اے با خبر ز حالت ما بیخبر مباش　　پوشیده از نظارهٔ اهل نظر مباش

گر طالبی براه محبت جریده رو　　در فکر زاد و بدرقه و راهبر مباش

بهر جراحتے که رسد از سنان دوست　　در جستجوئے دادرس و چاره گر مباش

در عذر دامن تر و طبع نشاط جو　　بے خاطر شکسته و بے چشم تر مباش

یک در بگیر دست طلب محکمش بگیر　　چون بندگان حرص و هوا در بدر مباش

هر لحظه بهر شاه دعا کن بصدق دل　　یعنی که منحصر بدعائے سحر مباش

همدم برو بمدرسه و درس خرد بگیر
در انتظار محوی آشفته سر مباش

(۱۹۲)

اے بیخبر که گفت ترا باده نوش باش　　چون میکده مدام بجوش و خروش باش

داری اگر بدل هوس بادهٔ ظهور — تائب ز میکشی صفت میفروش باش
خاک ترا بآب مروت سرشته اند — در کار خیر چون خم باده بجوش باش
رو، پیش ما حکایت عیب کسان مکن — بر عیبها چو پیر مغان پرده پوش باش
بر هر صدائے دهر به هر رنگ آسمان — چون زادگان مغ همه تن چشم و گوش باش
روز جزا حساب دهٔ قطره قطرئی — چون میکشان نه شیفتهٔ ناو نوش باش
هنگام احتیاج چو یاران میکده — با دوستان خویش تو هم دست دوش باش
بنشین بدوستان صراحی صفت بخند — در بزم غیر چون لب ساغر خموش باش
هر روز در ترقی علم و عمل بکوش — امروز چون شراب کهن بهٔ ز دوش باش
شور و خروش رسم و ره نارسیدگانست — چون بادهٔ رسیدهٔ ما بے خروش باش
بزم جهان بسر بده زیر و زبر مکن — چون درد ته نشین بکول این کوش باش

این پند عاقلانه ز محوی بگوش گیر
در این جهان بگوش نصیحت نیوش باش

ل

(۱۹۳)

"سر و چشم بر خاکپائے رسول"

شگفته است دل در فضائے رسول — که دم میزنم در هوائے رسول
نسیم مدینه بجان میدهد — شمیم دم جانفزائے رسول

هنوز از صفا بر ملا میرسد   بگوشش حریفان صدائے رسول
به بستان نوید طرب میدهد   به نالهٔ رسالت نوائے رسول
سوے خوان مجد و علا میکشد   دل اهل عرفان صلائے رسول
چه اقلیم دلها مسخر نکرد   دل گرم و شیریں ادائے رسول
بدیں همتیں ناکشاده گره   نه بگذاشت فکر رسائے رسول
مجو حکمت اهل یونان و روم   که بهتر نه یابی ز رائے رسول
رسالت ز حکمت فراتر بود   حکیمان نگیرند جائے رسول
هر انجا که حکمت بآخر رسد   بود آں مقام ابتدائے رسول
بیا در مدینه که بینی عیاں   ز هر گوشه پیدا ضیائے رسول
بصحرا نوردان پر آرزو   صبا می برد مرحبائے رسول
ندانم دریں جا کجا پا نهم   که هر جاست نقشے ز پائے رسول
بجائے قدم از ادب می نهم   سر و چشم بر خاکپائے رسول
بنال اے دل خسته و کم مباش   ز چوب ستون متکائے رسول
درانجا به بیمار غم میدهند   دوا ها ز دار الشفائے رسول
درانجا همه عقده حل می شود   ز فیضان مشکل کشائے رسول
نه مردند مردان که جاں داده اند   براه خدا و برائے رسول
جسوران یکدل که سر کرده اند   جهادش صبر آزمائے رسول
چو صدیق اکبر به تصدیق دیں   نشد دیگرے همنوائے رسول
علی نونهال گلستان علم   ثمر برگ و بار دعائے رسول

نبی بود و عثماں از آں بود کہ یافت — دو نعمت ز دولت سرائے رسول

ولائے پیمبر ولائے خداست — رضائے خدا در رضائے رسول

برات خدا بود از جان و دل — دل و جان است فدائے رسول

نظامت بنا کرد محوی سرود

بدیں جامہ مدح و ثنائے رسول

م

(۱۹۴)

بیاد کاکل و رخسار یار میگریم — گذشت عمر کہ بلبل و بہار میگریم

رسید فصل گل و گلعذار ما نرسید — دریں بہار چو ابر بہار میگریم

ستم کشیدۂ ہجرم قرار در دل نیست — چہ جائے طعنہ اگر بیقرار میگریم

جہاں بگریۂ من قاہ قاہ میخندند — منم کہ باز ہماں زار زار میگریم

صدائے ہمنفساں میرسد ز عالم غیب — بہ آہ و نالہ چو در کوہسار میگریم

صبا ز من برساں ایں خبر بہ اہل دیار — کہ صبح و شام بدرد دیار میگریم

دمیکہ یاد کنم بزم انس پیر مغاں — چو برق می تپم و ابر وار میگریم

مرا گذاشت بہ تنہا و کارواں بگذشت — چو طفل گم شدۂ رہگذار میگریم

محرم است و پئے نذر شاہ کرب و بلا — بجائے اشک دُرِ شاہوار میگریم

بگریہ کردہ ام آغاز زندگی محوی — اجل رسید و بر انجام کار میگریم

(۱۹۵)

از نور شمع عارض جانانه سوختیم — بے شعله و شراره چو پروانه سوختیم
از داغ دل بخرمن هستی شرر فتاد — یعنی ز شمع خانهٔ خود خانه سوختیم
صد کاروان بمنزل مقصد رسیده اند — از یک چراغ ما که بویرانه سوختیم
سوزند همچو مرده زنان در دیار هند — از ما عجب مدار که مردانه سوختیم
خواب آورد فسانه مگر ما ز سوز دل — در چشم خلق خواب بافسانه سوختیم
صد ره دریں جهان بخیال رضائے دوست — برهم زدیم کعبه و بتخانه سوختیم
از ما بجز حکایت دیوانگی مجو — دیر است دفتر دل فرزانه سوختیم
هامان بجز آتش نمرود بر فروخت — ایما ز دوست رفت خلیلانه سوختیم
باشیم تا نه بر محک یار زر دو رو — در بوتهٔ یگانه و بیگانه سوختیم

محوی غریب مرد و با آه شررفشاں
بر خاک او چراغ غریبانه سوختیم

(۱۹۶)

زباں از دوست بیجا شکوه پرداز است میدانم
جواب صد نیاز عشق یک ناز است میدانم
باین وعده خلافی میکنم هر وعده اش باور
همیں اعجاز آں لعل سخن ساز است میدانم
بصحرائے محبت میدهم سر طایر دل را
ولے ایں مشت پر در پنجهٔ باز است میدانم

بگوشم میرسد هر دم صدائے تازہ از گردوں
من از بے دانشی بشنیدہ آواز است میدانم

نمیدانم چراست کشم دربان و حاجب را
بروئے ہر کس و ناکس در ت باز است میدانم

ز جام عشق مینوشم چہ انجام است می فہمم
بسان بادہ میجوشم چہ آغاز است میدانم

زباں ہر چند میدارد نہاں راز محبت را
ولے رخ در پئے افشائے ایں راز است میدانم

دہم صد بار جاں بر وعدہ دیدار او محوی
ولے ایں حرف از لعل سخن ساز است میدانم

(۱۹۷)

تا ما وفا پرستان از بزم تو جدائیم	سوزاں برنگ شمیم نالاں بساں نائیم
شور آبہ محبت مارا بہ شیر دادند	یعنی ز عہد طفلی زیں درد آشنائیم
از ما خبر چہ پرسی از کارگاہ عالم	از خود خبر نداریم در عالمے کہ مائیم
آوردہ ایم آخر پائے طلب بدامان	در گوشۂ قناعت شاہ گدا نمائیم
توہین ما غلامان حاشا روا نباشد	ہم خواجہ ہست مارا ہم صاحب خدائیم
دلسوز ہر کرشمۂ جاں بخش ہر ادایت	مفتون ہر کرشمۂ ممنون ہر ادائیم
خضر خجستہ طلعت، بنمارہ حقیقت	عمرے گزشت مارا در فکر رہنمائیم
احمد کلیم مارا آوردہ است اینجا	چوں لا پر کاہ محوی در جذب کہربائیم

(۱۹۸)

حسن شور و شر جاں بود نمی دانستم — عشق فریاد و فغاں بود نمی دانستم

بر خط سبز نظر کرده گرفتار شدم — دام در سبزه نہاں بود نمی دانستم

دل بصد حیله ربودم ز کمند زلفش — چشم با تیر و کماں بود نمی دانستم

رفتم و شکوه ز آزار رقیباں کردم — یار خود در پے آں بود نمی دانستم

ہستی خود و جہاں بود مرا عین یقیں — آں ہمہ وہم و گماں بود نمی دانستم

پشت ہمت ز گرانباری عشقت خم شد — ایں چنیں بار گراں بود نمی دانستم

خنده بر گریۂ دل سوختگاں میکردم — قسمتم نیز ہماں بود نمی دانستم

دی غزل خواند به آہنگ جواناں پیرے
محوی شیوا بیاں بود نمی دانستم

(۱۹۹)

رفتیم گرچه ہمدم و رہبر نہ یافتیم — تاب فراق در دل مضطر نہ یافتیم

میخواست دل ز تیغ تو یک زخم دلکشا — آسایش از جراحت خنجر نہ یافتیم

رفتیم بیقرار پے سجدۂ درت — فرصت مگر بسجدۂ آں در نہ یافتیم

دارائی دیار شہادت بما رسید — دل شادماں که تخت سکندر نہ یافتیم

دیدیم آرمیده خدائے نصیریاں — پیغمبرے اگر تہ چادر نہ یافتیم

آزاده تر ز صاحب بوذر ندیده ایم — بخشنده تر ز خواجه قنبر نہ یافتیم

افگند باب خیبر و ایں طرفه ماجراست — افتاده تر ز فاتح خیبر نہ یافتیم

طوفاں رسید موج بگرداں کشید سر — کشتی شکست ساحل و لنگر نہ یافتیم

طالب بیا مدینهٔ علم رسول را / زین در درے کشادہ و بہتر نہ یافتیم
شاید کہ بند زلال لبش رفع تشنگی / تسکین ز جام شربت کوثر نہ یافتیم
از خواجہ درس ہمت و مردانگی بگیر / کو را ز دور چرخ کدر نہ یافتیم

محوی بروز حشر ز غوغائے دار و گیر
جائے پناہ جز بہ پیمبر نہ یافتیم

(۲۰۰)

حدیث عشق کہ تفسیر حسن یار کنم / از این دو کار ندانم کدام کار کنم
ز منع عشق چہ حاصل مرا کہ من این کار / ہزار بار کنم صد ہزار بار کنم
نشستہ ام بسر راہ او بدین امید / کہ جان نثار بر آن نازنین سوار کنم
کجاست شاہد شیرین ادا کہ در عشقش / دوبارہ صنعت فرہاد آشکار کنم
گذشت عہد شباب و ہوائے عیش و نشاط / خزان رسید چہ سامان نوبہار کنم
بر افگنم ز جہان رسم جانفزائے امید / اگر سخن ز دل ناامیدوار کنم
محبت است کہ ہر زخم تلخ کامی را / بہ نوشدارو ئے نام تو خوشگوار کنم

ہزار بار بہ بست و ہزار بار شکست
دگر بہ توبۂ محوی چہ اعتبار کنم

(۲۰۱)

نگہ بے نطق قایل بود شب جائیکہ من بودم / خروش از جنبش دل بود شب جائیکہ من بودم
تنفس ساز محفل بود شب جائیکہ من بودم / سرود از پردۂ دل بود شب جائیکہ من بودم
ز حسن خویشتن سرمست ساقی سرگران رندان / عجب مستانہ محفل بود شب جائیکہ من بودم

نقاب افتاده بود از عارض تابان جانانه　　عروج ماه کامل بود شب جائیکه من بودم
نمود از جلوه هائے جانفزا انظار را فرحت　　نظر را کار با محمل بود شب جائیکه من بودم
محبت کار سیفر بود با صد حشمت و تمکین　　خرد دعوائے باطل بود شب جائیکه من بودم

دل آشفته محوی جز این دیگر نمیداند
که لیلائے به محمل بود شب جائیکه من بودم

(۲۰۲)

خود عاشق خویش و یار خویشیم　　اعجوبه به روزگار خویشیم
عشقت مگر از خودی بر آرد　　از دیر در انتظار خویشیم
پیری همه حاصل جوانیست　　در عین خزان بهار خویشیم
ناصح تو چنان کنی نصیحت　　گویا که به اختیار خویشیم

محوی بدیار نکته سنجی
شرمندهٔ اعتبار خویشیم

(۲۰۳)

مرا بیار چه حاجت که آشنائے خودم　　بحسن خویش نظر میکنم فدائے خودم
نه در سرم هوس مے نه آرزوے بهار　　مدام سرخوش و سرمست و رسوائے خودم
نداد رخصت آوارگی بدشت جنون　　رهین منت پائے شکسته پائے خودم
گہے ز عجز و نیاز خودم نیاز طلب　　گہے بسجده جبروت و کبریائے خودم
مرا نیاز به پیران محو نمائے تو نسبت　　که من مرید ضمیر خدانمائے خودم
بکنج درد چه حاجت مرا بچاره گر است　　که من طبیب خود و درد خود دوائے خودم

چو مید ہد ز حقیقت مرا خبر محوی
رہین منت طبع سخن سرائے خودم

(۲۰۴)

جلوہ حسن تو در کون و مکاں می بینم
آنچہ پنہاں بہ نہاں ہست عیاں می بینم

پرتو روئے تو در لالہ و گل می یابم
تاب رخسار تو در آب رواں می بینم

آمد و رفت نفس گردش خوں جنبش دل
از تو یک غلغلہ در عالم جاں می بینم

می کشایند بدیدم چو در علم یقیں
آں ہمہ را کہ یقیں بود گماں می بینم

از دم تست گل افشاں چہ بہار چہ خزاں
ہم بہار تو بہ ہنگام خزاں می بینم

ہدیہ بندگی آوردہ ام و تحفہ عجز
زانکہ ایں جنس دریں عہد گراں می بینم

ہست راہے بسوئے دوست گر نیست چرا
آں ہمہ راہ پر از راہرواں می بینم

رعب حسن است کہ در حضرت تو محوی را
با ہمہ نطق و بیاں بستہ زباں می بینم

(۲۰۵)

بری از کعبہ و دیر است ایمانے کہ من دارم
سراسر منطق عشق است برہانے کہ من دارم

بری از کعبہ و دیر است یزدانے کہ من دارم
بجاں پروردہ عشق است ایمانے کہ من دارم

من از پیر طریقت خواندہ ام درس ادائے
بجز حرف محبت نیست قرآنے کہ من دارم

بہ تسلیم الہی کردہ ام شاگردئے فطرت
ادب آموز لقماں است یونانے کہ من دارم

جگر دلدادہ داغ است گر آمادہ سودا
زبان عشق می فہمد زباندانے کہ من دارم

دمے از ناز گر بند نقاب از چہرہ بردارے
ز دامن بگذرد چاک گریبانے کہ من دارم

بود در سلک من مین خود بینی خدا بینی — دمے با خود تامل کن بہ عرفانے کہ من دارم
مدہ با دشمناں تنگدل تکلیف جانبازی — کہ نذر لطفہایت کردہ ام جانے کہ من دارم
اگر چاک است در داماں دلیل پاکدامنی — پر است از صد ہزاراں چاک دامانے کہ من دارم
بشمع ہستیم محوی چرا دامن زند صرصر
ز عنوان خود پیدا است پایانے کہ من دارم

(۲۰۶)

من ہمہ عمر براں جادۂ بستاں رفتم — آمدم بیخود و زخلد حیراں رفتم
ہمچو آں غنچہ کہ آید بسحر شام رود — آمدم جمع و دریں باغ پریشاں رفتم
لذت عشرت صبح وطنم رخت زیاد — بسکہ یک عمر رہ شام غریباں رفتم
صحبت بیخشۂ گل چہ بلا بود کہ صبح — شبنم آسا ز چمن بیخود و گریاں رفتم
دامن دل زکفم برد نہ بسجدہ نگذشت — من ازیں ہرد و گزر بر زدہ داماں رفتم
منم آں نکہت پیراہن یوسف کہ ز مصر — بہ ہوا خواہی یعقوب بہ کنعاں رفتم
چوں شنیدم بکناری و ندیدم بکنار — سخت حیراں شدم و سر بگریباں رفتم
چوں دل غمزدہ را عالم ویراں بکشود — رخت بر بستم و از منزل ویراں رفتم
نیست غافل دلم از یاد عزیزاں محوی
گرچہ دیر است کہ از یاد عزیزاں رفتم

(۲۰۷)

بیگانہ ام بحضرت او یا یگانہ ام — ہر جا کہ ام فتادہ بر آں آستانہ ام
گاہے بعذر عاشقی و گہ بہ بندگی — وابستۂ درش بہ ہزاراں بہانہ ام

با قدسیان سدره نشین در هوای او | پر می‌زنم که طائر قدس آشیانه ام
بشنیده ام از آن لب شیرین ترانهٔ | آگنده گوش و بسته زبان از ترانه ام
با چار گنج عنصر و با پنج گنج هوش | مفلس مگو که صاحب چندین خزانه ام
هر داغ را که دوست بدر دل است جائے | هر تیر را که یار زند من نشانه ام
خال رخش چو دانه و آب رخش چو آب | پروردهٔ قدیم همین آب و دانه ام
بیداری و درازی شبهائے انتظار | از یاد برد لذت خواب شبانه ام
اے همنفس ز هستی موهوم من مپرس | امروز خواب غفلت و فردا فسانه ام

ناظم چه سان ز وضع زمان گو یا چو من
خود واضح زمانه و وضع زمانه ام

(۲۴۸)

سخن ز شوخی آن شوخ دلربا چه کنم | گله ز حسن خدادادش از خدا چه کنم
بکشوری که در آن خون عاشقان هدر است | شهید نازم و دعوئے خون بها چه کنم
به محفلی که ز چشمش روان موج شراب | خیال زهد و تمنائے اتقا چه کنم
نگاه داشته ام دل ز زلف دست دراز | اگر طلب کندش چشم سرمه سا چه کنم
پر است دل ز فغان و گرفته است گلو | صدا نمی دهد این نائے بے نوا چه کنم
نمی رسد چو بفریاد من کسے بجهان | بدرد سازم و فریاد نارواچه کنم
امید از دم جانبخش دوست بود نماند | گزشت درد ز حد دوا دوا چه کنم
دعائے ترک و فنا نیز مستجاب نشد | اجابت است حریف دعا دعا چه کنم
چنان زدند گره ها بر رشتهٔ کارم | که جمله رشته گره گشت است وا چه کنم

نه کس بعاریه گیرد ز من نه کس به بها — دل شکسته ندانم که من ترا چه کنم

گرفتم اینکه نمودم سیاه موے سفید — مگر بایں قد خم گشته دو تا چه کنم

بقا بقائے خدا ایست و باقی ہیچ است — فنا ست در خور من خواهش بقا چه کنم

شب است کوته و افسانه فراق دراز — بیان درد و حکایت ز ماجرا چه کنم

چو مدعائے دل محویؔ وصال طلب
عیانست پیش تو اظهار مدعا چه کنم

(۲۰۹)

"یارب چه چشمه ایست محبت که من از آں — یک قطره آب خوردم و دریا گریستم"

بر حال خود نه بر دل شیدا گریستم — چندانکه بر منازل سلمیٰ گریستم

بر کاروان رفته یاران هم نشیں — پنهاں ملول گشتم و پیدا گریستم

هر جائے می نمود نشانے ز رفتگاں — هر جائے ناله کردم و هر جا گریستم

دیدم تهی چو دامن صحرا از آں غزال — بر روے کشیده دامن صحرا گریستم

گه در خیال ساقی مست شراب ناز — گاهے بیاد خنده مینا گریستم

غمدیده فراقم و از من عجب مدار — گر بر فراق دوست بغوغا گریستم

از گریه ام مپرس که من ماه و سالها — با ابر دجله بار بدعوے گریستم

تا بود دل ز چاشنی درد آشنا — بر هر حدیث بے سر و بے پا گریستم

باید مرا کنوں پے عقبیٰ گریستن — یک عمر بر مصیبت دنیا گریستم

گریم بجور چشمی خود محویا که من
اعلیٰ گذاشتم پے ادنیٰ گریستم

(۲۱۰)

مرا به سادہ دلیہائے من تواں بخشید — گناہ کردہ ام و چشم آفریں دارم ۔ نظیری

دلی ز مہر لبالب تہی ز کیں دارم — نہ نوش و نیش چو زنبور انگبیں دارم

مبیں بچشم حقارت بہ تنگی دل من — دو عالم است کہ پوشیدہ اندریں دارم

نشاں خواجگی من ہمیں بس است کہ من — نشان بندگی دوست بر جبیں دارم

من آں درخت بلند م بگلشن تخلیق — کہ فرق بر فلک و پائے بر زمیں دارم

ہزار تلخی و ترشی کشیدم ولیکن — ز رفت نشہ کہ از جام اولیں دارم

بیار چشم ندامت چنانکہ اہل جہاں — گماں برند کہ دریا در آستیں دارم

ز کید نفس ستمگار خویش می ترسم — کہ نقد دل بہ بغل دزد در کمیں دارم

تہی است دامن و صیم زر دولت ایقان — نہ پاس ملت بیضا نہ درد دیں دارم

ظفر نیافتہ ام بر عدوئے حرص و ہوا — نہ ملک صبر و قناعت نہ نگیں دارم

نماز میکنم و دل بکار و بار جہاں — بجبہ میروم و بت در آستیں دارم

ز رفت شیوہ گبری ز فطرتم کہ ہنوز — سر پرستش ہر روئے آتشیں دارم

نگاہ شیفتہ حسن صورت است چہ باک — کہ دل فریفتہ صورت آفریں دارم

تواں شناخت ز شعرم کہ گاہ عرض سخن — نہ فکر نکتہ نہ پروائے نکتہ چیں دارم

بایں نوائے پریشاں چہ دم زنم مخوی
کہ فکر صائب و طرز علی حزیں دارم

(۲۱۱)

نیستم انساں اگر بر خلق انساں نیستم — صورت اہرمنم بر شکل یزداں نیستم

ایں ہمہ رعنائی و زیبائی من از کجاست | چوں فدائے خود شدم گر عکس جاناں نیستم
آب و تاب روئے او تا گشت خضر راہ من | چوں سکندر در ہوائے آب حیواں نیستم
رہبر من شوق و ہمت زاد من صبر و سکوں | شکر در راہ طلب بے ساز و ساماں نیستم
بستۂ زلف و رام کشتۂ چشم سیاہ | کور باد آنکس کہ میگوید پریشاں نیستم
شعلہ از ہر آہ میخیزد نیم برق تپاں | نالہ از ہر بند میریدم نیستاں نیستم
طالبم اشک ندامت را کہ آب رحمت است | بے سبب آوارۂ وادئ عصیاں نیستم
عالم امکاں تماشا گاہ حسن سرمدیست | چوں شوم گرم تماشا چشم عرفاں نیستم
ہر حدیث حسن باور میکنیم از روئے دوست | چوں نہ باور دارش منکر ز قرآں نیستم
سوختم داغ اطاعت بر جبین اعتقاد | تا نہ پنداری کہ از خیل غلاماں نیستم
در بہار عشوۂ خواہی خریدن بندہ را | نرخ بالا کن کہ من ایں مایہ ارزاں نیستم
درد جاں افزائے تو پہلو ید رماں میزند | درد قدرے بیش کن جویائے درماں نیستم
میکنم تا در میاں کفر و ایماں امتیاز | در حقیقت نکتہ داں کفر و ایماں نیستم
می ستایم رنگ و بو ہر جا کہ می بینم گلے | پائے بند چار دیوار گلستاں نیستم
می برم با خویش رزق خود بہر جا نسرائے | میزباناں نیک می دانند مہماں نیستم
رندی و مستوری من بر تو اے جاں روشن است | کے تو انم گفت با تو ایں نیم و آں نیستم

راہ و رسم عاشقی محوی چہ آموزی مرا
اوستاد ایں فنم طفل دبستاں نیستم

(۲۱۲)

ایکہ مدام دیدہ بر در او گدائیم | باش دمیکہ میرسد نوبت پادشاہیم

قیدِ حیات و بندِ غم می شکنند و می برند
از در عجز و بندگی تا بخدا ائیسم

دست فشاں و پا بکوب نے انکہ بزم کن فکاں
نغمۂ ساز سرمدم زمزمۂ آلہیم

ملک جہاں گرفتہ ام از مدد ہنروری
کوفت خرد بچار سو کوس جہاں پناہیم

آنکہ گرفت بے سپاہ عرصۂ کائنات را
بستہ ایں حصار غم از پے آں سپاہیم

داد خطا اماں قدر از ہمہ پرسش گنہ
گشت نوشتۂ قضا محضر بے گناہیم

کے برہ خطا روم کے شوم از درت جدا
گر تو بلطف خویشتن راہ دفا نمائیم

بر قد خویشتن بدوز چست قبائے راستی
محوی بینوا مزن طعنہ بکج کلاہیم

(۲۱۳)

در پے فکر نشاں بے نشاں افتادہ ایم
در گماں ہائے غلط ما بگماں افتادہ ایم

بر سر ما بارہا یک آسماں افتادہ است
بارہا ما از سر یک آسماں افتادہ ایم

در سواد قلب عالم بود مارا نیز جائے
گرچہ اکنوں از مکاں و لامکاں افتادہ ایم

گل اگر شگفت در صحن چمن مارا چہ سود
ما کہ از فصل بہاراں و خزاں افتادہ ایم

داستان ہستی مارا جہاں از یاد برد
ہمچو یک حرف غلط از داستاں افتادہ ایم

بس کہ بگزشت زیں رہ کارواں زندگاں
ما چو گرد رہ پس ایں کارواں افتادہ ایم

فارغ از تہذیب جاں و غافل از تادیب نفس
روز و شب در کاد کاو آب و ناں افتادہ ایم

ہادی خلق ایم محوی با ہمہ افتادگی
ہمچو نقش پا براہ رہرواں افتادہ ایم

(۲۱۴)

(۲۱۴)

امید صبر از دل ناکام کرده ایم
در عمر خود بسا هوس خام کرده ایم

از ما مجو شکایت راه وفا که ما
آنجا هزار شکر به هر گام کرده ایم

وارستگی ز کاکل و آشفتگی ز زلف
مستی ز چشم مست کسے وام کرده ایم

خون جگر بکاسهٔ چشم است جوش زن
بنگر به بادهٔ که درین جام کرده ایم

موسیٰ بدشت وادی ایمن ندیده بود
نظارهٔ که ما به سر بام کرده ایم

کردیم قصد عشق و نهادیم دل بمرگ
ز آغاز کار فکر سر انجام کرده ایم

بوسیده ایم با رخ او زلف کافرش
این کفر را ضمیمهٔ اسلام کرده ایم

از ما رمیده بود غزال خیال دوست
از خود رمیده ایم و بخود رام کرده ایم

تا بسته ایم باب تمنا بروئے دل
قطع نظر ز گردش ایام کرده ایم

جز خدمت خلایق و جز نام نیک نیست
آن را که ما حیات ابد نام کرده ایم

محوی بلند پایه سخن را ز جهل خویش
بیقدر و پست پایه و بدنام کرده ایم

(۲۱۵)

شهید یک نگاه میکش جانانه گردیدم
سبک سر بودم و بیخود بیک پیمانه گردیدم

نشد حاشا سراغ زان بت خاطر نشین پیدا
بسے سرگشته گرد کعبه و بتخانه گردیدم

گناه من چه می بینی ز بس داد و جانبازی
که رویت شمع محفل گشت من پروانه گردیدم

پے یک بیوفا عهد وفا با دشمنان بستم
رمیدم از یگانه همدم بیگانه گردیدم

نگشتم سرخرو در حلقهٔ جانباز نخچیران
شکار ناوک ترکانهٔ او تا نه گردیدم

نبودم پائے بند آب و گل چوں طایر قدسی — فتادم در قفس محتاج آب و دانہ گردیدم
عطائے پیر یاراں بنگر خطائے کافر نعمت — کہ مہماں آمدم اینجا و صاحب خانہ گردیدم
یقیں کردم کہ ایں اشکے ست از چشم گشاد دلہا — بتاج پادشہ تسبیح یک یک دانہ گردیدم
جز ایں حاصل چہ شد از زندگی بے سر و پایم — شنیدم چند افسانہ و خود افسانہ گردیدم

بایں نعمے کہ در حفظ دامان دوستم محوی
بجوئے دشمناں بسیار بے باکانہ گردیدم

(۲۱۶)

من بنوائے عشق لب اماں نمی رسم — تا سر بکف بحضرت جاناں نمی رسم
تا بہتے ز خاک شہیداں نمی رسد — من سرخرو ببزم شہیداں نمی رسم
آں عقدہ ام کہ ناخن کس وا نمی کند — آں قصہ ام کہ زود بپایاں نمی رسم
پائے شکستہ ام کہ بصحرا نمی برد — یا دست شل کہ تا بگریباں نمی رسم
دورم ز خویش در رہ دشوار مردمی — انسانم و بہ سیرت انساں نمی رسم
افتادہ ام بہ پیچ و خم تنگنائے عقل — گم کردہ رہ بدامن ایقاں نمی رسم
حیران خیرہ چشمی خویشم کہ بر درش — از کردہ ہائے خویش پشیماں نمی رسم
دارد ہزار معنی پوشیدہ زندگی — صد حیف من بہ معنی پنہاں نمی رسم
آگاہ از شریعت عشق توام چہ باک — گر بہرہ ز حکمت یوناں نمی رسم
آوردہ ام بضاعت شوق و متاع درد — در کوئے دوست بے سر و ساماں نمی رسم
قسمت نگر کہ با ہمہ امداد خضر راہ — من تشنہ لب بچشمہ حیواں نمی رسم

کارے نکرد گریۂ بے فیض من بخلق — بارانم و بہ بارشِ نیساں نمی رسم
من آں گلِ ہمیشہ بہارم کہ از چمن — در دے نمیرد م بہ بہاراں نمی رسم
محوی کدام روز کہ با خیلِ بلبلاں
در گلستانِ شاد غزلخواں نمی رسم

(۲۱۷)

بہ لطف تا دمِ جاں بخشِ تو بود یارم — بجانِ تو کہ بمردن نمی رسد کارم
اگرچہ نیست بجز دردِ عشق در بارم — ولے ز مہرِ تو گرم است سرد بازارم
خیالِ تست کزاں روشن است چشمِ خرد — عطائے تست کزاں ناطق است گفتارم
مزین است ہمہ خاکم از فروغ رُخت — منور است ہمہ خاکدان ز انوارم
ز آبیارئ من تازہ و تر است جہاں — کہ باغبانم و روئے زمین است گلزارم
من آں درخت بلندم بگلشنِ تخلیق — کہ پا بروئے زمین سر بر آسماں دارم
سپردہ اند بعالم ہزار کارِ مہم — گماں مبر کہ دریں کارگاہ بیکارم
بگوشِ خلق ز غفلت نمی رسد آواز — ز سازِ نغمۂ حق گرچہ برتریں تارم
مبیں بچشمِ حقارت بمن کہ با ہمہ جہل — بدست گنج ہنرہائے بیکراں دارم
ز صحو و سکر چہ رانی سخن کہ در ہمہ حال — ز بادہ کہ تو دادی مدام سرشارم
رسیدہ ام بمقامِ یگانگی کہ در آں — برابر است بہ تسبیحِ شیخ زنارم
بہ ہر طرف کہ تنظر میکنم عیاں رُخِ تست — ز روئے تست کہ آساں شدہ است دشوارم
برنگ سبزہ چنانم ربود خوابِ گراں — کہ شورِ خندۂ گل ہم نکرد بیدارم
ز بند و پیچِ علائق نمی شوم آزاد — ز چار عنصرِ تن تا بہ چار دیوارم

هر آنچه یار بگوید همان کنم محوی
زمن مپرس کہ مجبورم و کہ مختارم

(۲۱۸)

بعهد شیب تو اناترا از شباب نیم | زکهنگی چه شوم تند تر شراب نیم
کشیده اند خط بندگی مرا به جبیں | چساں گماں برم فرد انتخاب نیم
نمود و بود من اندرجهاں چو آب روانست | نظر فریب کساں صوت سراب نیم
زبندگی و زمولائیم چه می پرسی | بفهم عقل در آیم من آں حساب نیم
دعا علامت اظهار بندگی دانم | از آں به بند دعاهائے مستجاب نیم
گذشت عمر بغفلت نمی توانم گفت | که من فریفته چشم نیم خواب نیم

بعالمے که در آں زندگی ست بیداری
بساں محوی آشفته مست خواب نیم

(۲۱۹)

دل دارم و صد حیف که دلدار ندارم | جنسے ست گرانقدر و خریدار ندارم
هر تار نفس منتظر نغمهٔ عشق است | یک زمزمهٔ و لے درخور ایں تار ندارم
چوں طایر تصویر بصورتکدهٔ دهر | پرواز نمی دانم و گفتار ندارم
از کاهش و افزایش عالم خبرم نیست | اکنوں که خیال کم و بسیار ندارم
در مکتب فطرة سبق ورد که دادند | یاد است مرا حاجت تکرار ندارم
یک زینت شیخ است و گر زیب برهمن | من کار به تسبیح و بزنار ندارم

هر سو که نهم روے عیاں جلوهٔ ذات است — حیرت زده ام فرصت دیدار ندارم
تا کاخ دماغ است منور ز جمالت — آشوب سیه روز و شب تار ندارم
بے راهروی در ره عشق تو معاف است — ره میروم و رهبر و رهدار ندارم
خواهم که کنم خواب بپائے تو بود سر — هر چند چنیں طالع بیدار ندارم
تا هست بهار رخ خنداں تو درپیش — حقا که هوائے گل و گلزار ندارم
عقلے که کند منع طواف حرم تو — من حاجت آں عقل زیاں کار ندارم
مرد یکه هراسد ز جفا مرد نخوانم — یاریکه جفاها نکند یار ندارم
کافیست رخ شاد که آرد به تکلم — طوطی نیم و آئینه درکار ندارم

محوی بسوے کعبه روم یا بسوے دیر
مقصود ز هر دار بجز یار ندارم

(۲۲۰)

صد بار چو نیشتر غم کشیده ایم — یکبار هم نه منت مرهم کشیده ایم
در سر خمار از غم دنیا نمانده است — ایں تلخ و تند مے چو پے هم کشیده ایم
همدم ز کیف صافی و دردی نما مپرس — هر انچه دوست داد چو زمزم کشیده ایم
خمخانها تهی شد و میخانها خراب — ما مست ایں خیال که مے کم کشیده ایم
آیندگاں ز کاسهٔ سر ما خورند مے — ز آنساں که ما ز جام سر جم کشیده ایم
از ما مجو که دست سوال آوریم پیش — ما ایں کماں گدیه گری کم کشیده ایم
از جور آں گروه که داد سخن نداد — شد مدتے ز فکر سخن دم کشیده ایم
محوی شگفت نیست اگر پشت شد دوتا — عمرے بدوش بار دو عالم کشیده ایم

(۲۲۱)

حکایت بود بے پایاں بخاموشی ادا کردم (نظیری):

از آں روزیکہ دل را نذر شوخ دلربا کردم
نہ از بیگانہ اندیشہ نہ خوف از آشنا کردم
میاں پختہ کاراں بود بحث خویشتن داری
نہ او ترک جفا کرد و نہ من ترک وفا کردم
ز خود بینی اگر کم دید سویم آنسوے گفتم
ز بے مہری بدم گر گفت در حقش دعا کردم
شنیدم نالہائے بے نوایاں زود می شنود
دہن را بستم و نائے گلو را بے نوا کردم
بصبرم میکند تلقین بہ ہجر خویش و میداند
کہ من ایں نقد اول روز صرف وفا کردم
برائے یک نگاہ لطف از چشم فسوں سازش
نشستم بر درش قطع نظر از ماسوا کردم
مذاق دل نمی شد آشنائے تلخی دوراں
باین داروئے تلخش رفتہ رفتہ آشنا کردم
حدیث شوق بیروں بود از یارائے نطقم
غلط کردم از ایماہا بیانش را اگر ابتدا کردم
بصحرائے عدم آباد بر ہر نقش پا جوئی
بیاد کاروانہائے گزشتہ نالہا کردم

ن

(۲۲۲)

علاج درد دل از دلربائے میتواں کردن
سر شوریده را پامال پائے میتواں کردن

بملک عشق قانون مکافات ست نارایج
بجائے هر جفا اینجا وفائے میتواں کردن

بروائے ناخدائے بادپیمائی نمی فهمم
که چوں ایں بحر را طے بے خدائے میتواں کردن

بروز درد و محنت می شود سرمایه راحت
تمنائے دل درد آشنائے میتواں کردن

من گم کرده عقل و خرد را ساقی پرفن
نباشد باده گر مست هوائے میتواں کردن

نوائے شادی و غم را گلوگیر ست آبادی
بصحرائے بے تکلف هو و هائے میتواں کردن

چرا در مشکل بصیرت نه میداری دل خود را
چو حل مشکل از مشکل کشائے میتواں کردن

غبار آلوده شد از کفر و عصیاں مطلع عالم
دعا بهر ظهور مصطفائے میتواں کردن

بوصف مصطفےٰ از حد تواں بگذشت اے محوی
به امید ثواب اینجا خطائے میتواں کردن

مکن در شکوه اش نقد زباں را رایگاں محوی
چو ایں سرمایه را صرف دعائے میتواں کردن

(۲۲۳)

نه برم انس بیاروئے به حبیناں بیں
متاع حسن خداداد ایں امیناں بیں

نگو میت که مبیں خط و خال روئے بتاں
به بیں به بیں و ولے چوں خلائے بیناں بیں

مبیں بلعل لب یار گاه عرض سوال
بچشم و ابروے اغیار همنشیناں بیں

کشاده اند رخ جلوه لبسته اند نظر
ستم ظریفی ایں نادر آفریناں بیں

فتاده است ز ما غلغله بچرخ بلند
رسیده است کجا آه دل حزیناں بیں

دریں خرابہ ز شاہاں اثر چہ می جوئی — شہاں گزشتہ و افتادہ شہ نشیناں ہیں
بجز دعا و ثنا ما دگر نمی دانیم — بے صواب و خطا سوئے نکتہ چیناں ہیں
بیا بمیکدہ محوی دہمدم حافظ
"شراب لعل خور و روئے مہ جبیناں ہیں"

(۲۲۴)

وصل جاناں چیست جاں بر پائے جاناں ریختن — خون دل افشردن و ز چشم حیراں ریختن
می سزد زلف ترا سر پنجہ بر ایماں زدن — می رسد حسن ترا بر کفر و ایماں ریختن
بازاے جان جہاں ایں فتنہ حجاج چیست — کعبہ را آتش زدن خون مسلماں ریختن
ایں ہمہ ریگ بیاباں ہائے ہوائے تند عشق — بر سر مجنون صحرا گرد نتواں ریختن
گوہر افشانی بود آساں ولیکن مشکل است — اشک خونیں ہمچو ما اے ابر نیساں ریختن
در غم ہجران آں حجلہ نشین حسن و ناز
عیش پنہانست محوی اشک پنہاں ریختن

(۲۲۵)

شیوہ مرداں بود بے ساز و ساماں زیستن — پیش ہمت سخت دشوار است آساں زیستن
خوش بود اے ہمرہاں در کربلائے نام و ننگ — چوں شہیداں مردن و ہمچو شہیداں زیستن
آرزو داری اگر قرباں شدن بر پائے دوست — لا محالہ بایدت تا عید قرباں زیستن
بادۂ فیض ازل در جوش و جام ما تہی — بر لب آب رواں حیف است عطشاں زیستن
تشنۂ جام وصال ایم و نمی آید ز ما — خضر آسا در ہوائے آب حیواں زیستن
بے نگاہ جاں ستانت مشکل ایجاں مردنست — بے لب جاں پرورت بے سوئے جاناں زیستن

زنده دارد عاشقاں را وعدۂ دیدار دوست — ورنہ دشوار است در غمہائے ہجراں زیستن
گر میسر نیست ہمچوں قدسیاں بردن بسر — کم ز کم باید ترا مانند انساں زیستن
سالہا با صد طرب در قصر و ایواں زیستی — مدتے باید بغم در بند و زنداں زیستن
اندریں ظلمت کدہ اے شمع عمرت یک شب است — تا سحر باید ترا خنداں و گریاں زیستن
محضر ہر عمر را اکیاں مرتب کردہ اند — مہر پایاں مر دنست و نقش عنواں زیستن
دوش ب ازمستے شنیدم راز درویشی ہمیں است — ترک حاجت کردن و خوشتر ز سلطاں زیستن
زالتماس کوہ سینا افضل و ایمن تر است — در تحیر بر سر عرفات عرفاں زیستن

ہمچو موسیقار کش محوی نوائے جانگداز
مثل مرغان چمن تا کے غزلخواں زیستن

(۲۲۶)

خود خاطی و خود محتسب و خود عسسم من — در حیرتم از خویش کہ یارب چہ کسم من
باغ رخ من گاہ خزاں گاہ بہار است — ہم لالہ و ریحانم و ہم خار و خسم من
دارم دل افسردہ بہ آتش نفسی گرم — تا ہست دم گرم مسیحا نفسم من
از جلوہ بدم بہرہ بمقصد از تجلی — چوں موسئ بیتاب نہ صید ہوسم من
دریاب مرا قافلہ سالار نکویاں — نالاں بفراق تو بسان جرسم من

دی گفت طبیبے کہ از او چشم شفا بود
محوی ہمہ درد است بدردش چہ رسم من

(۲۲۷)

از چشم مست ساقی در بزم جام گرداں — از یک نگاہ مار است مدام گرداں

درد محبت خود به زدل خاص کردی — این نعمت دو عالم مقسوم عام گردان

در دل بپاست هر دم هنگامه تمنا — این شهر خود نشین را دار السلام گردان

تا در نظر درآید عکس جمال دلبر — دل را به صیقل غم آئینه خام گردان

عمر گران بها را حاشا نه رایگان کن — وقت گریز پا را با خویش رام گردان

گر تشنه نه بخشد جام مئے حقیقت — از ساقی طریقت یک جرعه وام گردان

چون کسوت فقیران بر خود حلال کردی — هم خدمت امیران بر خود حرام گردان

محوی اگر نه زیبد بر منصب خلافت

اے پادشاه عالم او را غلام گردان

(۲۲۸)

زاهد چه دید سود ترا ناصیه سودن — آهن نشود آئینه از زنگ زدودن

ور مذهب ما صاف دلان هیچ نیرزد — داغے که گزاری به جبین بهر نمودن

قربان عطائے تو که در قسمت عشاق — یک شیفته دل دادن و آن نیز ربودن

از جمله متاعیکه بما ماند زبان است — آن هم نتوان پیش تو بیباک کشودن

یارب چه بلا بود که صد رنج و غم آورد — اینجا نفس چند بآرام غنودن

گوش است درین معرکه کز ناطقه لال است — نے طاقت گفتار نه یارائے شنودن

تا آب جبین را نه فشانی بسر خاک — جز خاک چه خرمن کنی هنگام درودن

بار غم عشاق نه کاهید نه کاهد — کم نیست خود این بار چه حاجت بفزودن

از رفته سوال است و نه از آمده پرسش — در منزل یار است پے رفتن و بودن

نظاره کن از پرده که چون یار برآید — فرصت ندهد جلوه پے چشم کشودن

آداب محبت چہ شمارم کہ جز این نیست　　دل دادن و جاں خستن و پند نشنودن

بعد از غزل شاد کہ گلبانگ ہزار است

محوی چہ سرایم کہ محال است سرودن

(۲۲۹)

بیا بصحن چمن تازہ زندگانی کن　　بگیر ساغر و پیرانہ سر جوانی کن

بیاد آں گل رعنائے گلشن خوبی　　بہ بلبلان نوا سنج ہمزبانی کن

بزیر سایہ آں سرو بن ہمیشہ بہار　　چو قمریان سحر خیز نغز خوانی کن

دو دمی گزار کہ سرچشمہ غم و رنج است　　یکے بہ یار شو و عیش جاودانی کن

خزاں چہرہ عاشق بہار ہا دارد　　بہ اشک زر و بجو نالش ارغوانی کن

تہی ز خویش شو و پر ز بادۂ عرفاں　　گدائے پیر مغاں باش و جم نشانی کن

شکست شیشہ خاطر ہمی دہد آواز　　پے شکستہ دلاں ہر چہ می توانی کن

طفیل مستی میخوارگاں بزم الست　　ہزار سال بہاں شاد و شادمانی کن

خموش باش چو محوی بہ بارگاہ ادب

بیان درد دل خود بہ بے زبانی کن

(۲۳۰)

در بحر ہمچو قطرہ فنا می تواں شدن　　زیں جادۂ فنا بہ بقا می تواں شدن

واعظ بدیں عشق بیا، زانکہ اندر آں　　ہر نار را کہ ہست رہا می تواں شدن

منکر مشو ز مسئلہ وحدت وجود　　غافل ازیں ز بندہ خدا می تواں شدن

تا بشگفد بباغ جہاں غنچۂ دلے　　صبح بہار و موج صبا می تواں شدن

رہرو نظر بہ بند کہ در رہگذار حسن　　از یک نگاہ صید بلا می تواں شدن

آخر سکوں گرفت دل از انتہائے یاس　　در روئے زخم گذشتہ دوا می تواں شدن

مسجود قدسیاں شدہ آدم طفیل علم　　یک مشت خاک بین کہ چہا می تواں شدن

از جنت تمدن و زکعبہ وطن　　در جستجوئے یار جدا می تواں شدن

از کوفہ میزباں نشود میہماں مرنج　　از کوفہ سوئے کرب و بلا می تواں شدن

در کربلاست یار بصد ناز جلوہ گر　　آنجا شہید ناز و ادا می تواں شدن

با امتناع[۱] فکر سخن، بہر دوستاں　　در بزم شاد نغمہ سرا می تواں شدن

تا بزم دوست نیست اگر دسترس ترا
محوی بر آستانہ گدا می تواں شدن

(۲۳۱)

باز گزشت در خیال صورت مہ جبین من　　جلوہ بملک دل نمود شاہد دلنشین من

چوں دم جلوہ دیدہ بود حسن خدا نمائے او　　بر رخ غیر وا نشد چشم خدائے بین من

از پس اوج سروری کار بہ بندگی کشید　　گشت ز سجدۂ درش محو نشاں جبیں من

از لب شکریں دوست تلخ نگشت کام دل　　ریخت عدو ہزار زہر گرچہ در انگبیں من

حسرت و یاس من بپرس از اہل نظر کہ دیدہ اند　　مقدم اولین تو در دم آخریں من

مہر تو جاگزیں دل، نام تو بر زباں رواں　　نام خدا کہ خوش نشست نقش تو بر نگین من

محوی خستہ میشود صید جنوں گر ہی
گر تو اماں نمی دہی فتنۂ عقل و دین من

۱؎ مجبوروں کی رائے تھی کہ فکر شعر نہ کرنا چاہیے محرم کی تعطیلیں تھیں باوجود ممانعت کے بعض احباب کے اصرار پر کچھ کہنا اور بزم شادی میں شریک ہونا پڑا۔

(۲۳۲)

نعت

درآمد ز در آں شہ نازنیناں | برآمد تمنائے وحدت گزیناں

رخ دلفریبش بنور بنوزے | کہ زآں خیرہ شد دیدۂ دوربیناں

بروئے درخشندہ چوں صبح عشرت | بزلف سیاہے چو شام حزیناں

درونش پر از گنجینہ ہائے الٰہی | دلش صاف چوں جان پاکیزہ دیناں

برعب جگر سوز شاہان گیتی | بخلق دل آویز صحرا نشیناں

چو شمع ہدایت فروزاں بہ محفل | بگردش چو پروانہ ہا ہمنشیناں

ز سوز محبت ہمہ مہر طلعت | ز داغ اطاعت ہمہ مہ جبیناں

بہ تبلیغ دین متین الٰہی | نہ بلسکے ز شاہاں بنازو شہ نشیناں

نہ از اہل دنیا نہ از تارکانش | منزہ از آناں، مبرا ازیناں

نداند اندر دیار محبت | ز ناز آفریناں نیاز آفریناں

بہ تائید تقوے ہمہ گشتہ امین | ز دست دراز درازآستیناں

ثنائے تو بیچارہ محوی چہ گوید

رسول رسولاں، امین امیناں

(۲۳۳)

صباح عید زہے چشم ناز وا کردن | نظر بحال غریبان بے نوا کردن

ہزار کار کہ دل میکند از آں انکار | بپاس خاطر یاران باصفا کردن

سے مہاراجہ [illegible] ہر عید کو نہایت اہتمام کے ساتھ اپنے دوستوں کو عید کا کارڈ بھیجا کرتے تھے۔ ایک عید کے کارڈ کے وصول ہونے پر جو میں خود نہ جا سکا تھا یہ نظم بھیجی گئی تھی۔

هزار مرتبه بهتر ز حج بیت عتیق / طواف کعبهٔ دلهای آشنا کردن

بجان خواجه که از خواجه میتوان آموخت / ولای بی سبب و خیر بی ریا کردن

مجال دید خداوند چشم مفتون را / ز خون گریستن و دیده ماجرا کردن

بحالتی که فلک خود معین بیداد است / چه سود ناله و فریاد و التجا کردن

چو بنگری بحقیقت فلک نمی داند / دو یار یکدل و جان را ز هم جدا کردن

بحق شاه دعا کن چو مخلصان محوی
ز دست بسته چه آید بجز دعا کردن

(۲۲۴)

چه خوش است سوی عاشق نظرت به ناز کردن / به ادای بی نیازی طلب نیاز کردن

چو دهان تست زیبا، گله مختصر نمودن / که سخن بقدر زلفت نتوان دراز کردن

بشریعت محبت همه سو رواست سجده / که درون کعبه جایز همه سو نماز کردن

ز نگاه تست پیدا که بعشوهٔ تو دانی / در میکده کشادن سر شیشه باز کردن

بجز آن لب فسونگر که تواند و که داند؟ / همه حرف مهمل سخن را همه دلنواز کردن

به هزار حیله خواهم ز تو بر کنار باشم / چه کنم نمی توانم ز تو احتراز کردن

ز چنان نشستهٔ جان به رگ و پیم که نتوان / تن و جان و عرض و جوهر ز هم امتیاز کردن

بنگاه عشق ورزان نه کم از جنون نشاید / بمقابل حقیقی هوس مجاز کردن

در رسیدهٔ در اینجا پی طوف کعبهٔ دل / نه برای قتل و غارت بره حجاز کردن

به فسانهٔ تو محوی نه نهند گوش خوبان
که حدیث دل ندانی بریا طراز کردن

انوار الهی ست که حسن بشر است این ‏— نیست حقیقت که فریب نظر است این
مستانه مرو ای دل نادان بره عشق ‏— برگرد ازین راه که پر از خطر است این
خوبان نگرایند به دلداری عشاق ‏— فریاد ازین قوم که بیدادگر است این
در عشق مکن شکوه ز ناکامی حرمان ‏— زان نخل که پرورد خیالت ثمر است این
با اشک مگو قصهٔ آشفتگی دل ‏— راز تو کند فاش که شوریده سر است این
تا چند کنی چاره و تا چند دهی پند ‏— در ولولهٔ عشق و جنون بی اثر است این
با ما نفسی گر بنشینی غم ما خور ‏— بر ماندهٔ غمزدگان ماحضر است این
او مست می عیش تو در محنت جانکاه ‏— تن ده که ز احکام قضا و قدر است این
از خاک در دوست سر خیره چه پیچی ‏— در چشم بده جای که کحل بصر است این

جان نیست به عشق تو اگر آفت جان است ‏— گر نیست به سودای تو سر، درد سر است این
از زهد چه ترسی و ز تقوی چه هراسی ‏— پیش نگهٔ ناز تو زیر و زبر است این
دل را به ره انصاف چه سان دست ندارم ‏— هر تیر جفا را که کشانی سپر است این
گفتم که زنی تیر و نشانه نگذاری ‏— گفتا که ندانی ز کمال هنر است این

بیرون ز خرابات خودی پا ننهادی ‏— از خویش گذر کن که جهانی دگر است این
بر عقل مکن ناز که در تیه جلالش ‏— حیرت زده چون طایر بی بال و پر است این
میخواست خرد بگذرد از چرخ، ملک گفت ‏— زین بیش مران گام که حد نظر است این
بر خلق ز لطف و کرم شاه چه پرسی ‏— شاهان کرم پیشه پدر را پسر است این

از روست عیان زردیِ رخ زموئے سفیدی — گوئی کہ شب ناز و نعم را سحر است این

محوی سفر دور و دراز است ترا پیش
همت مده از دست کہ زاد سفر است این

(۲۳۶)

مرد را باید دل از دنیائے دل بر داشتن — جان بجانان دادن و دل را بہ دلبر داشتن
شکوہ کم کن شیوہ خوبانست از عہد قدیم — درد مند خویش را مشتاق و مضطر داشتن
بوسہ ہا زن تا توانی بر لب دندان دوست — زانکہ زیر مہر باید لعل و گوہر داشتن
گر تو میخواہی سر شوریدۂ باید اندراں — شورشے از نعرۂ اللہ اکبر داشتن
یاد عہد نوجوانی در دم پیری مکن — داستان کہنہ بے سود است از بر داشتن
در بزرگی چوں ہما شو ورنہ سر تا سر خطاست — ہمچو ہدہد بے بزرگی تاج بر سر داشتن
دست از ہر دو جہاں بردار کے باشد روا — با ہوائے دو جہاں وضع قلندر داشتن
گر نمیدانی ربودن ظلمت غم از جہاں — چیست حاصل زیں ہمہ روئے منور داشتن
کار مردان جگر خونست در صحرائے عشق — چشم را سر چشمہ دریائے احمر داشتن
رو متاب از رنجہا ہمدم کہ رسم عاشقانست — درد در دل سوز در جاں شور در سر داشتن

میتوان آموختن محوی زشاد باصفا
سینہ را بے کینہ دل را مہر پرور داشتن

و

تو چہ دانی آرزو اے قصہ خوان آرزو (۲۳۷) بشنو از مرد محبت داستان آرزو

آنکه بود آوارهٔ کوی تمنا سالها ‏ آنکه عمری سود سر بر آستان آرزو
آنکه در پست و بلند زندگانی دیده است ‏ دوزخ ناکامی و عیش جنان آرزو
عاشق بیچاره را از آرزوها چاره نیست ‏ عاشقانند از ازل بیچارگان آرزو
قالب بیجان همت در جهان کاری نکرد ‏ تا نیاید در تنش روح روان آرزو
تا نشد دستش قوی از آرزوها سر نبرد ‏ رستم دستان همت هفتخوان آرزو
از محیط زندگانی هیچ کس بیرون نبرد ‏ کشتی عمر روان بی بادبان آرزو
آگهم از جانفزائیهای داروی امید ‏ نیستم منکر من از تاب و توان آرزو
هم برین خواهم ز تو ای کارفرمای امل ‏ ای خداوند جهان ای حکمران آرزو
حکم فرما تا ز لوح خاطرم شوید پاک ‏ جز نشان آرزویت هر نشان آرزو

آرزوهای گذشته و برباد رفته

دوش آمد در دلم یاد حریفان کهن ‏ همنوایان تمنا، همدمان آرزو
هم نشینان بساط بزمگاه زندگی ‏ نونهالان سمنزار جنان آرزو
قصهٔ طول امل، افسانهٔ حرص و هوا ‏ سرگذشت خواهش دل، داستان آرزو
دل نشان میداد و ز چشم تصور میگذشت ‏ کاروان آرزو بر کاروان آرزو
لشکر آمال را میبرد سرباز امل ‏ قهرمان آرزو میداد سان آرزو
خاک از خون شهیدان تمنا لاله زار ‏ دشت دشت کربلا از کشتگان آرزو
نارسیده میوه های نخل بستان مراد ‏ ناشگفته غنچه های گلستان آرزو
بی گل و ریحان و سنبل سرزمین مدعا ‏ بی مه و خورشید و اختر آسمان آرزو

ہر لمحہ لے راتد و الے ہر بہار ے را خزاں
محوی یا تا چند نالی بر خزاں آرزو

(۲۳۸)

از مدرسہ بروں آہم بزم حریفاں شو
اے منکر دیرینہ یک چند مسلماں شو

تا نعمت گونا گوں از پیر مغاں یابی
با بادہ کشاں یک شب در میکدہ مہماں شو

از کردہ و ناکردہ چوں یار نمی پرسد
بر ہر دو تاسف کن وز ہر دو پشیماں شو

گر باد نمی خیزد اے آہ تو از دل خیز
در ابر نمی گرید اے چشم تو گریاں شو

در عشق اگر دارو نا ثیر نمی بخشد
اے رنج تو خود شو راحت دے درد تو درماں شو

ہنگام بہار آمد مضراب بہ تار آمد
پیغام ز یار آمد برخیز بہ بستاں شو

با نام و نشاں تا کے چوں مہر شہاں باشی
بے نام و نشاں محوی چوں گور غریباں شو

۵

ز چشم گشتہ نہاں در میان جاں شدہ
ز مہر کمال نشاں بدادہ بے نشاں شدہ

ز حسن تست منور نگار خانۂ دل
توئی کہ باعث تزئین ایں مکاں شدہ

ز ابتد است ترا انتہائے دانش و عقل
تو طفل ناشدہ اے جانمن جواں شدہ

دو چیز لازمۂ دلبریست آن و جمال
تو شاد باش کہ کامل باین و آں شدہ

حکایت ستم و جور دشمناں حیف است
دمیکہ تو بغلط سوئے دوستاں شدہ

شمیم دوست زما اے صبا دریغ مدار — بعذر انکه تو در بزم راز وال شدهٔ
جمال دوست چه بینی که خیره گشت نگاه — حدیث یار چه رانی کہ بے زباں شدهٔ
محو قرار بوضع جہاں کہ خود دروے — چو قطرہ آمدی و بحر بیکراں شدهٔ

مدام سجده به پیشِ بتاں بری محوی
به هند زادی و ہم رنگ ہندواں شدهٔ

(۲۴۰)

ساقیا تشنہ لبم جامے بده — ہاں من ناکام را کامے بده
عشق را فرما کند تدبیر کار — عقل را یکچند آرامے بده
بے لب لعلت شکیبا نیستم — آفریں گو خواه دشنامے بده
گر غریباں را بخلوت نیست بار — بے تکلف جلوه از بامے بده

باز جاں محوی بپائے دوست ریز
ایں ہمہ را ہم سر انجامے بده

(۲۴۱)

بروائے رہرو ملک فنا آہستہ آہستہ — بمنزل می رسی مرد خدا آہستہ آہستہ
رہ دشوار منزل دور پائے رہرو آختہ — بیرایں کارواں را رہنما آہستہ آہستہ
سر من رفتہ رفتہ میرود بہر زمیں بوسی — بحاکم میکشد پشت دوتا آہستہ آہستہ
خبردار است از نازک مزاجیہائے گل شاید — بصحن باغ می آید صبا آہستہ آہستہ
دل رنجور شد رنجور تر از دل ز ناکامی — باخر کار گرشد ایں دوا آہستہ آہستہ
درآمد یار و با پاس ادب برخاست ہنگامے — کہ ہر کس گفت لفظ مرحبا آہستہ آہستہ

نمی ماشا حریف ایں چنیں طرز سخن محوی
بنه برایں زمین سخت پا آهسته آهسته

(۲۴۲)

چه خبر ز رنگ و بویت بکسے که دل نهاده
به هوائے بوئے گلشن به نشاط رنگ باده

بجز ایں دو ساز عشرت بخیال ما نیاید
مے خوشگوار رنگیں، بت دلنواز ساده

بکجا روم ندانم چو بروئے خویش بینم
در خانقاه بسته، ره میکده کشاده

تو رسیده بجائیکه نمی رسد خیالم
بتو چوں رسم ندانم تو سوار و من پیاده

قدمے ملطف بکشا نظرے بناز فرما
بصف نیازمنداں که دو رویه ایستاده

سر و ساز دو جهاں را به دو جو نگیرد، آنکو
پے یک نگاه لطفت دو جهاں بباد داده

ز گناه نسل آدم چه کنی حدیث واعظ
ز تو لاف بیگناهی نسزد، گناه زاده

چه کنم اگر نگویم به فتور عقل محوی
که به رهگذار سیلے کمر سفر کشاده

(۲۴۳)

مباش اے محتسب سرگرم در تدبیر میخانه
که خون میکشاں شد آب در تعمیر میخانه

چه نسبت زاهد ناپخته با پیر مغاں دارد
که او کرده است عمرے صرف در تدبیر میخانه

نه رند صاف دل آلوده گرد ریا گردد
نه رو آرد بسوئے صومعه خوگیر میخانه

نمی داریم دست از جام تا ساقی نمی گوید
نمی جنبیم از جا تا نه جنبد پیر میخانه

همه آشفته شد جان مبتلا لیکن خدا داند
ز چشم مست ساقی شد که از تاثیر میخانه

گر از زور و ریا میخانه را صوفی بیالاید
کند باده کش از صدق و صفا تطهیر میخانه

نیامد در نظر نقش و نگار خوبی و زشتی — نشد تا چهره پرداز جهاں تصویر بیمانا
ز بزم میکشاں محوی نمیدانی چه ساں رفتم
بسر سودائے مے بود و بدل تصویر میخانه

(۲۴۴)

زلف سیه نه بر رخ خوباں کشیده — مشکیں خطے بصفحه قرآں کشیده
روشن ز روئے تست جہاں لیک حاصل است — از پردۂ که بر رخ تاباں کشیده
تا دوستدار تو نشود آشنائے خلق — دستش گرفتی و به بیاباں کشیده
بر محضر منور ایجاد کائنات — طغرائے حسن و عشق به عنواں کشیده
سرباز عشق از مے درد تو سرخوش است — ایں مے مگر ز خون شهیداں کشیده
دردے نهاده بدل عاشقاں و باز — آں درد را بقالب درماں کشیده
نزدیک تر ز حبل وریدی و ایں عجب — صد نشتر فراق به شریاں کشیده
جانم فدائے خامه نقش آفرین تو — نقشے عجب بصورت انساں کشیده
از رشحهائے ابر کرم بر بسیط خاک — فرش بهار و خلعت ریحاں کشیده
هم دست داده به عزیزان بے نوا — هم خار غم ز پائے غریباں کشیده
خوان عطا و مائده بنده پروری — یکساں برائے گبر و مسلماں کشیده
پیداست چار سو اثر نشه کمال — زاں باده هائے فیض که پنهاں کشیده
جائیکه نعل میفکند توسن خرد — آنجا سمند حکم بجولاں کشیده
گاهے سپرده بگدائے برهنه پا — تاج شکوه از سر سلطاں کشیده
نازم بایں مداوائے درد آشنائے تو — دل را ز سینه همره پیکاں کشیده

مدح تو منحصر نہ بہ خیل سخنوراں است	از ہر گروہ زمرہ ثنا خواں کشیدہ

محوی نوائے نغمہ تو دلنشین ماست
ہر چند ایں ترانہ پریشاں کشیدہ

(۲۴۵)

تا تو اے شوخ بمن نیک نظر انداختہ	از سر ہر دو جہان بے خبر انداختہ

در دلم ولولہ خیمہ و شر انداختہ	دو جہانست کہ در یک دگر انداختہ

ہر دل صید تو مجروح بنوع دگر است	زانکہ ہر صید بطرز دگر انداختہ

زخم از خندہ شیریں تو شوریدہ تر است	چہ نمکہا کہ ہر آں با شکر انداختہ

نہ لب خشک بجا ماند نہ خود دیدہ تر	ز آتش شوق کہ در خشک و تر انداختہ

عقل را بردی و با عشق مقابل کردی	برّہ در رہگزر شیر نر انداختہ

بر سویدائے دل خستہ کہ صید حرم است	تیر انداختی و کار دگر انداختہ

رہروے کوے تو تا باز زکویت نرود	دست و پا بستی و در رہگزر انداختہ

خیز بناست نشود کعبہ و بتخانہ بنا	ایکہ صد کعبہ و بتخانہ بر انداختہ

چہ قدر کاسہ سرہائے پر از نخوت زہد	بر در میکدہ ہا بے سپر انداختہ

ہر کہ دیدہ است بسوے تو بہ امعان نظر	تو نظر جانب او مختصر انداختہ

محوی غمزہ را باز بہ آئین شباب
مست در میکدہ پیرانہ سر انداختہ

(۲۴۶)

اے دل ز وفا زنہار مگو حرف ناخواہ	نادان قرار رقم و شمارت ہواخواہ

خواہی صفا ز کعبۂ دل بے ریا طلب — وز سعی بین مروہ و کوہ صفا مخواہ
در دشت عشق گام نہ و بےخطر برو — وز غول دشت بدرقہ و رہنما مخواہ
جز شیوۂ صفا ز در مصطفیٰ مجو — جز کبریا ز بارگہ کبریا مخواہ
گر چوں حسین در رہ حق پیروی خوش است — خود را دلی کنارہ کش از کربلا مخواہ
جور و جفائے خلق کش و دل کشادہ دار — نیکی و خیر میکن و اجر و جزا مخواہ
مرد کنارہ کش ز بلا در بلا بود — خوف بلا گزار و امان از بلا مخواہ
گر ذرۂ بہ تو ز قناعت رسیدہ است — ایں اصل کیمیاست دگر کیمیا مخواہ

محوی اگر حیات ابد میکنی طلب
نام نکو طلب کن و آب بقا مخواہ

(۲۲۷)

دوشش[عـہ] آمد بر من یار خمار آلودہ — مطلع عارض تاباں بغبار آلودہ
گفت اے محوی آشفتہ اسیر خد و خال — چند مانی بغم لیل و نہار آلودہ
قدم از حجرہ بروں نہ کہ پر از گل بینی — تودہ خاک کہ دوشی بو و بخار آلودہ
روئے گلزار با نواع ریاحین گردید — چوں رخ ماہوش از نقش و نگار آلودہ
تا توانی مدہ از دست دریں موسم گل — دامن دشت بالوان بہار آلودہ
بوسہ بر لب زدم و گفتمش ایجاں مسرا — سخن بے سروپا خواب و خمار آلودہ
خوشتر از سیر گلستان و تماشائے بہار — بہر من دیدن تو بوس و کنار آلودہ

عـہ مصرعہ طرح فرمودہ اعلیٰحضرت بندگانعالی مدظلہ العالی ایں حکم کے ساتھ کہ کوئی غزل سات اشعار سے زیادہ نہ ہو۔

ی

(۲۴۸)

تو عندلیب بسا ذوق رنگ و بو داری
بیا و راست بگو، گر گلے چو او داری

گذشت عمر به این آرزو که پرسد دوست
تو کیستی، ز کجائی، چه آرزو داری

ترا بملک نکوئی مسلم است شہی
که با شمایل نیکو رخ نکو داری

مبند دیده ز دیدار دلفریب جہاں
چو روے یار ز ہر گوشه روبرو داری

مجو بسان سکندر ز چشمهٔ حیوان
اگر ز باده بمقدار یک سبو داری

مکن گدائی پیر مغاں، سر خود گیر
که ہر چه می طلبی خود درین کدو داری

ز طول عمر رواں محو یا نمی کاہد
شبے که زنده به آں ترک ماه رو داری

(۲۴۹)

فدائے نام تو، نام و نشاں چه میپرسی
ز بنده ور خود، دود ماں چه میپرسی

محبت است نه سوداگری بعشق و گہر
درین معامله سود و زیاں چه میپرسی

کشاد و بست دل ما بدست دلدار است
ز ما حدیث بہار و خزاں چه میپرسی

برون نیامده از خانهٔ خودی محوی
ره برون شدن از آسماں چه میپرسی

(۲۵۰)

نا بارِ غم و غصه کشیدن نه توانی — ایدل بر دلدار رسیدن نه توانی
ای نرگس بیمار به بین روئے چمن سیر — ترسم که بهار آید و دیدن نه توانی
ای سرو کفایت نکنی زاں قد دلجو — اندام نداری و چمیدن نه توانی
جاں کاسد و کالائے وصال است گراں قدر — ایں جنس بایں نقد خریدن نه توانی
ای آب ز تو زنده جهانست و لیکن — چوں مے به رگ و ریشه دویدن نه توانی

از محوی ناکام چه پرسی غم هجراں
ایں قصه پر درد شنیدن نه توانی

(۲۵۱)

بجز زخم شهادت از کفِ قاتل چه میخواهی — بجز در خاک و خوں غلطیدن اے بسمل چه میخواهی
بسے رنج و الم دیدی بسے ناز و نعم دیدی — بسے شادی و غم دیدی دگر اے دل چه میخواهی
بعالم آمدی یک لحظه آسودی سفر کردی — ازیں بیش از ثباتِ عمر مستعجل چه میخواهی
جواب از اختیار شیوه هائے ناسلمانی — ز انسانیکه مجبور است اے عادل چه میخواهی
در آمد در جهاں شد تاجدار عالم امکاں — نمیدانم دگر زیں مشت آب و گل چه میخواهی
محیطِ عشق رابطے کرداں ساں نیست اے عاشق — خلاص از ورطهٔ دریائے بے ساحل چه میخواهی
به هر جائے که باشی شاد باش اے دلِ نالاں — چه رحمت دیدی از ماضی ز مستقبل چه میخواهی

پے لذت گدائی از گدایاں میکنی محوی
برو آب و نمک از کاسه سائل چه میخواهی

(۲۵۲)

میدهی درد نه بسیار و نه کم میدانی — تونگر همت ارباب همم میدانی

طالبان روضهٔ رضواں بجوئے ہم نہ خرند — قصه بوالبشر و باغ ارم میدانی
چہ کنم گر نہ کنم بندگیٔ پیر مغاں — بر سر بندہ چنیں رفت قلم میدانی
واعظاں باده فروش آند مغاں باده فروش — فرق در باده و باد است تو ہم میدانی
در رہ عشق کہ پیداست نہ جادہ نہ دلیل — خضر راه ست ہمیں نقش قدم میدانی
دم ز اسلام زنی باز بہ آئین یہود — قدر ہر مرد بمقدار درم میدانی
زینت کعبه بود حسن خداوند حریم — تو ز نقش در و دیوار حرم میدانی
ستم ایں ست کہ از سادگیٔ ہم و خیال — میکنی جور و ستم لطف و کرم میدانی

با تو حرف کرم اے خواجه چہ گوید محوی
چوں تو خود شیوهٔ اصحاب کرم میدانی

(۲۵۳)

زلف چرا بر رخ تاباں نہی — پرده چہ بر مہر درخشاں نہی
باز نماند ز تو گلچیں تو — گرچہ برہ خار مغیلاں نہی
پیر و جوانند ہمہ صید تو — دام بہ ہر کاخ و شبستاں نہی
رند ز روزا ز ظلم کرده اند — حرف چہ بر صنعت یزداں نہی
بگزر از اندیشه دنیائے دول — دل چہ بریں خواب پریشاں نہی

عشق تو محوی آلوده جاں
بر سر بیچاره چہ بہتاں نہی

(۲۵۴)

دمے گر در حضور جلوهٔ جانانه نشینی — چو ما دیوانه برخیزی چو مستانه نشینی

بمیدان جهان هنگامهٔ محشر شود برپا — بخون ریز عزیزان گر چنین ترکانه بنشینی

تو یک سرو سهی قدی چو طرف گلستان خیزی — تو یک شمع دل افروزی چو در کاشانه بنشینی

علاج درد خود بینی من ای صوفی نمیدانم — جز این کز خانقه آئی و در میخانه بنشینی

بایں عقل و خرد ای همدم تو خود فرما که می زیبد؟ — که اندر بزم مستان آئی و فرزانه بنشینی

بسا ده لوحی دل خنده می آید که میخواهد — بیاد او کشی جامی چو با بیگانه بنشینی

پر پرواز بگشا آشیان در دست او روز آخر — ببام دیگران تا کے به آب و دانه بنشینی

حدیث آرزو ناگفته ماند شب شود آخر
اگر با محوی مفتون بایں افسانه بنشینی

(۱۵۵)

کارم افتاده به یک هوش ربائے عجبے — پرده پوشے عجبے، جلوه نمائے عجبے

بے خطا گیرد و با وصف خطا بگذارد — چشم پوشے عجبے، چشم نمائے عجبے

چشم نظارگیان باز که آن شاه سوار — میزند گوے بمیدان به ادائے عجبے

درد دنیا ز دلم برد بیک گردش چشم — بود دردے عجبے، داد دوائے عجبے

جسته از دام گرفتاری عالم اکنون — می پرد طایر فکرم به هوائے عجبے

میروم طالب دیدار ز سر کرده قدم — میکنم قطع رهٔ شوق بپائے عجبے

می برم عمر بسر از مدد ناله و آه — می رود قافله بر بانگ درائے عجبے

ورنه در پرسش سایل نه مرا خوے سوال — پادشاهے عجبے هست و گدائے عجبے

مانده در وصف رخش محوی مسکین حیران
نکته سنجے عجبے نغمه سرائے عجبے

(۲۵۶)

پر است شهر زمیران و شهریار یکے | هزار خیل سواران و شهسوار یکے
به تنگنائے جہاں کشمکش عجب نبود | هزار راهروانند و رهگزار یکے
بملک عشق اگر داوری جمہوری است | گدا یکیست در اینجا و تاجدار یکے
به زشت و خوب چمن دل چه مید ہی بلبل | برائے ناله زدن گل یکے و خار یکے
چو واقفی زره عشق از دوئے بگذر | بیار عشق یکے، دل یکے و یار یکے
نمانده است بعالم اثر ز منزل یار | جز این خرابه که داریم در کنار یکے
فگنده بجهان شورش جهانگیری | بیا بغارت دل نازنین سوار یکے
بصید دل نگرائے جانمن تو آموزی | هزار صید فگندی نه شد شکار یکے
چنان ندمت مے زاهدا کنی گویا | نه بوده ز حریفان باده خوار یکے

بحال محوی خاطر حزیں چه مینالی
هنوز درد نه گفته ست از هزار یکے

(۲۵۷)

صبا گذر بسواد سبائے او سحرے | بیار هدهد از آں یار بخبر خبرے
جمال می طلبد بحجاب بند نقاب | نقاب می طلبد در حجاب بده درے
چنان کشید ببالا نهال قامت دوست | که دست طول امل هم نچیده زان ثمرے
بعشق راحت و آرام جان مبند خیال | که عشق آفت جانست و شوق دردسرے
از رفته چو در شاه عشق محکم گیر | که بے نواست بعالم گدائے دربدرے
نفس لبان جرس نعره زن که اے غافل | به هوش باش که پیش است راه پر خطرے

بہ دیدِ حسن تو ام مستمند ورنہ بشہر — ہزار حسن فروش اند بہ ز یک دلے

ہزار مرتبہ بردیم پیش شیشہ گراں — دلِ شکستہ ما را نہ بست شیشہ گرے

شنیدہ ام کہ خسرو می بہ نیم نگاہ

بسوئے محوی دانش پرست ہم نظرے

(۱۵۸)

اے صبا گر بہ یار ما گزری — قل لہٗ ہل اتاک من خبری

ہمنشیں دلی و دل مشتاق — از نظر غایبی و در نظری

چہرہ پنہاں کنی و حسن عیاں — پردہ داری کنی و پردہ دری

چوں نہ آئی بخانۂ چشمم — از رگِ جاں اگر قریب تری

اِنَّ لِی فِی نَوَاکِ یَا سَلمیٰ — اَلَمٌ ہَمَّنِی فَہَل تَدرِی

بن پیا کے پڑی ہے سُونی سیج — بِن بدیسی اجاڑ ہے نگری

وصل کی لذتیں کسے معلوم — عمر تو سب فراق میں گزری

کعبہ در پیش و رہزناں بکمیں

محویا زود باش در خطری

(۱۵۹)

چگونہ دل بہ تماشائے گلستاں داری — پس بہار گر اندیشۂ خزاں داری

ازیں چمن کہ دو رنگ است در بہار خزاں — چناں گزر کہ نہ پروائے ایں و آں داری

ازاں تو طالبِ سودی و پُر حذر ز یاں — کہ قدرِ سود ندانی کہ در زیاں داری

پئے نعیم دو عالم بر دل مرو از دل — چہ گنجہا کہ نہ پوشیدہ اندر آں داری

شکایت از دل ویران خود کنی و هنوز — دریں خرابه تمنا جهان جهان داری
ز فرط عشق تو آن شوخ را حکایت‌ها — تو ای غریب محبت چه داستان داری
براه عشق مجو امتیاز نام و نشان — اگر ز همت مردان رهِ نشان داری
ز تکیه گاه محبت ترا بروں نه کنند — بسان پرده اگر سر بر آستان داری
نداده ترا دسترس به یک ذره — تو در خیال که در دست دو جهان داری
بغیر زخم جگر دوز سینه نگذاشت — به ابروی تو که آموخت این کمان داری
خدای ساده مزاجی شوم که با عاشق — نه بسته عهد وفا قصد امتحان داری
مجو ز چشمهٔ حیوان ز نام نیک طلب — بدل اگر هوس عمر جاودان داری
گره برشتهٔ کار تو دوستان زده اند — تو چشم عقده کشائی ز دشمنان داری

مکن شکایت ناقدری سخن محوی
به مجمعی که دراں شاد نکته دان داری

(۲۶۰)

نه زنی زخمه بساز دل نالاں تا کے[عه] — انتظار چمن و فصل بهاراں تا کے
دل پراگنده و تراز لف پریشاں تا چند — خاطر آشفته ترا از طرهٔ پیچاں تا کے
هنگه با کاکل و رخسار تو می‌ورزم عشق — گویم افسانهٔ حسن گل و ریحاں تا کے
نظر از هر بن مو میکنم و می‌بینم — پردهٔ دیده شود دیدهٔ حیراں تا کے
باده از خون جگر، جام ز تبخاله لب — محتسب منع چنین باده گساراں تا کے
لالهٔ تربت ما طرفه تماشا دارد — بگذری بیخبر از خاک شهیداں تا کے

عه یہ غزل اعلیحضرت بندگانعالی مدظلہ العالی کی عطا کردہ طرح پر لکھی گئی تھی ان بنایہ خبر ملی تھی کہ کوئی غزل سات شعر سے زیادہ کی نہ ہو

حال خوبانِ سفر کردہ چہ جوئی محوی
میروی در پے رم کردہ غزالاں تا کے

(۲۶۱)

میفروشی بریا دولت ایماں تا کے — اے دل از مصلحت چند مسلماں تا کے
آنچہ دیدی بجہاں خواب پریشاں دیدی — خاطر جمع از ایں خواب پریشاں تا کے
درد دادی و بہ اندازۂ درماں دادی — یارب ایں رد بہ اندازۂ درماں تا کے
بے دم عشق جہاں کالبد بیجاں است — ندمی روح دریں قالب بیجاں تا کے
از ازل مجمع مستاں خرد منتظر است — یکشائی در میخانۂ عرفاں تا کے
باشس ہیچند کہ داماں ولت میگیرم — میروی از بر ما برزدہ داماں تا کے
حق ہمیں است کہ یارا سراپا احساں — نشود بندۂ حق بندۂ احساں تا کے

میکنی قطع رہ نظم پیادہ محوی
دعوی ہمسریٔ شاہ سواراں تا کے

(۲۶۲)

از چہرہ نقاب افگن اے شاہد ہرجائی — عالم نشود روشن تا روئے نہ بنمائی
در چشم حقیقت بیں واللہ معمائی — مولائے ہمہ بندہ ہم بندہ مولائی
از ذرہ پدیدار است رخشائی خورشیدی — وز قطرہ نمودار است پہنائی دریائی

سے یہہ غزل بھی اعلیحضرت بندگانعالی مدظلہ العالی کی عطاکردہ طرح پر لکھی گئی تھی۔ اس میں بھی یہ شرط تھی کہ کوئی غزل سات شعر سے زیادہ کی نہو
لہ عزیزی مولوی محمود علی صاحب نصرت خاں تیموری سلمہ کی فرمایش پر یہہ نظم لکھی گئی تھی ۔

فرہاد ز سر تا پا یک جلوۂ شیریں است | در کسوت مجنون است خود شیوۂ لیلائی
دود دل مجنون است ایں ابر رواں پرور | خون تن فرہاد است ایں لالۂ صحرائی
از اوج کمال تو برگشت نظر قاصر | بگزشت عروج تو از سرحد بینائی
بر حکمت تو شیدا، صد حکمت یونانی | وز عسرت تو پیدا صد شوکت دارائی
از سعی بلیغ تو در چشم زدن بنشست | ہم شور و شر گبری، ہم فتنۂ ترسائی
شد زندہ ز نطق تو آئین براہیمی | زیبد ز لب نوشیں دعوائے مسیحائی
دل ہائے عزیزاں شد پرخون ز فراق تو | وقت است ز خواب خوش برخیزی و باز آئی
فرقت ز تو کے شاید با ایں ہمہ دلداری | غفلت ز تو کے زیبد با ایں ہمہ زیبائی
آں عقدہ کہ افتاد است در رشتۂ کار ما | دانم کہ ہمت برہبندی و بکشائی
از فرط کرم وقتے "خیر الامم" خواندی | اکنوں بحق امت اے خواجہ چہ فرمائی
از مدح تو شیریں است کام و دہن مادح | مدح تو مگر دارد تاثیر شکر خائی

از خوان عطائے تو اے خواجہ چہ کم گردد
گر درد دل محوی یک ذرہ بافزائی

(۲۶۳)

پوشیدہ بہ ہر شریاں پیوستہ بہ ہر بندی | چون است بایں قربت با بندہ نہ پیوندی
پیمان تو جان من پیمان کریمانست | پائندہ و جاوید است پیماں کہ تو می بندی
آں در کہ تو بکشائی کس می نتواند بست | جز تو نکشاید کس آں در کہ تو می بندی
از مادر گیتی شد آزادہ و بے پروا | آں را کہ ہوائے تو بگرفت بفرزندی
از عقل و خرد بگزر گر عشق ہوس داری | باہم نتواں کردن رندی و خردمندی

تیمار غلامان نیست آئین خداوندان　　مگزار خداوندا این رسم خداوندی

حیرت بخیال تو صد حیف بحال تو

بی یار اگر محوی آسوده و خورسندی

(۲۶۴)

خواهم ای ماه نه بیگانه ز منزل باشی　　از ره لطف بدل آئی و درون دل باشی

چشم مشتاق مشو خیره ترا تاب کجاست　　که بخورشید جهانتاب مقابل باشی

سلطنت خانهٔ دل گیر و نهانخانهٔ عقل　　تا توای عشق خداوند دو منزل باشی

تا نه بیراهه روی پای تو در راه جنون　　به نه آنست که پابند سلاسل باشی

غنچهٔ گل بشو و مرغ سحر خوان بیدار　　شرط انصاف نباشد که تو غافل باشی

اشک خون ریز که تا پاک بشویند ترا　　گرچه آلوده تر از دامن قاتل باشی

شور و هنگامه پروانه نگیرد آرام　　تا توای شمع فروزندهٔ محفل باشی

می شناسد ترا قیس نگاهان بلیلی　　در بر حجله که در دامن محمل باشی

باطل آنست ز هر سو که تو گردانی رو　　حق همانست به هر سو که تو مایل باشی

عکس روی تو بروی خود و اسان گذرد　　گر تو پیش نظر آخر بسمل باشی

منت بحر مکش قطرهٔ آبی مطلب　　تشنه هرچند لبان لب ساحل باشی

ترک هل است سرانجام تمنا دشوار　　سهل را گیر چرا در پی مشکل باشی

جز نواهای پریشان نکشد مرغ چمن　　از چه خواهی که هم آهنگ عنادل باشی

در حق خویش گمان دارد لیکن نه چنان　　که بهم بر زن فرق حق و باطل باشی

علم نادانی خویش است کمال هر علم　　حاصل علم همین است که جاهل باشی

نالہ ات نیست زبیکار است جہان محوی
گر تو از نالہ صدی خوان تو افضل باشی

(۲۶۵)

ز خویش بیخبری با خبر چگونہ شوی
نظر نداری و صاحب نظر چگونہ شوی

نخوردہ تیر الم چون علم شوی ز عشق
نبردہ نام وفا نامور چگونہ شوی

کمین کشادہ بہر سو کمند کاکل دوست
بحیرتم کہ اسیر دگر چگونہ شوی

نگار بخیر و صبح دور بخت سیاہ
ندانم اے شب ہجران بسر چگونہ شوی

قدم ز خویش نہ بیرون نہادہ ہمہ عمر
ز رفتہ راہ بگو راہبر چگونہ شوی

درین زمانہ بزرگی کہ یافت بے خونی؟
پسر نبودہ بعالم پدر چگونہ شوی

شراب خون جگر ناچشیدہ اے نادان
حریف محوی خونین جگر چگونہ شوی

(۲۶۶)

نعت

بملک دلم خیمہ زد شہریارے
عجب ملک گیرے عجب تاجدارے

حکیمے و نا خواندہ حرفے ز حکمت
نیاموختہ علم و آموزگارے

دوائے دل دردمند غریبان
سراپا کرم رحمت روزگارے

برائے صبا تا دیار مدینہ
پیام مودب ز خدمت گزارے

بگو خواجہ تا چند این خواب نوشین
تو در خواب و اسلام در حال زارے

عہ برادرم مولوی حکیم علی محمد صاحب مرحوم و مغفور کو یہ طرح بہت پسند تھی مجھے ارشاد ہوا کہ تم بھی چند اشعار اس طرح میں نعت میں لکھو۔ بہ تعمیل ارشاد یہ چند شعر عرض کئے گئے۔

گرفتار تو می گوئند درخت ظلمش — نه جائے قرارے نه پائے فرارے
کمان گیر از ابروان مقوس — زره پوش از کاکل تابدارے
برانگیزه بار دگر بارگی را — چنین هین میدان چنین شه سوارے
بلے میدهد جان به هر یک ادایت — گرفتار عشقت جهان آرے آرے

چه پرسی ز اسلام و ز درد هایش
نگفته است محوی یکے از هزارے

(٢٦٧)

دیده را بسته به دیدار صنم می آئی — پائے بشکسته پے طوف حرم می آئی
ترسم اے طالب ره زود به منزل نرسی — راه دور است تو با خیل و حشم می آئی
از عدم غیر عدم هیچ نه آید بیرون — چه هراسی ز عدم چون قدم می آئی
می روی ذره صفت رقص کنان تا خورشید — قطره سان نعره زنان جانب یم می آئی
مرحبا اے چمن آرائے جهان رشک بهار — از کجا سرخ رخ و تیز قدم می آئی
با که این دل و جان باخته بودی و شیب — که چنین تافته رخ باخته دم می آئی
از خیال رخ خوب تو مرا زیستن آساں — هر کجا می روم اے شوخ تو هم می آئی
سینه را کن سپر آه دل مظلومان — گر کمر بسته پے جور و ستم می آئی

؎ میرے لکھنؤ کے قیام کے زمانہ میں مہاراجا کیشن پرشاد باشی نے مجھے لکھا کہ سر اقبال نے مجھے اپنی ایک غزل بھیجی ہے اور فرمائش کی تھی کہ میں بھی ایک غزل اسی طرح میں لکھوں جو غزل میں نے لکھی ہے وہ آپ کے پاس بھیجتا ہوں آپ بھی اسی طرح میں غزل لکھ کر جلد بھیجیے وہ نواب انکے پاس بھی بھیجیں گے۔ حسب ارشاد میں نے یہ غزل ایک ہی دن میں لکھ کر بھیج دی تھی معلوم نہیں کہ ان کے پاس بھیجی گئی یا نہیں۔

بہراد و غریباں دل افگار بیا — ایکہ در معرکہ چوں تیغ دو دم می آئی
عاشق خستہ بشوقت ہمہ شب چشم بہ بست — گفتہ بودند کہ در بزم تو ہم می آئی
محوی غمزدہ امروز ترا وقت خوش است
شاید از بزمگہ شاہ تو ہم می آئی

(۲۹۸)

نہ مرا بہ ہجر تنہا ہمہ بیقرار داری — کہ ہزار بیقراراں بہ ہمیں قرار داری
نہ گہے قدم گزاری بہ تماشہ گاہ چشمم — بچہ طور میتواں گفت ہمہ جا گزار داری
تو اگر مرا گزاری بچہ ساں ترا گزارم — چو تو من دگر ندارم تو چو من ہزار داری
بچہ ساں شکار کردی دل بجہاں شیدا — نہ ترا ہوائے صیدے نہ سر شکار داری
نہ بدام دوستاں را بحصار امن گیری — نہ ہمارا دشمناں را بپے گیر و دار داری
سر و برگ کارسازی نشدم گہے میسر — تو بکارگاہ عالم ہمہ اختیار داری
زگنہ نکردہ توبہ بہ امید لطف محوی
چو شنیدہ چشم لطفے بگناہگار داری

(۲۹۹)

تا بود با من یار من بود آب و تاب زندگی — او رفت شد ہمراہ او ہم آفتاب زندگی
گردم کہ داری در چمن می جوش زن مے خو فگن — بے ما بہوش لیکن کجا حظ شراب زندگی
وصل است عین زندگی ہجر است مرگ عاشقاں — عاشق بگیرد ہجر را اندر حساب زندگی
گاہے بہار و گہ خزاں گہ غمزدہ گہ شادماں — جز ایں ندیدم در جہاں تعبیر خواب زندگی
از صرصر باد خزاں شد محو بے نام و نشاں — چوں بود محوی در جہاں نقشے بر آب زندگی

(۲۷۰)

گر سرو چمن یاد آمدم سروے قبا پوشے | نکو روئے سمن بوئے لنگوئے قدح نوشے
چو سنبل گشت دل آشفتہ در یاد سراپائے | چو گل گردیدہ آغوش در شوق بر دوشے
بہار صحبت دیرینہ یاران بیاد آمد | چو سیلاب بہاران دیدہ گریان زد جوشے
ز غرط غم شدم دمساز با آہ سحرگاہی | ازاں روز یکہ گم شد جلوہ صبح بنا گوشے
ہزاراں جلوہ ہا دیدہ است این چشم جہاں بینم | ولیکن از کجا آرد زبانے وز کجا گوشے
تو بہر امتحانم سرگزشت عمر می پرسی | کہ میداند کہ آرد در بیاں خوابے فراموشے
مکن واعظ مرا تلقین آداب زباں بندی | کہ من دارم سخنہا گفتنی با لعل خاموشے
نمی بندند دل اہل صفا با شاہد دنیا | چو ایں دلالہ میگردد ز آغوشے بہ آغوشے
ز حال خستہ دل دادہ عاشق چہ می پرسی | چو زلف مہوشان آشفتہ حالے خانہ بردوشے

ز شان و شوکت شاہانت اے جان ہیچ کم گردد
اگر بر نالۂ بیچارۂ مجوری نہی گوشے

(۲۷۱)

بہ عشق خود نمیدانم چسانم مبتلا کردی | نہ اظہار ولا کردی نہ اقرار وفا کردی
شمارم تا کجا نیرنگی جادوئے ایجادت | بیک افسوں بپا ہنگامۂ ارض و سما کردی
گرفتی جہانے را بیک دام جہانگیری | ازیں دام جہانگیری کسے را کے رہا کردی
گہے عقد ولا با مجمع ہیگانگاں بستی | گہے نا آشنا نیہا بجیل آشنا کردی
تشنیدی زیر تیغ قاتلاں ہو ہائے سربازاں | تماشا ہائے رقص بسملاں در کربلا کردی
بایں دل خستگی تعلیم تسلیم و رضا دادی | لب زخم دل پر خون ما را بے صدا کردی

هنوزم هست اندر سر هوای آرزومندی — هزاران آرزو دیدم گرچه تحویل هوا کردی

پے آسودگان در محبت جان گسل باشد — بحق عاشقان آن درد را عین دوا کردی

بآه سرد دادی رنگ اعجاز مسیحائی — سرشک چشم را سرچشمهٔ آب بقا کردی

بدلق بے نوا بستی طراز خلعت شاهی — کلاه فقر را هم سایهٔ بال هما کردی

جلا دادی دل تاریک را از گریه شبها — مناجات سحر را دافع رنج و بلا کردی

عنان اختیارم داشتی در دست چون بسی — که اے بیراهه رو این کار چون دیدی چرا کردی

پے دید جمالت کاسهٔ دریوزه شد چشمش
"شه ملک فراغت بود محوی را گدا کردی"

(۲۷۲)

تو درون خود چه نه یافتی که برون نه خویشتن آمدی — تو چراغ کعبهٔ خلوتی به چه سان بر انجمن آمدی

تو نگاه چابک پرتوی تو فروغ هادی امتی — تو همای سدره نشینی ز کجا بدام تن آمدی

گهی تافتی رخ گلستان به گل بنفشه خمیران — گهی همچو بلبل تفته جان بهوای نعره زن آمدی

بکشاد قلعهٔ خیبری ز توان بازوی حیدری — بشکست صنعت آذری تو خلیل بت شکن آمدی

چه شدت که با همه برتری نشدی ز نقش قباری — ز قبای اطلسی و زری ته چادر کفن آمدی

بجنازهٔ من بجوا لب گر بهر زار صدا — که بیا بیا پس سالها بمنازل وطن آمدی

بهم قدم بکنار گل نه نظر کنم به تماشای گل — چه بازدم بدید بهار گل که تو حاصل چمن آمدی

مخروش محوی مبتلا به عطای طالع نارسا
چو نه بد تحمل اب چه بشمار اهل فن آمدی

عکس پیری جناب محوی



محوی شکست بیست کرشت بدو ب

عمرے بدوش بار دو ع له کشدو بیم

متفرقات

ضمیمہ دیوان محوی

مطبوعہ
سجاد پریس حیدرآباد دکن

قصیده

آنجا که رخ خوب تو در جلوه گری بود — دیدن طرف لاله و گل بی بصری بود

زان گشت سر ما ز درت دور که مقسوم — جانکاهی و آوارگی و دربدری بود

وادی تو بما خشک لب و دیده پر نم — پیداست که در حکم تو خشکی و تری بود

بستیم از آن چشم که دیوانه صفت اشک — آماده به آشفتگی و پرده دری بود

هر کار که کردیم بآخر غلط افتاد — چون چرخ ستمگر بسر کینه وری بود

تخمی که فشاندیم نشد سبز و برومند — نخلی که نشاندیم ثمر بی ثمری بود

ما کرده نه یک ظلم بصد ظلم گرفتار — او کرده و صد جور ز هر جور بری بود

بیر جسم کلاه نمدین هم نه عطا کرد — آن را که هوا و هوس تاجوری بود

هر آنچه که دیدیم و شنیدیم ز یاران — زو چشم وفا داشتن آشفته سری بود

هیهات چه سان گشت بیدل روش دهر — امروز هنر گشت که دی بی هنری بود

خاموش لب نطق ز بی قدری ایام — رنگین رخ امید ز خونین جگری بود

گرد است و غبار است پر از ریگ روان دشت — جائیکه بصد ناز روان رود هری بود

غوغای کلاغ است صدای زغن و بوم — آنجا که گهی قهقهه زن کبک دری بود

آں نالہ کہ میشد ز ثری تا بہ ثریا — [illegible] کس از بے اثری بود

آغشتہ بہ سم بود مگر خنجر قاتل — [عنہ] سی سال پسر رفت کہ زخم جگری بود

از کلک ستم داشت و صد نقش نمایاں — دل بود کہ یک لخت عقیق شجری بود

آزار دہی شیوہ والا گہراں نیست — ایں کار مگر لازمہ بدگہری بود

دل بود پر از زخم ز بیداد حریفاں — فریاد دل خستہ پئے چارہ گری بود

کس دیدہ نہ آں زخم نہ بشنید تظلم — یارب ز کجا ایں ہمہ کوری کری بود

گوئی کہ جہاں بود ز انصاف مبرا — گوئی نہ کسے مستعد داد گری بود

جز حامی حق، حضرت عثمان علیخاں — کو چشم و چراغ خرد و دیدہ وری بود

خوش بود کہ ما دست بہ ہر سر کہ نہادیم — آں سر نہ سزائے الم پا سپری بود

ما جانب او دیم و فلک جانب بیداد — بینیم کرا غلبہ دریں کرّ و فری بود

محکوم نہ ہماں خادم دیرینہ پے ما — دست وے و داماں دعائے سحری بود

بیداد بسے رفت بداوش برسانیم — داوش نہ باو داد ز کوتہ نظری بود

میخواست مرض شربت دینار و طبیباں — دادند دم تیغ کہ رسم تتری [عسہ] بود

زر دوست کہ ما نسخہ زریں بنویسیم — دانیم کہ درویش ہمہ بے سیم و زری بود

یارب بجہاں باد چنیں شاہ جواں عزم

تا فرق بہ نوخیزی و پیرانہ سری بود

عنہ اِس بیداد کی طرف اشارہ ہے جسکی داد اسوقت تک نہ دی جا سکی۔ جن لوگوں کا یہ عمل تھا وہ حقیقت میں شرافت ذاتی اور خاندانی سے مبرا تھے۔ عسہ تاتاریوں کا یہ دستور تھا کہ جس قوم کو وہ فتح کرتے تھے یہ چاہتے تھے کہ اس کا کوئی فرد باقی نہ رہنے پائے تاکہ آئندہ وہ قوم سرکشی یا بغاوت نہ کر سکے۔

قصیده به اظهار تشکر صدور فرمان[ن] در باره اضافه ادرار

سر مدح خدایگان دارم | خاکم و قصد آسمان دارم
شکر الطاف بر زبان دارم | سر منت بر آستان دارم
از دو الفاظ عزت افزایت | سرفرازی دو جهان دارم
آنچه در حق بنده فرمودی | یاد از فخر هر زمان دارم
برکشیدی مرا ز بستر خاک | سر عزت بر آسمان دارم
حکم کردی به بیشئ ادرار | تا نه پروای دیگران دارم
نان ز تو هست هم نمک از تو | از تو هم نام و هم نشان دارم
آبیاری چمن چمن کردی | گل عشرت جهان جهان دارم
از فسون و کرشمه کرمت | پیرم و طالع جوان دارم
بعد زین مسلک سخن گوئی | گر تو گوئی چنین چنان دارم
ای ز حکمت گرامجال عدل | گوش بر صوت کن فکان دارم
عمر افزون و بخت تو یاور | این دعا روز و شب روان دارم

از پس این دعا بیا محوی
نطق را دست بر دهان دارم

[ن] مگر افسوس ہے کہ بعض نالائقوں کی نالیاقتی سے اسکی تعمیل نہ ہو سکی ۔

۵

قصیدہ

در عشق چه می پرسی از دوست چها دیدم
ہم مہر و وفا دیدم ہم جور و جفا دیدم

در جنت وصل او صد عیش و طرب کردم
در دوزخ ہجر او صد رنج و عنا دیدم

ریعان جوانی بود آن حال که دانی بود
زاں جوشش کہ آنی بود یک حشر بپا دیدم

ہر نخل ہوس کانرا در گلشن جاں بستم
در عین بہاراں را پامال ہوا دیدم

سرمایہ عقل و دیں شد نذر غم عشقش
بگذشت بسے خود را بے برگ و نوا دیدم

بسیار بکا کردم، بسیار دعا، لیکن
بے اجر دعا گوئی بے سود بکا دیدم

گہ جور رقیباں بود گہ پند رفیقاں بود
ایں را نہ پذیرفتم واں را نہ بجا دیدم

در عشق و محبت ہم قانون مکافات است
ہر بار خطا کردم ہر بار سزا دیدم

از جور بتاں آخر رفتم بہ پناہ او
عثماں علیخاں را چوں ظل خدا دیدم

مدبر بشود مقبل در سایہ دستارش
در طرہ زرنیش تاثیر ہما دیدم

گویند جہانبانی بے ریو و ریا مشکل
ایں کار مگر اینجا با صدق و صفا دیدم

در قلب صفا باید، در چشم حیا باید
ایں ہر دو صفت در شہ بے ریو و ریا دیدم

غنم کہ بیک جا شد درویشی و سلطانی
بر خرقہ درویشی شاہانہ قبا دیدم

عید من و تو شاہا میموں و ہمایوں است
تو روئے مہ نو را من روئے ترا دیدم

ما ہر دو جہاں دیدیم آما بہ تقفا دہا
چوں من تو بسے دیدی من چوں تو کجا دیدم

تو دست قوی دستاں بگردن من دیدی — من گردن ہر سرکش پیش تو دوتا دیدم

کاریکہ خدا خواہد از دست کساں آید — از دست ہمہ بالا من دست خدا دیدم

بر سبزہ پژمردہ باران کرم بارد — این بذل کریمانہ دایم زسما دیدم

فرمان قضا دیدم، منشور قدر دیدم — ہر انچہ مقدر بود بے چون وچرا دیدم

گہ پیش فراز آمد، گہ پیش نشیب آمد — بس طرفہ تماشہ ہا زین ارض وسما دیدم

در خواب گران ماندم ہم آمد وہم بگذشت — چون باد سحرگاہاں دوران بقا دیدم

طے شد سفر دنیا، پیداست سر منزل — بے سود کنون گفتن در راہ چہا دیدم

تنہا نہ ہمین انسان در معرض اتلافست — ہر ہستی این عالم مرہون فنا دیدم

در حفظ خدا دیدم جان تو و مال تو — تائید بہ ہر کارت از آل عبا دیدم

تنہا نہ دعاگویت محولیست بحق تو

دیروز جہانے را مشغول دعا دیدم

قصیدہ کہ بجشن سالگرہ مبارک اعلیحضرت

در ماہ مہر سنہ ۱۳۴۹ف گزرانیدم

دلم نظر بخدا و خدایگان دارد — نہ چشم لطف وعنایت ز دیگران دارد

خدائے برتر و بالا کہ دست قدرت او — بحکم خود ز زمین تا بہ آسمان دارد

نگاہ شوق در اوج منظرش جوید — جبین سجدہ تمنائے آستان دارد

خدایگان یگانہ کہ گاہ نصفت داد — بیک وتیرہ توانا و ناتوان دارد

زعدل شاہ عدالت پناہ بریک شاخ — بہ باز صعوہ وگنجشک آشیان دارد

زنظم شاہ سخنور سواد ملک دکن — ہزار فخر بہ شیراز و اصفہان دارد

پے ترقی تعلیم و ارتقائے علوم
دل کشادہ و دستِ گہر فشاں دارد

محیط فیض رساں‌ش زابر لطف و کرم
ہزار چشمہ بہ ہر چار سو رواں دارد

بزیر سایہ لطفش زمانہ دلشاد است
چو بلبلے کہ نشیمن بہ گلستاں دارد

بجشن سالگرہ مدح گوئی بے مایہ
بجز دعا و ثنایش چہ ارمغاں دارد

زبان مدح و دعا سکند تخلیق عیاں
ہر آنچہ قلب تہ پردہ ہا نہاں دارد

خدائے عز و جل شاہ را ازکید زماں
طفیل پنجتن پاک در اماں دارد

ہزار سالہ کند عمر او و چندیں سال
بحال محوی بیچارہ مہرباں دارد

قصیدہ بذکر خانوادہ آصفی و تہنیت سالگرہ اعلحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر دام اقبالہ

حسب فرمائش مولوی محبوب علی صاحب طاہر ناظم نشریات مرتب شد

صبح دم باد بہاری بوی جاں می آورد
در تن اہل جہاں روح رواں می آورد

بر مثال ابر آصف جاہ را باد شمال
بر سر خاک وطن گوہر فشاں می آورد

آنکہ می آرد بہ ظلمت چشمۂ آبحیات
آنکہ در ویرانہ گنج شایگاں می آورد

می رہاند ملک را از پنجۂ غارت گراں
ہمرہ فتح و ظفر امن و اماں می آورد

بخت و اقبال خداداد‌ش بہر میدان جنگ
کامگار و کامیاب و کامراں می آورد

بہر اظہار اطاعت پنجۂ پر زور او
سرکشان تند خو را موکشاں می آورد

می نہد بنیاد آں گلشن کہ ہر یک گلبنش
آبروئے تازہ بر روئے جہاں می آورد

از دو صد سال است کیں گلزار سعی آصفی
ہم گل و ہم لالہ و ہم ارغواں می آورد

بعد آصف جاہ اول آصف ثانی بجہد
باز آب رفتہ جو را رواں می آورد

بعد او بخت جہانگیری سکندر جاہ را — با ہمہ شان سکندر حکمراں می آورد

پونہ و میسور و ہم مدراس ہم چند رنگر — رو بہ ہر مشکل سوئے ایں آستاں می آورد

میکند با ہر کہ یاری مرزبان آصفی — پلہ میزاں او دولت گراں می آورد

یاری ایں دودمان یاوری عقل و بخت — تاجراں را سرور ہندوستاں می آورد

ناصرالدولہ ولیعہدش فضل اللہ و خلیق — فضل و بذل و لطف و احساں رسمیاں می آورد

از پس ایں نامداراں روزگار رہبریاں — ہیر محبوب علی جان جہاں می آورد

بعد ایں گلہائے رنگارنگ سعی باغباں — یک گل جاذب نظر در گلستاں می آورد

بہر تنظیم ممالک کارپرداز جہاں — زبدۂ ایں دودماں را در میاں می آورد

بر سر عثمان علیخاں می نہد تاج شہی — بر سر سلطنت با عز و شاں می آورد

نوبہار عہد عثمانیست کو با خویشتن — دانش پیرانہ و بخت جواں می آورد

می دمد روح رواں در قالب بیجان ملک — "شاہ گوئی از دم عیسیٰ نشاں می آورد"

میشود ہر کار و ہر تدبیر و ہر رایش درست — زانکہ در ہر کار عقل کارداں می آورد

شاہ میداند کہ در عالم بجز نام نکو — نیست تدبیرے کہ عمر جاوداں می آورد

شاہ میداند کہ تشویق ہنر ترغیب علم — در حد و مملکت گنج گراں می آورد

از تباہائے رشید عہد راحت جہاد و — یاد عہد دولت شاہجہاں می آورد

نطق سحبانش دم تقریر می ریزد گہر — نکتہ ہائے نغز در سلک بیاں می آورد

مژدہ جشن گرہ بہر ہوا خواہان شاہ — راحت قلب و جگر آرام جاں می آورد

محوی عزلت نشیں را ایں نوید جانفزا — بازو در گلزار معنی نغمہ خواں می آورد

غنچہ اقبال شہ بادا شگفتہ تا نسیم — نکہت گلہائے تر از گلستاں می آورد

تقریظ بر کتاب موسومہ سراپائے رسول کریمؐ مصنفہ عزیز جنگ مرحوم
حسب استدعائے مصنف موصوف ۱۳۲۴ھ

فطرت بجلوہ آمد و کار بہار کرد | از شرق تا بغرب زمین لالہ زار کرد
ابر بہار آمد و چوں وحی آسماں | تائید روح نامیہ نامدار کرد
پیغمبر نسیم بصد شیوہ ہائے نغز | در گلستاں شریعت گل آشکار کرد
بیدار کرد سبزہ خوابیدہ را ہزار | بانگ نماز صبح چو از شاخسار کرد
تجدید کرد فاختہ لرزید شاخ سرو | تکبیر گفت کبک فغاں کوہسار کرد
استاد نوبہار ز اشکال گونہ گوں | شرح اصول ہندسہ کردگار کرد
نقاش نامیہ ز دیبائے رنگ رنگ | داماں دشت را ہمہ نقش و نگار کرد
گویم چرا نہ صاف کہ در قید آب و گل | بر خلق جلوہ رحمت پروردگار کرد
آمد بروں ز پردہ تقدیس شاہدے | کز بہر او زمانہ بسے انتظار کرد
بنمود چہرہ ظلمت شب گشت یکطرف | افشاند زلف بزم جہاں مشکبار کرد
مرد خدا کہ قوم ز رہ رفتہ را، دگر | فرماں پذیر و بندہ پروردگار کرد
آں رہبر زمانہ کہ از شیوۂ زشت | چندیں ہزار عابد شب زندہ دار کرد
آں کاملے کہ از نظر کیمیا اثر | خاک سیاہ را زر کامل عیار کرد
آں سرورے کہ بے مدد لشکر و سپاہ | آوارگاں بادیہ را شہریار کرد
مردے کہ قوم پا زدہ و ناشناس را | مشہور دہر و تاج سر روزگار کرد
افگند کاخ شرک بگفتار دل نشیں | بنیاد دیں بہ نعرہ حق استوار کرد

هم ساکنان بتکده را گفت الحذر — هم غافلان مے زده را هوشیار کرد
یا هر که بست عقد ولا استوار بست — یا هر که کرد عهد وفا پائیدار کرد
با دوستان نمود وفا جان نثار ساخت — بر دشمنان فزود کرم شرمسار کرد
ایمان فزود کفر اگر گشت سنگ راه — شد کوه عزم قوم اگر سنگسار کرد
از فیض او دیار عجم گشت فیض یاب — وز ذات او زمین عرب افتخار کرد
آب و هوائے دہر و مزاج زمانه را — با قوم حق پرست دگر سازگار کرد
محوی تو کیستی که زنی دم بوصف او — اوصاف خواجه را که تواند شمار کرد
لطفش نگر که با همه این دوری فراق — از ما برید مهر نه از ما کنار کرد
گه در مثال گاه برؤیا گهے بخواب — صد ره نظر بطالب امیدوار کرد
سرمایۂ شکیب دل ناصبور شد — تسکین اضطراب دل بیقرار کرد
شمس العلوم، خان بهادر، عزیز جنگ — هم یافت این عطا و بجا افتخار کرد
یعنی بخواب دید جمال محمدی — سر بر قدم نهاد و دل و جان نثار کرد
راضی نشد دلش که کند خاص خویشتن — آن نعمتے که عام بر او کردگار کرد
خامه گرفت و صفحهٔ قرطاس را بفن — از رنگ چین و بتکده نوبهار کرد
گه حرف زد ز عارض تابان گهے ز زلف — گاهے سخن ز لیل و گهے از نهار کرد
گفتار را بسلسلهٔ زلف داد طول — چندانکه در حدیث دهن اختصار کرد
تا شعر در بلندی و رعنائی و جمال — انداز و ناز قامت یار اختیار کرد
نازم بایں طلاقت و حسن بیان که او — با شرح و بسط ذکر سراپائے یار کرد

دامِ بیانِ حلیۂ زیبائے مصطفےٰ	زیبد نہ ہیچ شاہدِ چین و تتار گرد
کفر است چشمِ حق نگر و پاکباز را	نسبت بکفر و مستی و خواب و خمار کرد
حیف است زلفِ زینتِ رخسارِ دوست را	نسبت بہ اژدہا و بہ افعی و مار کرد
دور است از ادب قدِ رعنائے یار را	مانا بچوبِ سرو لبِ جوئبار کرد
آتا عروسِ نظم نہ آمد بجلوہ گاہ	زیور ز استعارہ نہ تا استعار کرد
بے امتزاجِ بادۂ دیرینۂ مثال	جامِ سخن کہ بامزہ و خوشگوار کرد ؟
ہر جا کہ ذوقِ شعر و سخن گفت آفریں	چیں بر جبیں مذاقِ ادب گیر و دار کرد
پاسِ ادب، ضرورتِ فن، ذوقِ شوقِ مدح	آں کیست کو رعایتِ ایں ہر چہار کرد ؟
دریافتِ مشکلِ صفتِ حلیۂ رسول	ہر کس کہ اندریں نظرِ اعتبار کرد
جائے شگفت نیست گر از رہروانِ پیش	ایں راہِ پرخطر نہ کسے اختیار کرد
باد آفریں بہ ہمتِ مردانۂ ولا	اول قدم نہاد بمیدانِ کار کرد
اجرش دہد خدا کہ بوصفِ پیمبرش	دامانِ نظم پر ز درِ شاہوار کرد

"تصویرِ نور و حلیۂ پاکِ رسول" یافت

تاریخِ ختمِ نامہ چو محوی شمار کرد ۱۳۴۰ھ

ے مصنف موصوف نے مجھ سے دریافت فرمایا تھا کہ آیا میں اسکی وجہ بتا سکتا ہوں کہ فارسی گو اتنے شعرا گزر گئے مگر کسی نے حلیہ مبارک کے متعلق کچھ کیوں نہیں لکھا۔ یہہ اس کا جواب ہے۔ ایکمرتبہ مولانا شبلی مرحوم سے نعت کے معاملہ میں گفتگو آئی تھی مولانا نے فرمایا کیا تم کو عرفی کا وہ شعر یاد نہیں ہا جسمیں وہ کہتا ہے "عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا است۔ ہشیار کہ رہ بردمِ تیغ است قدم را" عرفی نے جو کچھ کہا وہ حقیقت ہے بعض اصحاب نے جس طرح نعت لکھی ہے وہ یقیناً پایہ ادب سے گری ہوئی ہے اسلئے بجائے ایسی نعت لکھنے کے صرف درود شریف پر اکتفا کر لینا بہت بہتر ہے۔

تقریظ بر دیوان فارسی مولوی محمد فصیح الدین صاحب المخاطب به فصیح جنگ

علامی مرحوم معتمد مالگزاری

شاعری کندن جانست و هلاک بدنست — یارب این علم چه علم است هم این فن چه فن است

این چه صنع است که مزدش همه درد است و عذاب — وین چه سوداست که اجرش همه رنج و محن است

خلق آسوده بخواب است و سخنگو همه شب — در خم و پیچ سخن راهرو و گام زن است

بهر یک مصرعه برجسته بوصف قد یار — شاعر استاده بیک پائے چو سرو چمن است

بهر تشبیه بزلفے که بدست دگر است — خاطرش پیچ به پیچ است و شکن در شکن است

بهر وصف رخ تاباں که ندیده است کسے — جان او سوخته چوں شمع میان لگن است

بهر یکدانه گوهر ز سحاب معنی — چوں صدف بسته زبانست و کشاده دهن است

در پے محمل لیلائے مضامیں، مجنوں — گاه آواره به نجد است و گهے در یمن است

بهر شیریں سخنے بازوئے فرهاد خیال — روز و شب رنج کش و تیشه زن و کوهکن است

آخر ایں درد چه درد است که هر لحظه ازاں — خاطر آزرده و دل خسته و جاں ممتحن است

از پس خوردن خون جگر و دود چراغ — آنچه شد حاصل او سرزنش انجمن است

یک به آهسته که در حق همیں ساده دلاں — قول "فِی وَادٍ یَهِیمُونَ" ز خدائے سخن است

یک به انداز نصیحت که مرا ایں مشغله را — نے به دنیاست بها و نه به عقبیٰ ثمن است

حظ نفس است دریں کار گرفتم لیکن — ایں چه کار است که یک حظ و هزاراں فتن است

یک نوا سنج که پرداز خیال است قدیم — گرچه رونق ده ایں بزم به نو پیرهن است

یک گل افشاں که شعر است فلاں حرف چو خار — گرچه باقیش به ترکیب گل یاسمن است

یک زباندانست گہر ریز کہ در گفتۂ او — عیب جز این نتواں یافت کہ ہندی وطن است
میکشد شاعر بیچارہ بصد غصہ و غم — این ہمہ بادۂ ناصاف کہ مردم فگن است
میکند عزم کہ زین پس نکند میل سخن — غافل از شیوۂ آں شوخ کہ توبہ شکن است
نیست آگاہ کہ اینجا نتواں بست زباں — تا طلاقت بر بانست و زبان در دہن است
نطق انعام الہی ست، درین قول چہ شک — سخن از عالم بالاست، چہ جائے سخن است
گر نہ ئی قائل این قول بیا تا برویم — سوے علامی علامہ کہ مغز سخن است
آنکہ با شغل گرانمایۂ دیوان نظام — صاحب نام و نشاں در صف ارباب فن است
شعرش از فرط روانی و روانی فروزی — غیرت آب رواں رشک در عدن است
طرز او دلکش و شیرین، مذاق است سلیم — فکر او تازہ و نشاو کہ مشق کہن است
عزم فرمود کہ آرد بنظر گاہ ہنر — نظم خود را کہ بہ تنظیم چو عقد پرن است

جستم از بندۂ محوی چو ولا سال مسیح
گفتمش "تحفۂ علامی شیریں سخن" است
۱۹۲۴ء

نظم بہ تہنیت تقریب تجدید جلیلہ صدر اعظمی تجدید مہاراجہ بکلیلہ باشی در بزم سخن خواندہ شد

سخنوراں سخن یاوراں یکدگر اند — کہ سرخوش از مے جوش بیاں یکدگر اند
بہ جستجوئے غزالاں دلکش معنی — رواں چو گرد پس کارواں یکدگر اند
دہند جام یکے را ز دیگرے گیرند — چو بنگری ہمہ پیر مغاں یکدگر اند

؎ فصیح جنگ مرحوم کا دیوان عزیز جنگ مرحوم المتخلص بہ ولا کے اہتمام سے طبع ہوا اور عزیز جنگ مرحوم کے اصرار پر میں نے یہ نظم لکھی تھی۔

زبان نغمهٔ هر کس ز هم اگرچه جدا ست — بوصف شاد مگر همزبان یکدگر اند
عطای ابر بهار و سخای خواجهٔ ما — بجان خواجه که روح روان یکدگر اند
میان او و کرم امتیاز دشوار است — چو روشناس بنام و نشان یکدگر اند
وفا از او ست خود او از وفاست نام آور — بخوان ناموری میهمان یکدگر اند
حدیث رفعت او از فروتنی پرسید — که این دو راویهٔ داستان یکدگر اند
کف کریم و دل راد او نگاه عطا — دو شهسوار عنان بر عنان یکدگر اند
سوال حرص گدایان و کیسهٔ زر او — دهن کشاده پی امتحان یکدگر اند
خدا دراز کند عمر پادشاه و وزیر — که هر دو آبروی گلستان یکدگر اند

سوای محوی ناکام و بخت نافرجام
کدام دوست چنین مهربان یکدگر اند

قصیده به تتبع قصیدهٔ بحر الابرار حضرت امیر خسرو سنه ۱۳۲۱ ف

درد و درمان هر دو اندر اختیار دلبر است — هجر او آشوب جان و وصل او جان پرور است
نیست چشمم آشنای لذت دیدش، مگر — جوش مهرش در دل است و شور حسنش در سر است
می‌روم اندر طلب لیکن نمی‌دانم کجا — بی‌نشان منزل مقصود و شوقم رهبر است
در خور تعظیم و تکریم است هر فرد بشر — زانکه این خلق خدا بر صورت صورتگر است
نیست جز نام نکو راز حیات جاودان — هر که واقف نیست زین سر گشته چون اسکندر است
از پی هر عهد باید یک خلیل بت شکن — زانکه در هر عهد قومی یادگار آذر است
مرد بی‌فیض است کم از لطف یزدان بهره یاب — التفات باغبان کمتر به نخل بی بر است

میکند یک غنچه صد اسرار صنعت آشکار / وز رموز رنگ و بو هر برگ گل یک دفتر است

کی تواند شد کسی بیرون ز اقلیم خدا / تا زمینش زیر پا و آسمانش بر سر است

ای جهان نادیده بر داماوی دنیا مناز / کاین زن بیباک را بازیچه قتل شوهر است

با عدو از آشتی گر بر نه آئی تیغ زن / به نشد زخمی که از مرهم علاجش نشتر است

راه میگیرند هم از بی بصر اهل بصر / چشم را رهبر و هم تحریر خط مسطر است

میشود در خسته حالی جوهر مردان عیان / شیر بعد از زخم خوردن بیگمان شیر نر است

نظم عالم قائم است از جد و جهد مادران / دست بر گهواره آری کارساز کشور است

این نوای خسروی محوی به آهنگ سرود
کان قبول خاطر احباب معنی گستر است

قصیده

دلم بدرد و رخم زرد و لب بفریاد است[ع] / شب مظالم و آه ستم کشان یاد است

درین حکایت اندوهگین و جانفرسا / زیاد همت والاست گر دلی شاد است

زهی فتوت فطری که جوهر ذاتیست / خهی شرافت نفسی که آن خداداد است

بایں فتوت و همت بایں مروت و خلق / بخواجه داد نه دادن کمال بیداد است

نه هر که گوشه دستار را بلند گذاشت / بلند همت و عالی مراتب و راد است

نه هر که رخت بصحرا کشید مجنون شد / نه هر که تیشه نجار ابهاد فرهاد است

نه هر امیر معن ابن زایده آمد / نه هر وزیر علی شیر و ابن عباد است

ع یہ نظم ایک تاریخی واقعہ کے متعلق ہے جس میں ممدوح نے جو کچھ کیا وہ انکی فتوت شرافت و ہمت کی بین دلیل تھی۔

گہے بکام تو گردد گہے بکام عدو — ہمیں و تیرہ ایں چرخ مست بنیاد است

گہے حکومت بغداد یانست بر عالم — گہے تسلط چنگیزیاں بہ بغداد است

گشادہ دست، گہے بستہ است در زنجیر — زباں نغمہ سراگاہ وقف فریاد است

نہ از ستارہ وبال است نے ز چرخ نکال — ہر آنچہ ہست بر آدم ز آدمی زاد است

ازاں نگار ستم پیشہ میتواں پرسید — کہ داستاں و راز وفائے ما یاد است

ز باغ می برد و میکند اسیر قفس — بہ بلبلان چمن ایں چہ جور صیاد است

نہ ملتفت بشد است و نہ ملتجی ز و زیر
ز بند حرص و ہوا ہر کسے کہ آزاد است

تضمین بعض اشعار قصیدہ کہ منسوب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام است

گر بگذری باد صبا روزے بہ اقصائے حرم — بلغ سلامی روضۃ فیہا النبی المحترم

غیث زمین غوث زماں عین امین عون اماں — یثرب مکیں بطحی مکاں مہر عرب ماہ عجم

آں کعبت آمد در جہاں بر شکل صورت آفریں — من ذاتہ خیر الوری من کفہ بحر النعم

پاشد ز چشم تر گہر ریزد ز لعل لب شکر — دارد بہ مشتاقاں نظر بخشد بہ محتاجاں درم

دارد دلم صد چاکہا از ہجر شہر مصطفیٰ — طوبیٰ لاہل بلدۃ فیہا النبی المحتشم

اے شہر رشک گلستاں داری ز پایاں شاہ را — انوار او در ہر مکاں آثار او بر ہر قدم

در حیرتم اے دلربا از تو جدا ماندم چرا — فی کل حین قد مضی فی الحال المحصل ہم

خواہم کہ باشم بعد ازیں بر خوان عشقت ریزہ چیں — تا چوں سجل فرش زمیں پیچندہ پیچد بہم

اے شہسوار نازنیں مگذار ما را ایں چنیں — اکرم لنا یوم الحزیں فضلاً وجوداً والکرم

محزوں ہمی زین العابدیں ہر دم بہ ہجرت آفریں — یک غمزہ آیت لطف کن ایں زعفراں در عجم

فاتحہ یازدہم شریف

حسب فرمائش خواجہ شاہ حبیب اللہ صاحب مرحوم کہ از ہمسائگانِ بندہ بود

یارب طفیل حضرت سلطان الاولیا — ختم رسل، شفیع امم، شاہ دوسرا
یارب طفیل عصمت و اکرام پنجتن — یارب طفیل عظمت یاران باصفا
یارب بہ سرفروشی خیل مجاہدین — یارب بجاں نثاری مردان کربلا
یارب بسوز سینۂ شوریدگان عشق — یارب بہ آب دیدہ گریان اصفیا
یارب طفیل جاہ فقیران معتبر — یارب طفیل صولت شاہان بے نوا
یارب طفیل رابطہ خواجگان چشت — یارب طفیل سلسلۂ غوث الاتقیا
چشمے بسوئے قوم تبہ کردۂ روزگار — رحمے بحال امت بے برگ بے نوا
از پا فتادہ ایم دگر دستگیر شو — گم کردہ ایم راہ دگر بارہ رہنما
ہر سینہ را کشائش وہر دیدہ را بصر — ہر قلب را سکون دہ وہر درد را دوا
زور بدست و بازوے شاہ دکن او — ایں کشتی شکستہ ما راست ناخدا
توفیق جد وجہد کہ بے جد وجہد مرد — بے سود التماس بود بے اثر دعا
دائم دعا نہ مسلک کار آگہاں بود — بر ترک آں نداد مگر خاطرم رضا

محوی خموش باش دعائے نکردہ اند
دلدادگان قول ''رضینا بما رضا''

مخاطبہ بہ برادر عزیز مولوی محمد رفیع کہ برائے زیارت حرمین شریفین رفتہ بود ۱۳۳۱ھ

ایکہ از ہمت دل باہمہ فیروزی و ہنگ — بہر تقبیل در شاہ نمودی آہنگ

آنکه بربست بہ اِلّا بہ رخ علم نگار | آنکہ بزدود بہ لَا زآئینہ عالم زنگ
آنکہ درہم زدہ آتشکدہ شرک ونفاق | آنکہ برہم زدہ تبخانۂ زور و نیرنگ
حامی صدق وصفا ماحی کفر والحاد | خاتم ارسل رسل مصدر فرد فرہنگ
گوہرش مایہ فرخندگی چار گہر | جوہرش باعث رخشندگی ہفت اورنگ
چوں رسی بر در پاکش زمن خستہ بجواں | صد تحیات آیا خاطر ریش و قرِ چنگ
زاں سپس پائے ادب بوس زمن باز نما | حالت دیدہ خونابہ فشاں و دل تنگ
سینہ از تیر ستمہائے حوادث مجروح | جگر از نشتر غمہائے علایق خوں رنگ
واں سفاہت کہ ازو دار ادات دست شدہ شل | واں اساءت کہ ازو پائے عبادت شدہ لنگ
پس دعاکن پے اصلاح وفلاح دارین | باد ایکہ اجابت بودش پیش آہنگ
می شود کار توائے محوی دلخستہ خموش | خواجہ ات لبسکہ کریم است وسفیرت ہمرنگ

دور از بندگی بندہ دریں امر شتاب
دور از خواجگی خواجہ دریں کار درنگ

مخاطبہ بہ دل پرارزوئے زیارت مقامات مقدسہ

ہدہد شوق کجائی بحرم باز گرائے | در ہوایش چو کبوتر پر پرواز کشائے
چند باشی قفس آرائے دل صد چاکم | اے ہمایک بال زن پائے تو گیتی ہمائے
گاہ رو کن بسوئے شام و گہے سوی عراق | گہ سوئے خاک شہیداں گراحی بگرائے
گاہ قندیل خود از شمع مدینہ بفروز | گاہ در مکہ چو انوار گراں پایہ بپائے
چوں بیابی شرف بار بہ دربار کریم | رہبرو ہادی مابندۂ مقبول خدائے
بہ ادب ناصیہ بر خاک ارادت بشکن | سپس از زامت آشفتہ نوا عرض نمائے

کاے گل تازۂ گلزار قدیم توحید — وے مسیحائے فلک مرتبۂ اعجاز نمائے
ایکہ قہرت بمثل صاعقہ خرمن سوز — ایکہ مہرت بمثل ابر ممالک آرائے
ہفت اجرام فلک بود نہان در گہرت — پیش زاں حرف بآ دم زند آدم آرائے
لب توحید بدیدار جمالت خنداں — دل تقدیس باندیشہ ہجرت در وائے
چند اے مہر عرب ماہ عجم زیر نقاب — چند اے شمع شبستان قدم زیر روائے

محوی خستہ کہ از تست بکش یا بنواز
یا براں یا بطلب ہرچہ کہ خواہی فرمائے

اے رخت چہرہ کشائے چمنستان ارم — وے لبت روکش اعجاز مسیح مریم
مید ہد قامت بالائے تو یاد طوبیٰ — می برد چاہ زنخداں تو آب زمزم
میکشد زلف تو دل از بر حوران جناں — میکند چشم تو جاں صید بصحرائے حرم
اے بروئے تو خط بندگی صبح ازل — وے ز موئے تو خجل تیرگی شام قدم
دیدۂ طاق بنظارگی روئے تو وا — سر محراب بہ پابوسی ابروئے تو خم
جلوہ روئے تو یا جلوہ کوہ سینا — موقف کوی تو یا قبلہ اہل عالم
حج ما رو نہ کشیدن ز ہمہ عمرہ وفا — صوم ما لب نہ کشودن ز شمار روزۂ غم
کار ما طوف بگرد سر تو از سر جاں — سعی ما سیر بکوئے تو ز سر کردہ قدم
من فدائے رخ تو چند کنی لیت و لعل — جاں نثار سر تو چند کنی لا و نعم
وقت شد کز پے تسخیر دل اہل صفا — رایت حسن جہانگیر کشاید پرچم

ساربان باز حدی خواں کہ ازاں ناقہ شوق
در طرب آید و در وجد زند تیز قدم

ترکیب بند بذکر برشکال هندوستان به تتبع مسعود سعد سلمان ۱۲۱۲ آ

قیرگون ابر بر هواست کنون　　دهر بابرگ و بانواست کنون
در گلستان بجای زاغ و زغن　　نغمه زن مرغ خوشنواست کنون
از نوای هزار و خنده کبک　　دشت و کهسار پر صداست کنون
آبشار چمن چو ساغر مے　　عشرت انگیز و جانفزاست کنون
سبزهٔ نو چو خط سبز رخان　　دلفریب است و دلرباست کنون
صحن گلزار و دامن صحرا　　مظهر صنعت خداست کنون
از گل و برگ شاخ عریان را　　هم کلاه است و هم قباست کنون
بر فلک ابرهای سرخ و سپید　　بر زمین لاله و گیاست کنون
بر جهانے که وقت گرما بود　　ابر آزاده پادشاست کنون

مرحبا برشگال راحت جان
حبذا اے بہار ہندوستان

رحم بر حال هندیان کردی　۲　هند را روکش جنان کردی
دور کردی ز ما سموم و تموز　　وز تب و تاب در امان کردی
کوه را مایه دار نشو و نما　　دشت را صحن گلستان کردی
زیر پا ریختی ز سبزه بساط　　بر سر از ابر سائبان کردی
از پے تشنگان عالم خاک　　چارسو چشمه ها روان کردی
بهر آسایش بنات نبات　　جابجا فرش پرنیان کردی

قصر را برکہ برکہسار رود — رود را بحر بیکراں کردی

از دل خاک گنج ہائے نہاں — بدر آوردی و عیاں کردی

برکہ و دشت و برزن و بازار — گل و نسرین و ارغواں کردی

چشم بکشا کہ نقش بند بہار

کرد اندر جہاں چہ نقش و نگار

۲

ابر را باز بر چمن آورد — باز گل را بہ انجمن آورد

ذوق دیدار حسن شاہد گل — در دل شیخ و برہمن آورد

شور شادی بہ شش جہت افگند — خیل مرغاں نغمہ زن آورد

مشک و عنبر جہاں جہاں پاشید — گل و ریحاں چمن چمن آورد

گر عروسک ز گل نہ رنگ گرفت — از کجا سرخ پیرہن آورد

چادر ہفت رنگ قوس قزح — چرخ بر دوش خویشتن آورد

لشکر انبساط و فوج طرب — بر غم و غصہ تاختن آورد

بزم رنگیں شاہدان چمن — یاد یاران انجمن آورد

اندریں نوبہار توبہ شکن

گر توانی بساط عیش فگن

قصیدہ

[1] ز نصف سال فزوں شد کہ "مسل" خادم شاد — بہ بند پیشیِ ارباب حل و عقد

---

[1] یہ قصیدہ سر مہاراجہ کشن پرشاد مدارالمہام سرکار عالی کی خدمت میں اس وقت پیش کیا گیا تھا جب جناب ممدوح کو کے ۔ سی ۔ خطاب ملا تھا۔ اور اسی ضمن میں اس مسل کے متعلق یاد دہی کی گئی تھی جو ایک مدت دراز سے ان کی پیشی میں تھی

یکے بہ بستن آں بے زباں اشارت کرد
دگر بہ کشتن آں بیگناہ فتویٰ داد

یکے بہ بازوے آں بند ریسماں افگند
دگر بہ گردن آں تیغ آبدار نہاد

ز نصف سال فزوں می رود کہ آں بدبخت
بہ گونہ گونہ عذابست گونہ گوں بیداد

گہے اسیر بلاہائے محبس چوبیں (صندوق)
گہے حریف جفاہائے قلعہ فولاد (قلعہ دان آہنی)

ز جنس خویش جدا ماندہ میکشد نالہ
ز خانماں شدہ آوارہ میکند فریاد

دلش تباہ ز اقرارہائے بے معنی
رخش سیاہ ز الزامہائے بے بنیاد

بدرو آں کہ رسد جز امیر نیک سیر
بداد آں کہ رسد جز وزیر نیک نہاد

جہان فضل و کرم آسمان مہر و وفا
محیط علم و ہنر راجہ کرشن پرشاد

جمال حلم و مروت کمال لطف و کرم
وجود فیض و فتوت، روان مہر و داد

ز آب جود نیاکان او ہنر سرسبز
ز حسن سعی بزرگان او سخن آباد

خود او بعہد وزارت چہ کارہا کہ نکرد
خود او بعہد نیابت چہ دادہا کہ نداد

چو دید قیصر ہندوستاں ارادت او
بہ آستانہ شاہ دکن کہ قایم باد

مثال واو کہ در قیمتش کنند فزوں
قرار واو کہ در قدر او کنند زیاد

خطاب و مرتبہ "حکمران اعظم ہند"
عطا نمود بہ تمغا و خلعت و ارشاد

بہ صدر اعظم شہ "حکمران اعظم ہند"
خطاب تازہ و اعزاز نو مبارکباد

مقرر است کہ آزادگان ذی ہمت
بجشن ہائے چنیں بندیاں کنند آزاد

ز لطف خواجہ امیدم کہ حکم فرماید
پے خلاص اسیرے کہ رفتہ است ز یاد

بہ بست سالہ خدمت گزاریم گیتی
چہ سروراں کہ نہ کشت و چہ خواجگاں کہ نزاد

چہ مردماں عطا پاش را نکرد عیاں
چہ منعماں کرم پیشہ را نداد بباد

بسے شیب بدیدم بسے فراز جہاں
بسے امیر جواں دولت و کریم نژاد

ولیک با ہمہ ترغیب نفس نطق مرا
علو ہمت من رخصت مدیح نداد

مدار مدح تو بر دوستی و ہم فنی ست
اگرچہ بندہ بفن ناقص است تو استاد

بداد گر نہ رسی خواجہ اینقدر چہ کم است
کہ ہم زبانی و فہمی معانی فریاد

خدا نگاہ بدارد ترا ز کید زماں
خدا بحفظ بدارد ترا ز مکر عناد

ہمیشہ دہر بماند ترا مطاوع امر
مدام چرخ بگردد ترا بحسب مراد

خدا دہد بتو ہر انچہ از خدا خواہی
چہ از امور معاش و چہ از امور معاد

قصیدہ کہ حسب فرمائش جناب شہنشاہ جنگ مختار الدولہ افتخار الملک مرحوم مغفور بتقریب سالگرہ اعلیحضرت بندگان عالی نوشتہ شد

للہ الحمد کہ دگر کار بسامان دارم
دست بر شاخ و گل از شاخ بداماں دارم

از پس حضرت محبوب علیہ الرحمۃ
می تواں گفت کہ امشب دل شاداں دارم

زانکہ بر تخت شہی جلوہ گرت می بینم
باسر و ساز کہ من یاد ز شاہاں دارم

رخ پر نور تو می بینم و میگویم باز
چشم بد دور نظر بر مہ تاباں دارم

چشم دارم بروئے تو ہمی بینم و دائم کہ نظر
بر قراں مہ یکروزہ بہ کیواں دارم

ع٥ سر مہاراجہ بکلیتا باشی اس جلسہ میں شریک تھے۔ فرماتے تھے کہ جب یہ نظم نواب صاحب مرحوم نے پڑھکر سنائی تو بڑی تعریف ہوئی۔ ایک صاحب جو میرے پاس بیٹھے تھے انھوں نے جھک کر میرے کان میں کہا کہ نواب صاحب کی نسبت تو کبھی یہ نہ سنا تھا کہ وہ شعر بھی کہتے ہیں۔ میں نے ہنسکر کہا کہ ان کیلئے شعر کہنا مشکل نہیں کیونکہ ان کے منشی کے متعلق اچھے شاعر ہیں۔ نواب صاحب مرحوم و مغفور اس تعریف سے جو اس جلسہ میں ہوئی اسقدر خوش ہوئے کہ مجھے اپنی خوشنودی کا ایک عنایت نامہ اور اسکے ساتھ دو اشرفیاں عطا فرمائیں۔ تمام عمر میں یہ پہلی دفعہ تھا کہ شاعری کی بدولت مجھے ملا ورنہ معاملہ ہمیشہ اسکے برعکس رہا ہے۔

گر دهد پاس ادب رخصت دیدار جمال | روز و شب دیده به دیدار تو حیران دارم

لطف بر حال من بنده فراوان کردی | بیش کن بیش که امید فراوان دارم

بر عطای گهر و لعل شهانیست عجب | گر زبان را به مدیحت گهر افشان دارم

گر نه اکرام تو ای شه دگرم کرد جوان | چون به پیرانه سری ذوق جوانان دارم

از چهل سال فزون است که من بنده بجا | عزت خدمت این دودهٔ ذیشان دارم

خدمت جد و پدر کردم و این باقی عمر | از پی خدمت عثمان علیخان دارم

نقش ثانی ببرد سبقت ز نقش اول | از وجود تو برین مسئله برهان دارم

افتخارم نه همین بس که من مور ضعیف | انتساب پدر چون تو سلیمان دارم

میکشم پیش تو این تهنیت سالگره

هم پی عرض دعا دست به یزدان دارم

قصیده به تهنیت عطای اختیارات بجناب نواب میر یوسف علیخان سالار جنگ بهادر

حسب ایمای محبی میر سرفراز حسین صاحب مرحوم ندیم و معتمد

جناب نواب صاحب ممدوح الصدر

سحر این تهنیت آویزه شد گوش عزیزان را | که شد مهر سلیمانی دگر دست سلیمان را

شمیم یوسفی چشم جهان را میکند روشن | نوید سرفرازی میدهد راحت دل و جان را

مشو شرمنده گر نام بزرگانت شرف بخشد | به همت کوش تا بخشی شرف نام بزرگان را

گهر هرچند در بازار از کانست نام آور | تو باش آن گوهر نامی که نام آور کند کان را

چو در هم دستگردانست اعزاز نیاکانی | تقدم بر همه نام است دوام دستگردان را

عروج کار خود ار خواہند دست خود داری
درین محمل ہست گر بینی نہ مہر و قمر راہ کیواں را

خدا داد است این عقل و شعور و دانش و بینش
ہزاراں شکر باید کرد بخششہائے یزداں را

ولے با این ہمہ دانش ز تحصیلش مشو غافل
خصوص اید ون کہ تشریف نوی دادند دوراں را

پئے نظم جہاں حکم است از دارندۂ گردوں
بگردانند بر آئیں نو گردوں گرداں را

فروشویند جبر و جہل را از صفحۂ ہستی
بیارایند از علم و ہنر اقصائے گیہاں را

حکیماں را نگہ دارند بر تخت جہانگیری
ز اقلیم جہانبانی برون رانند ناداں را

برفت عہد جہالت بر جہاں شد حکمراں حکمت
گرفت از چار سو علم و عمل میدان امکاں را

تحصل کمالات است و تہذیب نفسانی
شرف اکنوں اگر حاصل بر انسانیت انساں را

اگر خواہی کہ گیرد نام تو اقصائے عالم را
بدل جادہ مسافر را بجاں پرور سخنداں را

بدہ داد جوانمردی بدست آور دل خویشاں
بزن طبل جہانگیری مسخر کن غریباں را

دعائے عمر و دولت کن ہمیں شاید ترا محو ی
نصیحت عرض کردن دادن پند است لقماں را

بایں تدبیر و دانائی بایں خوبی و زیبائی
ز چشم بد نگہ دارد خدا یوسف عیلخاں را

قصیدہ بہ تہنیت صحت یابی سر مہاراجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت پیشکار کے سی آئی ای سابق مدارالمہام سرکار عالی ۱۳۱۵ف

اے شمع بزم لطف رخ پرضیائے تو
پیدا نشاں مہر و وفا از لقائے تو

عز و وقار علم ز عز و وقار تست
تدبیر و رائے ملک ز تدبیر و رائے تو

در صحت تو صحت ملک است مستتر
مضمر شفائے مملکت اندر شفائے تو

تو شاہ را مطیع و زمانہ ترا مطیع
تو در دعائے شاہ جہاں در دعائے تو

دارائے عدل آصف ثانی نظام ملک — فرمان پذیر او در و فرمانروائے تو

باغ مراد تازه ز باران فیض او — کشت امید سبز ز ابر سخائے تو

بالد زمیں بجوہر فرزند ایگان — نازد زمانه بر گہر بے بہائے تو

رخشاں لوائے عز و شرف بر کلاه او — تاباں طراز علم و ہنر بر قبائے تو

اسلام سر بلند ز نوک سنان او — ایام آرمیده به ظل لوائے تو

او پاسبان ملک خدا پاسبان او — تو رہنمائے خلق خدا رہنمائے تو

ہموارہ فضل ایزد او پاسدار او — دایم نگاه دار تو لطف خدائے تو

آں را که خود تو مدح کنی وصف عالیش — بیروں ز حد وسعت مدحت سرائے تو

بسیار سال بلبل شیراز پیش ازیں — گویا که ایں دو شعر سرود از برائے تو

"اے در بقائے عمر تو خیر جہانیاں — باقی مباد ہر که نخواہد بقائے تو"

"خاص از برائے مصلحت عام دریسال — بنشیں که مثل تو ننشیند بجائے تو"

آنکس که نطق دارد و طبع سخن سرائے — در حیرتم چگونه نگوید ثنائے تو

لطف و کرم ز تست دعا و ثنا ز ما — تحسیں ز روزگار ز یزداں جزائے تو

ذوق سپاس بر دو زد دستم عناں مدح — مستانه میروم به ہوائے دعائے تو

تا در چمن ورد گل و نسرین ارغوال — یارب شگفته باد گل مدعائے تو

تا بعد شام صبح شود بعد صبح شام — مقرون بخیر باد صباح و مسائے تو

از حوی فره چنیں مدح دلپذیر

نشنید ہیچ خواجه زاینجا سوائے تو

ترکیب بند

اگر از قدم[عہ] چہ جوئی سخن از بقا چہ رانی
ہمہ عالم است حادث ہمہ حادثست آ فانی

ز جہان فانہ بینی ز فنا اماں نہ یابی
اگرش جدید گوئی وگرش قدیم خوانی

اگر ایں جہاں بماند وگر ایں جہاں نماند
برتست ہر دو یکساں کہ تو جاوداں نمانی

بگشائے چشم عبرت سوئے رفتگاں نظر کن
کہ دگر ہوس نہ بازی بہ دوام زندگانی

چہ ستارہا کہ بینی ز مدار خود فتادہ
بہ حضیض تار خاکی ز فضائے آسمانی

چہ شگوفہا کہ یابی نشگفتہ و فسردہ
رخ نادمیدہ احمر شدہ خشک و زعفرانی

چہ قبیلہا کہ بینی بسلاسل غلامی
پس زور ملک گیری پس شور حکمرانی

چہ دیارہا کہ یابی پس از انتہائے شہرت
شدہ روشناس عالم بہ نشان بے نشانی

پس دیدایں تماشا چہ عجب ز راہ عبرت
بجہان و کار بارش اگر آستیں فشانی

چو ترا براہ حکمت دل و دیدہ رہبر آمد
ز فنائے خویش عالم تو داستاں سر آید

چہ دیار مصر و یوناں چہ بلاد ہند و روما
چو نقوش پائے رہرو ہمہ خامش اند و گویا

خبر یکہ ہیچ دفتر ز سیہ دلی نگوید
رخ قصہ گوئے خشتے بدمے کند ہویدا

عہ سنہ ۱۹۲۲ء میں یہہ نظم اس خیال سے شروع کی گئی تھی کہ دنیا کے ان تمام مشہور شہروں کا تذکرہ کیا جائے گا جو ایک زمانہ میں نہایت آباد اور بڑے عروج پر تھے مگر اب صرف مٹی کے ڈھیر اور وحشت انگیز ویرانے ہیں۔ یہہ زمانہ ایسا تھا کہ سرکاری کاموں سے سر اٹھانے کی فرصت بھی نہ ملتی تھی۔ یہہ دو بند ہو کر رہ گئے تھے۔ اتفاق سے ایک پرانی کاپی میں نظر پڑی اور بجنسہ نقل کر دی گئی اس سے وہی لوگ حظ اٹھا سکتے ہیں جو بابل کی تاریخ سے واقف ہیں۔

چہ خرابہ ہائے عبرت کہ کشادہ است بابل ۔۔۔ چہ نمونہ ہائے حیرت کہ نمودہ است نینوا

زعروج شہر زریں[1] زفروغ بخت و جاہش ۔۔۔ بہ تن زمیں تزلزل بجہاں بپاست غوغا

ز چہار دانگ عالم برسد خبر مدام ۔۔۔ ز کشاد ملک دشمن ز فرار فوج اعدا

ہمہ آسیا بداماں ہمہ سوریا بناامش ۔۔۔ ہمہ ایلیا غلامش، ہمہ کلدیاش مولا

مگر از غرور و نخوت ثمراز و فور نعمت ۔۔۔ بزوال ملک منجر دل و انیال دانا

روش زمانہ بنگر کہ بہ قوم حملہ آور ۔۔۔ گہے حملہ بر سکندر، گہے فتح یاب دارا

ز بقاع سیم رامی، ز قلاع بخت نصری ۔۔۔ چہ اطاقہائے رنگیں چہ وثاقہائے زیبا

چہ دروب دیو بندش، چہ بروج سر بلندش ۔۔۔ چہ قصور ارجمندش، چہ مناظر دل آرا

چہ عرابہ ہائے چوبیں، چہ ذخیرہ ہائے ثروپیں ۔۔۔ چہ حصارہائے سنگیں چہ جدارہائے پہنا

چہ منارہ معظم ز معظمات عالم ۔۔۔ چہ حدیقہ معلق ز عجائبات دنیا

ہمہ خستہ و شکستہ ہمہ رفتہ و گزشتہ ۔۔۔ ہمہ تودہ ہائے خاکی، ہمہ پشتہ ہائے خارا

ز معاشرین دیریں، ز معاصرین پیشیں ۔۔۔ بجز ایں فرات غمگیں دگرے نماند بر جا

بفراق بزم ال ہم غم بے شمار دارد

تن رعشہ دار دارد، دل بیقرار دارد

قصیدہ

نقاش بہار آمد و نقش دگر انداخت ۔۔۔ جاں در تن آں نقش نسیم سحر انداخت

بلبل بچمن برد مگر نام "فریزر"[2] ۔۔۔ ایں زمزمہ صد غلغلہ فال و فر انداخت

یارب چہ فسوں بود دریں نام کہ جاںم ۔۔۔ در جوش نشاط آمد و دود و دگر انداخت

---

[1] گولڈن سٹی، بابل کے دارالسلطنت کا لقب تھا۔

[2] مسٹر ولیم فریزر انجہانی نے ۱۸۵۷ء کے غدر سے پہلے دہلی کے کمشنر و ایجنٹ گورنر جنرل تھے۔ انھوں نے مولف کے جد امجد

ساقی زمے یاد حریفان گزشتہ — یک جام بمن داد و مرا ہیجرا انداخت
اندیشہ مرا برد بدہلی و فریزر — یادش بدہانم ہمہ شیر و شکر انداخت
گفتم کہ نہ ایں شاخ ہماں نخل بلند است — کاں در بر جد و پدر من ثمر انداخت
گفتند کہ ایں دودہ ہمانست کہ بر خلق — بخشاد در عیش و بداماں گہر انداخت
ایں دودہ ہمانست کہ در حضرت دہلی — در بزم گل افشاند چو در رزم سر انداخت
بر رسم نیاکان خود ہم وخت فریزر — در دشت ہژبراں شد و شیراں انداخت
آں پنج ہژبراں کہ بہ سہ روز بیانداخت — گویند یکے راز دگر خوبتر انداخت
ہر زخم کہ زد بر صفت زخم قضا زد — ہر تیر کہ انداخت بطرز قدر انداخت
جراح زماں دوخت، نہ خیاط طبیعت — چاکے کہ تفنگش بدل جانور انداخت
زد بوسہ پدر گاہ براں ساعد سیمیں — گہ چشم براں عارض رشک قمر انداخت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اور والد ماجد کے ساتھ بیحد احسانات کئے تھے اور یہہ دونو حضرات ان کے معتمد علیہ اور دفتر کمشنری کے سررشتہ دار تھے۔ ۱۹۱۴ء تک سر اسٹورٹ فریزر حیدرآباد کے رزیڈنٹ اور مسٹر ویک فیلڈ سرکار عالی کے معتمد مالگزاری تھے۔ سر فریزر ضلع عادل آباد میں شکار کے لئے گئے، عادل آباد میں اس زمانہ میں عزیزی قطب الدین احمد (قطب یار جنگ مرحوم) میرے چچازاد بھائی تعلقہ دار تھے شکار کا تمام انتظام انہیں کے متعلق تھا۔ شکار نہایت کامیابی کے ساتھ ہوا۔ بجلد اور خاطرداری کے مسٹر ویک فیلڈ یہہ چاہتے تھے کہ مسٹر فریزر نے تین دن میں جو پانچ شیر مارے ہیں۔ اس کے متعلق کوئی نظم لکھی جانی چاہئے۔ عزیزی قطب الدین احمد مرحوم نے مجھے لکھا کہ رزیڈنٹ صاحب سے کئی مرتبہ گفتگو ہوئی معلوم ہوا کہ دہلی کے مسٹر ولیم فریزر انہیں کے خاندانی بزرگوں میں تھے میں نے مسٹر ویک فیلڈ سے وعدہ کرلیا ہے کہ نظم کا انتظام بھی میں کر دوں گا اسلئے بھائی صاحب براہ مہربانی چند اشعار خوش خط لکھوائیے اور آئینہ میں لگوا کر مسٹر ویک فیلڈ کے پاس بھیج دیجے۔ جسے عزیزی قطب الدین احمد کی خاطر سے یہہ نظم

ما باش گہے خواند و عرق راز جبیں چید — احسنت گہے گفت و کلہ را ز سر انداخت
گر شاہ بہ او داد دگر رخصت نخچیر — نسل ہمہ شیران دکن در خطر انداخت؟
واللہ کہ ایں دخترک چار دہ سالہ — صد دختر مردان شکار از نظر انداخت
قومے کہ چنیں دختر مردانہ بزاید — آں را کہ بہم برزد و واں را کہ برانداخت؟

محوی کہ نمی داشت سر و ساز نثارے
زیں نظم گرانمایہ بفرقش گہر انداخت

نظم کہ حسب فرمائش نواب وحید الدین خاں صاحب ضیا فرزند ظفر جنگ مرحوم والی پائیگاہ خورشید جاہی گفتہ شد و در عشائیہ کہ نواب وحید الدین خاں صاحب ضیا بہ نواب صاحب چھتاری صدر اعظم باب حکومت دادہ بودند خواندہ شد ۔

بر چمن ابر بہاری میرسد — گلستاں را آبیاری میرسد
بلبل شوریدہ را فرمانبری — شاہ گل را تاجداری میرسد
ساقیا بکشا در میخانہ را — باز دور میگساری میرسد
"بادہ در جوش است و رنداں منتظر — خیز وقت ہوشیاری میرسد
مدتے مخدوم بودی حالیا — نوبت خدمتگزاری میرسد

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ لکھی گئی ۔ اور انکی خواہش کے مطابق مسٹر ویکفیلڈ کے پاس بھیجی گئی۔ مسٹر موصوف نے شکریہ کا خط بھیجا اور ایک ہفتہ کے بعد خود مس فرزیر کا ایک لمبا چوڑا شکریہ کا خط آیا جس سے منجملہ اور امور کے یہہ بھی پتہ چلا کہ میری یہہ نظم اردو زبان میں ہے ۔

ع یہہ نظم اس وقت لکھی گئی تھی جبکہ سنہ ۱۹۴۲ء کی عالمگیر جنگ میں انگریزوں کی حالت کچھ اچھی نہ تھی ۔

خدمت مخلوق کن تا دست تو — برخم ایں فیض جاری میرسد
از ہجوم مستمنداں رو مپیچ — ورنہ کار مشاں ہزاری میرسد
بہر خواب راحت خلق خدا — حاجت شب زندہ داری میرسد
تا و مقصود مرد ناجو — ش — از کمال بردباری میرسد

میرسد ہر شہریاری را ازاو — شاہ مارا شہریاری میرسد
شوکت شاہانہ، درویشانہ خلق — ایں ہم از بختیاری میرسد
سرفرازی، سربلندی، سروری — ایں ہمہ از خاکساری میرسد
یکہ تازے را کہ گیرد ملک دل — او جائے شہسواری میرسد
شاہ میداند کہ در تنظیم ملک — قوت از مرداں کاری میرسد
میزند مرداں کاری را صلا — بانگ لبیک از چہاری میرسد
بارگاہ آصفی را زیں صدا — مژدہ صد کامگاری میرسد
بر عزیزاں سایہ پروردگار — بہ غریباں فضل باری میرسد

شاہ ما عثماں علی خاں زندہ باد
دیں نظام سلطنت پائندہ باد

نعت سرور کائنات

گرچہ قطرہ درپے اصلاح از آغاز بود — بے نوائے وحی لیکن ساز بے آواز بود
کرد یک امی عیاں فشائے تخلیق جہاں — آنچہ از حکمت نہاں در پردہ ہائے راز بود
بود بر او منکشف آغاز و انجام جہاں — زانکہ روح خواجہ با روح الامیں ہمساز بود

بر تصدیق رسالت حاجت معجز نداشت ــ خود وجود او کرامت کار او اعجاز بود
دام ها بستند صیادان برا ہش بار ہا ــ لیک بالاتر ازاں پرواز ایں شہباز بود [عہ]
از پس تعلیم حق ہر فرد قوم سرنگوں ــ در ہمہ بزم جہاں ممتاز و سرفراز بود
کرد ترک بت پرستی توبہ از شرب مدام ــ ہر کہ مست مے باغوش بت طناز بود
از رفیقانش چہ میپرسی کہ ہر یک زیں گروہ ــ عابد شب زندہ ار و غازی جانباز بود
ہر جبیں از سجدہ ہائے بندگی با آب و تاب ــ ہر سر از سودائے عشق مصطفیٰ ممتاز بود
یادوایامیکہ بہر قوم در ہر بزم و رزم ــ نعرہ اللہ اکبر خوشتریں آواز بود
سطوت شاہان عالم سد راہ ما نشد ــ تا در عزم و حمیت بر رخ ما باز بود

کے شود خاموش محوی از مدیح ناطقے
آنکہ بزم نطق را سرمایہ صد ناز بود

حضرت فاروق اعظم

(یکم محرم ۱۳۶۵ھ)

نامت نتواند کند اسلام فراموش ــ اے فاتح اسلام صفاکیش و فاکوش
در حق تو گفتند کہ امروز عیاں گشت ــ تا تیر دعائیکہ لبِ سرور نبی دوش
تا قوت عزم تو نشد معرکہ آرا ــ با نعرہ تکبیر نشد کعبہ ہم آغوش
گردید بیک سمت کف ظلم و ضلالت ــ ہر گاہ کہ سرچشمہ عدل تو بزد جوش
ہر کار تو بر رسم و رہ کفر زد و پا ــ ہر رائے تو با وحی خداوند بزد دوش [عہ]

سہ ان ترغیبوں کی طرف اشارہ ہے جو رسول کریم کو اِس غرض سے دی گئی تھیں کہ آپ اشاعت اسلام سے باز رہیں۔

عہ دوش زدن یعنی ہمو افق شدن۔

از جرأت تو بود که یک مشت ضعیفاں — شستند مظفر بجواناں تن و توش

از همت تو بود که مرداں پیاده — رفتند پے جنگ سواراں زرہ پوش

از دبدبه قیصر و ز صولت کسریٰ — در دل نه هراس آمد و نے رفت ز سر هوش

بود از نفس سرد و دل گرم که کردی — تبخانه بهم برزده آتشکده خاموش

قالین بهاریں و سراپردهٔ دیبا — شد دست خوش خاک نشیناں نمد پوش

در عهد تو بستند در باده پرستی — ساقی نه بجا ماند، نه میخانه، نه مے نوش

حقا که بایں ضبط گرانبار خلافت — جز دوش بلند تو نه برداشت دگر دوش

گفتند که زیں قصه پارینه چه حاصل — گفتم نتواں کرد چنیں قصه فراموش

در صحبت امروزه گر ایں ذکر خطا بود — عذرم بپذیرید که مستم ز مے دوش

یکجهتی ایں قوم و جهانگیری اسلام — خواهم ز خداوند عطا بخش و خطاپوش

پرتو نشود عظمت فاروق هویدا
تا بر سخن محوی حق گو نه نهی گوش

غزل

طرح "ایں بزم یادگار ز شاه سخنوراست"

سودائے عشق تست که آشفته هر سر است — هر جانست مبتلائے تو هر قلب مضطر است

سوز و گداز و درد و محبت نیاز و عجز — انعام تست هر چه بعاشق میسر است

از تست فیضیاب لب خشک و چشم تر — باران سحاب فیض تو بر خشک و بر تر است

بد دل بشور عشق که این رسم دلفریب — منظور و برگزیدهٔ هر قوم و کشور است

دیده است شان درد محبت نشان عشق — هر آنکه شیر خورده ز پستان مادر است

بشنیده است شیون دل از عروس هند — کان نوحه گر به نعش جوانمرگ شوهر است

در شورش و کشاکش گیتی طفیل عشق — بر پا نظام چار گهر هفت اختر است

در مشکلات همت مشکل کشا طلب — موجود حیدر است به هر جا که خیبر است

مردان حق پرست ندانند قید و بند — در گردن هزبر دلان طوق زیور است

خلوتسرای عشق بد و جلوه گاه حسن — این دل که یک خرابهٔ بی بام و بی در است

هر آنچه پیش ما پس یغما گذاشتند — این خاطر حزین و دل دردپرور است

یابم چه سان نشان رفیقان رفتگان — از گرد کاروان روان ره مکدر است

مردند و نام زنده بعالم گذاشتند — با زندگی نه مرگ کریمان برابر است ؟

شیرازه بند مجمع اهل سخن نماند — صحبت شکسته دفتر اشعار ابتر است

افسرده گشت خاطر و بی نغمه گشت ساز — بی ساقی است محفل و بی باده ساغر است

گویند اهل دل که ترا در براست یار — این درد از کجاست اگر یار در بر است

گفتار سرد محوی محزون نکرد گرم — ز بسکه یادگار ز شاد سخنور است

شکریه سر مهاراجه یمین السلطنة که مجموعهٔ کلام نعتیه وغیره به بنده فرستاده بود ۱۳۱۵ ف

دی خواجه بمن بنده کتابت بفرستاد — هم چند مجلد ز عنایت بفرستاد
آن تحفه که از لطف کریمانه عطا کرد — وان نامه که از راه مودت بفرستاد
توقیر من بنده بغایت برسانید — قدر من مسکین به نهایت بفرستاد
جانم به نشاط آمد و صد شکر ادا کرد — نطقم بتحرکش آمد و رحمت بفرستاد
بر جان ثناخوان رسولی که مر او را — بر خلق خدا آیهٔ رحمت بفرستاد
بر نطق ثناگوی فصیحی که به منطق — جانی به تن نطق و فصاحت بفرستاد
به شرب مداح حکیمی که جهان را — از کنج ضلالت بطریقت بفرستاد
زین مدح که او پیشکش ختم رسل کرد — زین نعت که او نذر رسالت بفرستاد
ق
بر منزلت شهرت والای خود افزود — بر پاکی آیین خود حجت بفرستاد
پیغام محبت بطریقت برسانید — برهان صداقت به شریعت بفرستاد
آن باده که جوشید ز سرگرمی فکرش — در ساغر نور ریخت بحکمت بفرستاد
آن می که دهد هر یک دم آن نشه ببخشید — آن می که کند قطره کفایت بفرستاد
دریافت که بیمارم و دارو به گلو ریخت — دانست که رنجورم و شربت بفرستاد
سرمستم از آن بادهٔ پرشور که ساقی — خود خورد به ارباب محبت بفرستاد
ها، خورده مگیرید بر این چامه که محوی — بنوشت به عجلت به ارادت بفرستاد

قطعہ خیر مقدم و تبریک نشان دربار تاجپوشی (کارونیشن مڈل)
بہ مہاراجہ سرکشن پرشاد ہمکینہ باشی مدارالمہام عطا شد ۱۳۲۱ف

لله الحمد مہاراجہ بہادر ز سفر — باہمین و سعادت بوطن باز آمد

آمد و رفت بزرگاں ہمہ خیر است و فلاح — بصد اکرام برفت و بصد اعزاز آمد

ہمرہ شاہ بدربار شہنشاہ برفت — بہ نشاں شرف تازہ سرافراز آمد

ایں نشاں باد مبارک بدیوان شرف — ہست دیباچہ کہ تابندہ بآغاز آمد

سیر و تفریح و زیارت ہمہ خوش بود ولے — خدمت خلق ازیں خوشتر و ممتاز آمد

خاصہ[عہ] ایں وقت کہ مخلوق خدا مضطرب است — از بلاہا کہ بنجدا خانہ برانداز آمد

خلق را شاہ و نجم او بدہ دست بگیر — کاں صفت مایہ صد نازش و صد ناز آمد

راز ایں ہستی موہوم ہمیں بود کہ گفت
محوی خستہ کہ دانندۂ ایں راز آمد

خیر مقدم اعلیحضرت و سر مہاراجہ از سفر کلکتہ نجات دارالترجمہ سنہ ۱۳۴۶ف

مسرور[عہ] دل است و جاں ما شاد — از مقدم شاہ و حضرت شاد

عہ یہہ پہلے طاعون کا زمانہ تھا جبکہ بعض ایام میں اموات کی روزانہ تعداد سات سات سو تک پہنچ گئی تھی۔

عہ یہہ وہ زمانہ ہے جبکہ ایک جماعت اپنے ذاتی اغراض سے یہہ چاہتی تھی کہ جو کچھ دارالترجمہ پر صرف ہوتا ہے وہ اس کے حوالہ کر دیا جائے اور یہہ سررشتہ توڑ دیا جائے۔ اسمیں پوری کامیابی تو نہیں ہوئی مگر ایک بڑی رقم اس سررشتہ کی اس کے ہاتھ سے نکل گئی اور دارالترجمہ کی اسوقت (سنہ ۱۳۵۶ف) یہہ حالت ہے کہ اسمیں تین مترجم اور تین ہی ان پر عہدہ دار ہیں۔ ناظم۔ مددگار ناظم اور منتظم۔ اس سے بہتر اور کیا انتظام ہو سکتا ہے۔

اے خادم بندگان تعالی — دے خواجہ بندگان آزاد
از تست جہان جہل ویران — وز تست دیار علم آباد
صد عقدہ پیچ پیچ دولت — دست تو بیک کرشمہ بکشاد
مگزار کہ ناگہان بہ افتد — یک قصر علوم ست بنیاد
تو صاحب نعمتی ادا کن — شکرانہ نعمت خداداد
دانی بکجیں ز دیر گاہ ہند — بیداد گران لشکر بیداد
اینست دعائے ما غریبان — عمر تو دراز خانہ آباد

خیر مقدم جناب مہاراجہ کشن پرشاد بکینہ باشی از سفر نیلگری وغیرہ ورود ۱۳۲۸ف

دزید باد صبا مژدہ بہار رسید — صدائے مرغ غزلخوان زہر کنار رسید
کشید زمزمہا عندلیب از گلبن — نوائے فاختہ از سرو جوئبار رسید
بعیش کرد مبدل نوید مقدم دوست — ہراں الم کہ ز طغیان انتظار رسید
زمین شعر دگر بارہ سبز و رنگیں شد — کہ ابر فیض مہاراجہ وجلہ بار رسید
سخن دگر سر عزت بر آسمان افراخت — کہ قدردان سخن شاد نامدار رسید
رسید کوکبہ عز تش باین انداز — کہ بخت خادم و اقبال پیشکار رسید

زبان بستہ محوی دگر رواں گردید
زباں چو گشت رواں شعر آبدار رسید

شادآمد و در کن بہاراں آورد　　صد مایۂ عیش بہر یاراں آورد

از گرمی ہجر بود دلہا بگداز　　خود آمد و در رکاب باراں آورد

نظم

بیا بہ بزم رخ دوستاں منور کن　　دل فسردہ ما گرم ز آتش تر کن

چو چشم داری و در چشم روشنی داری　　تمیز در خزف و درمیان گوہر کن

نہ آب و خاک بکار آیدت نہ آتش و باد　　حذر ز صحبت ایں دوستاں خود سر کن

گزر ز قصۂ ہارون رشید و برمکیاں　　فسانہ ستم ایں زمانہ از بر کن

ز بندہ پرورش بندگاں چہ داری چشم　　نظر بسوے خداوند بندہ پرور کن

شمار بذل و عطایش اگر ہمی خواہی　　بیا بہ تیرہ شباں و شمار اختر کن

چو نیست چارہ ز تر دامنی ترا نحوی

ز آب دیدہ عذر و ندامتش تر کن

روشنی دیدہ دانشوری　　مردمک چشم کرم گستری

ے گرمیوں کا زمانہ تھا گرمی شباب پر تھی۔ جسدن سرمہاراجہ سفر سے تشریف لائے اسیدن اتفاق سے بارش شروع ہوگئی۔ اسی کی طرف اشارہ ہے یہ ۱۳۲۱ف کا واقعہ ہے۔

ے یہ نظم ایک دوست کو بھیجی گئی تھی۔

ے مولوی سید عبدالعزیز صاحب سابق صدرالمہام عدالت نے پہلی مرتبہ ڈاکٹر متھرا داس کو پنجاب سے بلواکر غربا کے آنکھوں کے بنانے کا انتظام کیا تھا جسسے سیکڑوں نابینا بینا ہوگئے اسکے بعد سے سرکار عالی میں اس کام کے لئے ایک مستقل ادارہ قائم ہوگیا ہے۔

سید والا گہر عبد العزیز ۲۹ نامور دودہ پیغمبری

چارہ گر کوری بیچارگاں شہرہ عالم بنظر پروری

ماحی ایں رنج زبخت بلند بانی ایں خیر بنیک اختری

بے بصر انست بصارت ازاو راہ رواں راست ازاو رہبری

شکر حکیمے کہ بحکمت نہاد روح کرم در جسد جعفری

منت خالق کہ زمخلوق خویش داد بہ انساں شرف برتری

خاصہ بہ انساں کہ زاشیار جست دولت دیں عزت نام آوری

در دو جہاں یار و معینش بود فضل خدا و کرم داوری

نظم

رنگ گل آب چمن فیض صبا می بینم بر رخ خوب تو آثار شفا می بینم

للہ الحمد کہ در بزمگہ عیش و نشاط باز در صدر ترا جلوہ نما می بینم

تا ز چشم بد ایام گزندے نرسد گرد تو دایرۂ حفظ خدا می بینم

گنج در گنج دعاہائے خلایق باتست روز و شب بہر تو خلقے بدعا می بینم

چند سال است کہ از دست جفا کار فلک یا تو ایخواجہ چہ گویم کہ چہا می بینم

ــه میر شایق حسین صاحب سفیر مرحوم جاگیردار رجمنٹ خاص کے پلٹن کے کمانڈر میرے انتہا دوستوں میں از نواب میر یوسف علیخان سالار جنگ کے قرابتداروں میں تھے۔ نواب صاحب موصوف کے جشن صحت میں مجھے بھی لے گئے تھے اسی جلسہ میں میں نے یہ شعر عرض کئے تھے۔

دست خود بستہ صد بنا بستیم بیایم — پائے خود دستہ صد خار جای ہیم

دیگر

همیشه تا که جهانست در جهان باشی — هزار ساله شوی پیر و نوجوان باشی
بحسن یوسفی و در کمال خورشیدی — ترا رسد که تو همسر بآسمان باشی
به نزد مرد نه ارزد ز کاروان بودن — بکار کوش که سالار کاروان باشی
حدیث دودهٔ تو داستان بذل و سخاست — چنان مکن که تو پایان داستان باشی
ز جوش جذبهٔ یکتائی تو می ترسم — مباد خاتم یک نسل سروران باشی
برمز گفته ام این نکته را بپاس ادب — اگر رسی تو بآن نکته نکته دان باشی

دعائے محوی دلخستہ از خدا این است
کہ شاد باشی و با نام و بانشان باشی

خیر مقدم نواب میر یوسف علیخاں سالار جنگ بہادر دام اقبالہٗ
در عشائیہ انجمن طلبائے قدیم علیگڈھ ۱۳۵۲ف م ۱۹۴۲ء

دل پر از مہر و وفا داریم ما — خوے اخوان الصفا داریم ما

؎ اس نظم کے واقعات یہہ ہیں کہ ایکدن محبی میر شایق حسین سفیر مرحوم اور مکرمی آقا سید حمید علی داعی الاسلام پروفیسر نظام کالج میرے یہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ چند احباب کا وفد کے نواب سالار جنگ بہادر کی خدمت میں اس غرض سے جا رہے ہیں کہ ان کو تزویج کی ترغیب دیں اور اس قدیم خاندان کو مٹنے سے بچالیں تم کو بھی چلنا اور اس کے متعلق کچھ کہنا ہوگا۔ صاحبان موصوف کی خواہش کی تعمیل کرنی پڑی صحبت پر لطف رہی نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔

سرپرست ماست تاشاه دلن | کے سربال ہما داریم ما
کشتی ما را ز طوفانہا چہ باک | ناخدا ظل خدا داریم ما
بذل و احسانہائے سرسالار جنگ | یاد از عہد صبا داریم ما
ابر رحمت بود بہر دہرگاہ | نالہ بر خوتش بجاداریم ما
خیرخواہ ملک و ملت فخر قوم | دیگرے چوں او کجا داریم ما
یادگارش اندریں قحط الرجال | یک جواں باصفا داریم ما
نامور یوسف علیخاں زندہ باد | ایں دعا صبح و مسا داریم ما
میرود بر مسلک جد و پدر | زاں بسے امیدہا داریم ما
دستگیر ماست در ہر کار قوم | ناز بر ذاتش بجا داریم ما
کار ما جاریست دست ماتویست | تا بجواو حاجتے واداریم ما
از پے مشکل کشائیہائے خویش | زادہ مشکل کشا داریم ما
مرکز اسلام گردد منتشر | گر سر ما و شما داریم ما
خدمتش فرض است بر جا گر بدل | دردِ دیں مصطفی داریم ما
گفتہ "المومن للمومن اخوۃ" | آنکہ او را پیشوا داریم ما
میہماں امشب ما زندہ باد | از خدا ایں التجا داریم ما

تضمین یک مصرعہ ہندی

در غمت بیچارہ شد دل چارۂ آں چوں کنم — تا بکے افسانہ گویم تا بکے افسوں کنم
نیست تدبیرش جز ایں کز سینہ آتش بیروں کنم — یا بدرد ایں نوائے جانگدازش خوں کنم

پران پتی من موہن پیارے
دل کی تپن بجھا جاے

وصل یار دلنشیں دل را بہ ایں آورد — یک نگاہ لطف او صد دولت و دیں آورد
ہجر چوں فرہاد را بر کوہ غمگیں آورد — بر زباں بے اختیار ایں حرف شیریں آورد

پران پتی ....

دوش مجنوں محبت شور بسیار داشت — نالہا آتش فشاں دیدہ ہا خونبار داشت
بخت خفتہ تا سحر بیچارہ را بیدار داشت — اندریں حال زبوں ہم ورد ایں اشعار داشت

پران پتی ....

؎ شاہ تہور حسین صاحب مرحوم خاندان راجگان بھٹوامئو ضلع بارہ بنکی ملک اودھ کے ایک رکن اور ہمارے اعزا اور دوستوں میں تھے۔ ایک مدت تک حیدرآباد میں میرے ساتھ اور علیحدہ بعض ویران اور سنسان جھاڑیوں میں رہے۔ ان کو ہندی مصرعہ مندرجہ بالا بہت پسند تھا۔ ان کی فرمائش اور اصرار پر یہ تضمین کی گئی تھی۔ شاہ صاحب موصوف حیدرآباد دکن سے جاکر گجرات میں رہے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

دوش آمد در بزم بیباک ترے رندانہ تر   گفت محوی باز کش ایں نغمہ را مستانہ تر

پران پتی ....

قطعہ

گر نبی را شہر گوئی علی را باب علم[ع]   چشم ما روشن دل ما شاد زہے لا خطاب

لیک یک باب از پے شہر نبوت بس نبود   از ہجوم خاص و عام و ز وفور شیخ و شاب

وسعت شہر نبوت چوں محیط چار سوست   بہر شہرے ایں چنیں باید اقلاً چار باب

باب عزم و باب عدل و باب حلم و باب علم   تا نگردد تنگ بر خلق خدا راہ صواب

رفت بیروں خواجہ چوں از چار حد عنصری   چار یارش جانشیں گشتند ہر یک لاجواب

ع میرے ایک دوست مولوی محمد جامع صاحب سابق مددگار معتمدی عدالت جو حضرت بغدادی صاحب مرحوم کے عقیدتمندوں میں تھے۔ ایکدن تشریف لائے! اور فرمایا کہ حضرت موصوف نے مجھے بھیجا ہے اور یہہ شعر عنایت فرمایا ہے۔

شہر علم مصطفیٰ را جز علی بابے نبود   یا رب ایں قصر خلافت را چرا شد چار باب

اور ارشاد ہوا ہے کہ اسکا جواب آپ سے لکھوا کر لاؤں۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم ہونا چاہئیے کہ یہہ شعر کس کا ہے اور اس پر مذہبی لحاظ سے کیا اعتراض عاید ہوتا ہے۔ میرے خیال میں تو اسمیں مذہبی لحاظ سے کوئی امر قابل اعتراض نظر نہیں آتا۔ یہہ محض ایک شاعرانہ تخیل ہے ورنہ "شہر علم" اور "قصر خلافت" کو ایک دوسرے سے کیا تعلق ہے اگر یہہ کہا جاتا کہ شہر علم کا تو ایک ہی دروازہ تھا اس میں چار دروازے کیسے ہو گئے تو ایک لگتی ہوئی بات تھی۔ علم اور خلافت دو مختلف اور جداگانہ امور ہیں۔ مولوی محمد جامع صاحب اوشاہ موصوف کے اصرار پر مجھے یہہ قطعہ اسی دن لکھ کر دینا پڑا اس واقعہ کے تین چار دن بعد مجھے معلوم ہوا کہ یہہ شعر ہمارے مخدوم و مکرم نو

در فضائے مکرمت چار اختر برج شرف | در علو، مرتبت چار آسماں چار آفتاب
چوں ہشید شد بنائے قصر دین چار رکن | لاجرم قصر خلافت را عیاں شد چار باب
باش اندر چار سوئے دین حق ثابت قدم | تا رسد فضل خدا از چار سو و ز چار باب
از تولائے دگر مردان حق گردن مپیچ | بے تبرا ہم تواں شد خاکپائے بوتراب

قطعہ

اے کہ داری سر تحقیق رہ راست بگیر | راہ انصاف دگر، راہ حمایت دگر است
قوم آزاد عرب است بہ یقین قول و عمل | کہ قرابت دگر و شرط لیاقت دگر است
جز بہ بیعت نرسد حق خلافت بکسے | از چہ بیعت دگر و حق خلافت دگر است
نظم اسلام پریشاں شد از ایں بدعتہا | بہر ابداع مکاں جا دگر و ساحت دگر است
کم چہ شد از شرف قوت بازوئے رسول | چند سال از تمکن بخلافت دگر است

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ضیا یار جنگ بہادر کا ہے۔ چونکہ اس کی متعدد نقلیں اسی وقت لوگوں نے لیں اور ان کے پاس موجود ہیں اس لئے اس کی یہاں درج کرنے میں کوئی قباحت نہیں سمجھی گئی، ورنہ یہ زمانہ اس کا مقتضی نہیں ہے کہ خلافت کے پرانے جھگڑے جس سے ملت اسلام کو بہت کچھ نقصان پہنچ چکا ہے از سر نو زندہ کئے جائیں۔ آگے کا قطعہ بھی اسی نامطبوع سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

قطعه

بخیر مقدم سر سکندر حیات خان مرحوم (علیگ) وزیر اعظم
حکومت پنجاب منجانب انجمن طلبای قدیم علیگڑه

سنه ۱۳۴۲ء

شادیم از لقای عزیزی که شب و روز
در فکر قوم و ملت و دین پیمبر است

رکن رکین انجمن درسگاه[۱] ما
چشم و چراغ دودهٔ خود فخر ما و راست

پنجاب راست مایهٔ صد ناز و امتیاز
اسلام راست خادم و ما را برادر است

تاریک بود مسلک اسلامیان به هند
از شمع رای اوست که این راه منور است

شاید رسد به آب بقا قوم تشنه کام
اکنون که کار خضر بدست سکندر است

خاک دکن بامن و امان از نظام[۲] ماست
شیرازهٔ تمام جهان گرچه ابتر است

آسوده بندگان خدا زیر سایه اش
او سایهٔ خدا و خدا بنده پرور است

قطعه

ما که پروردهٔ یک مادر و یک آغوشیم
لازم آمد که بهم همچو برادر باشیم

خوش همین است که در کارگه حسن عمل
در همه کار بهم ناصر و یاور باشیم

۱؎ درسگاه علیگڑه　۲؎ اعلحضرت نظام دکن

نشود جمع دل بزم پریشاں ترکیب — تا بدلداری آں بزم نہ مضطر باشیم
ایں ہمہ جلوہ کہ بینی ز سعید الملک ست — پس نہ چوں شکر گزاریم و ثنا گر باشیم
داد توفیق عطایش پے تزئین مکاں — چوں خدا خواست نہ بے خانہ و بے در باشیم
شکر انعام بگوئید فزاید انعام — برسد بیش بایں شیوہ چو خوگر باشیم
در حق او و شہ خویش دعاہا بکنیم — منتظر بہر قبول از در داور باشیم

قطعۂ تاریخ تنصیب "درخت بر" کہ در مسلک ما بیان عظمت عظیم دارد

بمقام اجنٹہ حسب فرمائش جناب مولوی غلام یزدانی صاحب ناظم آثار قدیمہ

بزیر سایہ آں آرمید خلق خدا — "درخت علم" کہ حیدر نواز جنگ بکاشت
وزیر آصف ہفتم یگانہ دوراں — کہ در کیاست و دانشوری نظیر نداشت
خبیر یکہ بتائید رائے خیر اندیش — پے رفاہ خلایق دقیقہ نگزاشت
مدبر یکہ بہ رائے رزین و عزم درست — لوائے نظم و نسق را بلند تر افراشت
نشاند خواجہ درختے کہ زیر آں گوتم — بدید نور حقیقت تجلیش پیداشت

عہ سنہ ۱۳۵۴ف میں نواب سر سعید الملک نواب صاحب چھتاری صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی نے بارہ ہزار روپے اولڈ بوائز علیگڈھ مقیم حیدرآباد کے کلب کو خرید فرنیچر کے لئے دیئے تھے اسکے شکریہ اور افتتاح کلب کا جو جلسہ ہوا تھا اسمیں یہ قطعہ پڑھا گیا تھا۔

روان روشن بدیہا زخامہ محوی   ز رحمت جلوہ حق سال این عمل بنگاشت

۱۳۵۶ھ

قطعہ کہ بجلسہ عشائیہ سالانہ انجمن طلبائے قدیم جامعہ علیگڈھ گفتہ بتاریخ ۱۶ اکتوبر ۱۹۲۶ء خواندہ شدہ

یاد ایامیکہ در طفلی بسر   سایہ دامان مادر داشتیم
مادرے کز سینہ و بازوئے او   مدتے بالین و بستر داشتیم
مادرے در جنت آغوش او   صد نعیم روح پرور داشتیم
از سر یک چشمہ میخوردیم شیر   مہر باہم چون برادر داشتیم
از تملق و ز ریا نا آشنا   مفلس و منعم برابر داشتیم
مایہ ما بود وقف یکدگر   دست کوتہ دل توانگر داشتیم
شاہد بازیچہ و معشوق علم   ما بیک دل این دو دلبر داشتیم
ہم پے تکریم دین شام و سحر   نعرہ اللہ اکبر داشتیم
ما علیگڈھ زادگاں در صلح و جنگ   طرز نو آئین دیگر داشتیم
جنگ میکردیم لیکن بعد جنگ   دل نہ از یاراں مکدر داشتیم
بے خبر از گردش لیل و نہار   شکوہ کم از چرخ و اختر داشتیم
بہرۂ ما چوں ازاین نعمت نماند   رحمت زین عشرت سرا بر داشتیم
در جدال زندگی از یاد رفت   درس ہمدردی کہ از بر داشتیم

زود تراں عہد آزادی گزشت

عمر باقی در غم و شادی گزشت

قطعہ در توصیف مادہ تاریخ وفات مولوی احمد محی الدین مدیر اخبار رہبر دکن
از خامہ فیض شمامہ اعلیحضرت نواب میر عثمان علیخاں والی ریاست دکن دام اقبالہ

پئے جنت ہمیں "دال" آیت عثماں | "خوشا مرگے بہ ایام عزا بود"
۳۵ | ۱۳۲۶ + ۳۵ = ۱۳۶۱

شکر شرط است ہر سخنور را | گرچہ لطف سخن خداداد است

فکرت شہ کہ آسماں پیماست | قابل قدر و درخور داد است

"دال" را رنگ تدخلہ دادن | دال بر آنکہ موجد استاد است

از حریفاں بزمگاہ سخن | ایں چنیں تدخلہ کرا یاد است

از بلندی و رفعت فکرش | دل و جاں سخنوراں شاد است

از سخنہائے نغز و بے مثلش | دوست شاداں و عدو بفریاد است

گلشن نظم پارسی بدکن | ز آبیاریش سبز و آباد است

در فن نظم بالیقیں محوی

شاہ ما پادشاہ ایجاد است

قطعہ تہنیت تولد فرزند بخانہ سر مہاراجہ یمین السلطنت مدار المہام سرکار عالی ۱۳۱۹ف

دانی کہ نسیم صبحگاہی — دوشم چہ نوید جانفزا داد

گفتا کہ بروئے خلق یزداں — صد شکر در مراد بگشاد

صناع بہار باز آراست — گلزار امل بہ سرو و شمشاد

نقاش ازل بلطف افزود — نقشے بہ نگارہائے ایجاد

یعنی بحرم سرائے خواجہ — فرزند بلند مرتبت زاد

فرماندہ ملک عقل و تدبیر — فرخندہ وزیر حیدرآباد

فرزانہ و فرخ و فرہمند — فیاض و فطین و فاضل و راد

اے مردم دیدۂ فتوت — ایں نور نظر مبارکت باد

تا گرمی و روشنی فزاید — خورشید بماہ تیر و خورداد

کاخ تو بود مدام روشن — از چہرۂ دلفروز اولاد

عمرت بہ دراز بخت یاور

دولت بہ تزاد و خانہ آباد

قطعہ

شبے ز پیر کہن سال عقل پرسیدم | پس از فراغ ز خدمت چہ کار باید کرد
دمے بفکر فرو رفت و پس ازاں فرمود | ازیں دو کار یکے اختیار باید کرد
اگر وظیفہ کفایت کند، بقیۂ عمر | ادائے فریضۂ پروردگار باید کرد
دریں زمانہ رفیقے بہ از کتاب کجاست | بایں رفیق ز دنیا کنار باید کرد
اگر مہارت شعر است شعر باید گفت | وگرنہ کار دگر یادگار باید کرد
اگر وظیفہ کفایت نمی کند آنگہ | براہ جہد قدم استوار باید کرد
اگرچہ رزق مقدر بود و لے طلبش | بجہد و جد ز یمین و یسار باید کرد
بفکر رزق بر خواجگاں بباید شد | نثار فرق طلب ننگ و عار باید کرد
اگر نہ خواجہ برآید بروں ز ایوانش | تمام روز بدر انتظار باید کرد

عہ ۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ کے زمانہ میں سرکار انگریزی نے گرانی کی وجہ سے وظیفہ یابان حسن خدمت کے وظیفوں میں بھی اضافہ کا حکم دیا تھا۔ اسی بنا پر سرکار عالی کے بعض معزز وظیفہ یابوں کی ایک جماعت درخواست لیکر ڈیوڑھی پر حاضر ہوئی مگر باریابی نہ ہوسکی اور نہ ان کی عرضداشت کو شرف قبول حاصل ہوا۔ اسی زمانہ میں یہ قطعہ لکھا گیا تھا اور سر مہاراجہ بکنیٹہ باشی کے اصرار پر انکو سنایا گیا۔ قطعہ بڑا تھا اس کا آخری حصہ حذف کر دیا گیا ہے۔

اگر براہ غلط پرسشے رود از حال — شکایت ستم روزگار باید کرد

اگرچہ نیست بظاہر امید خیر و فلاح — مراد خویش مگر آشکار باید کرد

اگر جواب رسا نیست کار در خور تو — بقول خواجہ ترا اعتبار باید کرد

اگر ز نصرت ایں خواجگاں شدی محروم — ز ہمت شہِ دیں انتصار باید کرد

قطعہ

واعظ و شاعر

واعظ و شاعر اند از یک جنس — ہر دو خوش فکر ہر دو خوش گفتار

ہر دو فنِ خویشتن چابک — ہر دو در کار خویشتن طراز

ہر دو را ادعائے حق گوئی — ہر دو را گرچہ باطل است شعار

یک بہ پندار خویشتن زاہد — یک بہ اقرار خویشتن میخوار

ہر دو عاری ازیں صفت کہ کنند — حسب گفتار خویشتن رفتار

ہر دو را ادعا کہ آموزند — دین و دانش بمرد ناہموار

ہر دو از بہر یکدگر ناصح ہر دو از بہر یکدگر غمخوار

غافل از این سخن کہ سعدی گفت "خفتہ را خفتہ کے کند بیدار"

قطعہ

خان فرخی تربت نجیب الدین راستی مجمع کمالات است

در کتابت و در بداہت شعر مثل و ہمتاش از محالات است

حسن خط و روانی قلمش نیست گر معجزہ کرامات است

ہر چہ او میکند دم تحریر بہ یقین دان ز خرق عادات است

آنکہ قرآن نوشت سی و دو بار در جہان آیتے ز آیات است

خامہ اش زندہ کرد خاجو را در حقش خواجہ در مناجات است

عسہ خاجو کرمانی فارسی کے ان شعراء میں ہیں جن کے طرز پر کہنا حافظ شیرازی سا استاد فن اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہے ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے

استاد غزل سعدی پیش ہمہ کس اما دارد سخن حافظ طرز سخن خاجو

ان کا کلیات کمیاب ہے مجھے ایک دوست کے پاس سے مل گیا تھا۔ میں نے نواب اکرم الدین خاں مرحوم کو دکھایا اور بسبیل تذکرہ عرض کیا کہ اگر اس کی نقل ہو جائے تو بڑی بات ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ اس میدان کے بڑے مرد میرے چھوٹی بھائی نجیب الدین خاں ہیں اگر وہ دل پر رکھیں تو ان کے نزدیک آٹھ نو سو صفحات کا ایک مہینے میں نقل کر دینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ وہ ۳۲ قرآن

او نہ تنہا کہ ہر برادر او — درخورِ عظمت و مباہات است

اکرم الدین خانِ والاشاں — ہمہ لطف و کرم مدارات است

خانِ نادر سخن وحید الدین — اہل فن صاحبِ مقامات است

غرض ایں دودماں ز عہد قدیم — مصدرِ فیض و بابِ حسنات است

شد دگر رنگ میکدہ و نماند — مے دیریں کہ روح راحات است

لیکن آں بادۂ شبینہ ہنوز — جابجا تہ نشین کاسات است

ہر چہ ایں ساقیاں دہند بخلق — از ہماں کاس فیض رشحات است

نیست بوئے ریا بگفتۂ او — محویِ خستہ از خرابات است

قطعہ کہ بہ سر مہاراجہ کشن پرشاد بکلیہ باشی مدار المہام وزیر اعظم فرستادہ شد ۱۳۱۴ ف

الا اے وزیرِ خجستہ خصایل — کہ روشن ضمیری و روشن روانی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نقل کرچکے ہیں۔ چنانچہ کلیات انکی خدمت میں پیش ہوا اور انھوں نے صرف ایک ہفتہ میں غزلیات کے دو سو صفحے نقل کر دیے۔ جسے میں نے کرامات سے تعبیر کیا ہے۔ شعر بھی اچھی عجلت اور روانی سے کہتے ہیں۔ یہ خاندان ہمیشہ سے قدر دانِ علم و فضل رہا ہے اور اسی کی طرف قطعہ کے آخر حصے میں اشارہ ہے۔ افسوس ہے کہ نواب اکرم الدین خاں کا جو اس خاندان میں ایک ممتاز شخصیت رکھتے تھے حال میں انتقال ہو گیا ہے۔ میرے دلی دوست اور عزت کے ساتھیوں میں تھے۔ میں نے ان کا مرثیہ کہا ہے

رخ زرد و ہم چشم خونابہ افشاں	بگویند حالم بہ رنگیں بیانی
پریشاں خیالی و آشفتہ حالی	گواہ اند بر دردہائے نہانی
پریشاں دماغم ز فکر مسلسل	شکستہ دلم از غم جاودانی
بہ ہیچ حاصلی محنتم رفت و آخر	پشیمانم از محنت رایگانی
ز فکر عیالم ز خوف تألم	دلم بہر مانی رخم زعفرانی
ہمہ بیچگاں عمر رو از دست رفتہ	سر رشتہ عمر یعنی جوانی
چو بے ساز و سامانی آں بہ بینم	بچشم نماید جہاں قیروانی
ز فرط ملالت ز جوش ندامت	شود تنگ بر من فضائے جہانی
امیرا، کرم گسترا، دست گیرا	کرم کن کہ تو یاور بیکسانی
نہ زیبد تساہل بہ انصاف دادن	نہ شاید تامل بنصفت رسانی
بہ یک گردش خامہ کن بر فراہم	"بجق کریمی بحق جوانی"
زداور بخواہم ترا بخت و دولت	زایزد بجویم ترا زندگانی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ چونکہ وہ اردو میں ہے اسلئے یہاں نقل نہ کیا جاسکا۔

مراثی

تعزیت نامه[عہ] که به سر مهاراجه کشن پرشاد یمین السلطنته بکینه باشی فرستاده شد

ای مرگ گرفتم که تو قدری و قضائی — بی مهر مگر سنگدلی حادثه زائی
ناکرده یکی جور به فکر دگری گرم — ناکرده جفا مستعد تازه جفائی
بر هجر دو یاران موافق نخوری غم — بر ناله دلگیر غریبان نگرائی
خوف تو پراگنده شهان را ز بر تخت — زور تو برافگنده کیان را ز کیائی
از دام تو جسته نه غزالان غزلخوان — وز خام تو رسته نه هژبران وغائی
پیش تو سرافگنده حکیمان و رسولان — با آن همه دانشوری و اوج رسائی
این جمله مسلم، مگر امروز ز جورت — هر کس به فغانست و همه شهر بکائی
دانی که چه کردی بدل شاد که آن دل — آئینه و موم است به نرمی و صفائی

عہ سر مہاراجہ کشن پرشاد کی ایک بیٹی کا تعزیت نامہ ہے جس کی شادی کا تمام سامان مہیا ہو چکا تھا۔ شادی کی تاریخ بھی قرار پا چکی تھی کہ دفعتہً وہ بیمار ہو کر انتقال کر گئی۔

در شوق تماشای جمال تو جگر خون — وز درد غم هجر تو رخ کاه ربائی

ای طائر قدسی که ترا گفت که تنها — در شوق تماشای جنان بال کشائی

ای پرده نشین هیچ ندانم که درین راه — آن کیست که کرده است ترا راه نمائی

میخواست پدر تا که به تقریب عروسی — رخسار تو گلگون کند و دست حنائی

از لعل کند یاره ز فیروزه گلوبند — سرپیچ مرصع کند و طوق طلائی

با گوهر غلطان دهدت لعل بدخشی — یا ملحم چینی دهدت مشک ختائی

تو سوی عدم رفتی و این برگ عروسی — چون برگ خزان دید بدر گشت هبائی

آیا بود از شرم عروسی که تو یکسر — در گوشه نشینی دگر رو ننمائی

برخیز از این بازی طفلانه که تا چند — رنج پدر و کاوش مادر بفزائی

در هجر تو پیدا همه آثار قیامت — وقت است که برخیزی و در انجمن آئی

تا اشک غم از دیده بابا بکنی پاک — تا زنگ غم از سینه مادر بزدائی

در بادیه ای مرغ خوش الحان چه نشینی — برخیز که تو درخور باغی و سرائی

۵۷

ایام نشاط است و جہان پر ز تماشاست — اے چشم جہان بین و دل زندہ کجائی

نے ذوق نشاط است نہ لذت بہ تماشا — اے خاطر افسردہ ندانم چہ بلائی

ہرچند تو اے خواجہ بہ تعلیم نزیبی — ہرچند تو اے میر بہ اندرز نشائی

یک نکتہ کنم عرض کہ آن نکتہ بہ تاثیر — شاید کہ کند منع غم از درد فزائی

رنج از پے مرد آمد و راحت پے نامرد — روباہ رہا، شیر بہ زنجیر گرائی

بر پائے ہنرمند زمانہ بنہد بند — آزاد زغن، باز پے سلسلہ پائی

شداد پے راحت و ہامان پے عشرت — ایوب و نوا تلخی و یعقوب و جدائی

بار غم مرد است بہ اندازہ ہمت — بنگر بہ حسین و بغم لاتتناہی

راضی برضا باش کہ مردان طریقت — جز خیر نہ بینند در احکام الہی

شیران نہ ہراسند ز مایوسی و حرمان — مردان نخروشند ز ناکامروائی

دشوار بود کار چو خواہی ہمہ دلخواہ — آسان ہمہ کار است چو راضی برضائی

خوش باش کہ از درد خداوند کسے را — پروانہ آزادی و تمغائے رہائی

اندر صف خاصان خدا جائے نیابی — تا از دل مسکین نکنی درد گدائی

تو بادہ کش دردی و صف تو ہمین بس — ہرچند تو شایستہ ہر مدح و ثنائی

زود است کہ از مطلع اقبال برآید یک اختر رخشاں امیر الامرائی

زاں بعد بہ تائید خدا رام تو باشد

عیش و طرب و ناز و نعم کامروائی

نوحہ بیاد فرزند جمیل احمد کہ بتاریخ ۷ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ مطابق

۷ اپریل ۱۹۱۱ء بعارضہ تپ محرقہ داغ فرقت بجان ما در پدر نہاد

فصل گل در چمن رسید و برفت تازہ و تر گلے دمید و برفت

غنچہ یک نفس شگفت و شمید گلشنے یکزماں چمید و برفت

طوطے قصہ ہا بخواند و پرید بلبلے نغمہ ہا کشید و برفت

نے سواری بصحن ما چندے تاخت و باخت و دوید و برفت

میہمانے دو سال و چندیں ماہ نمک از خوان ما چشید و برفت

پسر ما جمیل احمد نام مہر از دو دماں برید و برفت

طفل ناداں مگو کہ دانا بود کلفت ایں جہاں بدید و برفت

بجہانے دگر کہ بے رنج است

فارغ از زحمت شش و پنج است

حال زیں سانحہ دگرگوں شد — چشم شد خوں فشاں چو دل خوں شد
تاب از تن برفت و صبر از دل — اعتدال از مزاج بیروں شد
شیب آمد شکست عہد شباب — پشت خم گشت بخت واژوں شد
اے فلک مردنی نبود جمیل — بیگماں مرد، آہ ایں چوں شد
بر رخ او زدند غازۂ خاک — چوں رخش تابناک و گلگوں شد
بر قد او بدوختند کفن — چوں قدش دلفریب و موزوں شد
بر دہانش زدند مہر سکوت — چوں دہاں گنج لفظ و مضموں شد

اولش رام گفتگو کردند
بعد ازاں سر در گلو کردند

(۳)

قامتش راست چہرہ رنگیں بود — چشم فتاں و موئے مشکیں بود
ہر چہ میگفت بامزہ میگفت — سخنش ہمچو شہد شیریں بود
پیش زاں سوز تپ کبود کند — لعل لب شکریں و نوشیں بود
قرۃ العین راحت دل و جاں — مایہ صد ہزار تسکیں بود
بعد مردن عزیز تر گردید — مہر او بیشتر نہ چندیں بود

بهر دیده بهار گلشن دهر　　چشم گل وانشد که تشرین بود

اے[عه] گل نو بہار نادیدہ

بلبل شاخسار نادیدہ

ذکر مرگ تو جابجاست هنوز (۴) دهر از ماتم آشناست هنوز

شیون مام و گریه بابا　　بر غم هجر تو گواست هنوز

تاب موی تو میکند دل خون　　یاد لعل تو جانگزاست هنوز

چشم در راه تست تا اینم　　دل بمهر تو مبتلاست هنوز

از پی اختلاج قلب حزین　　بوی پیراهنت دواست هنوز

تو بصد عیش خفته در صحرا　　شیون و شور در سراست هنوز

خواهران منتظر که می آئی　　کارگر عشوه دواست هنوز[عه]

مشکلش گرچه مرگ آسان کرد

خاطر جمع ما پریشان کرد

عہ یہہ میری آخری اولاد تھی ۔ عہ اسکی بہنیں جو اسوقت کم عمر تھیں بہت چھوٹی تھیں کہ جب یہ جیل لیجایا گیا تو انکو گھر کی عورتیں کہدیتی تھیں کہ وہ اسکیلئے باہر بھیجدیا گیا ہے ۔ یہہ بیچاریاں مدتوں اسکا انتظار کرتی رہیں ۔

(۵)

مرقد او را چو در کنار گرفت | جانش آسود و دل قرار گرفت

سر کہ کاں سینہ شکیب نرفت | تب کے بسوخت تن کنار گرفت

تشنگی در گذشت و رنج تمام | طول آزار اختصار گرفت

الغرض طفل را بدامن امن | دایہ فضل کردگار گرفت

خود عطا کرد و خود بیغما برد | بہ نہان داد و آشکار گرفت

چہ شکایت ز صاحب مال است | باز گر مال مستعار گرفت

شکوہ نخلبند نا زیباست | ثمرے گر ز شاخسار گرفت

شکوہ او اگر بجا نہ بود

نالہ از درد نا روا نہ بود

(۶)

بر دلم زخم بے نشاں زدہ اند | مگر از تیر بے کماں زدہ اند

کشتہ آند از و فور درد و محن | نے ز تیغم نہ از سناں زدہ اند

تا نہ نالم ز درد زخم جگر | پنبہ ضبط بر دہاں زدہ اند

تا نہ بینند حالت زارم | پردہ بر چشم مردماں زدہ اند

نرسد تا بچرخ فریادم | قفل بر باب آسماں زدہ اند

نقشبنداں عالم بالا گونہ گوں نقش درجہاں زدہ اند

نقش ناقص اگر نہ بگزارند

نقش بہتر چرا نہ بنگارند

(۷)

شکر رب جلیل باید کرد	نہ دریں قال و قیل باید کرد
شکر او واجب است ہر حال	بر کثیر و قلیل باید کرد
سوئے صحرا ز خانہ باید شد	نوحہ چوں بر جمیل باید کرد
التجا از خدائے عز و جل	بہر صبر جمیل باید کرد
گریہ بر حال خویش اولیٰ تر	دیدہ را رود نیل باید کرد
راہ دور و دراز در پیش است	فکر زاد سبیل باید کرد
دوستاں را وداع باید گفت	از عزیزاں رحیل باید کرد

کارواں مستعد پے سفر است

ہر چہ اندر جہانست درگزر است

مرثیه سر مهاراجه کشن پرشاد سکینه باشی سابق صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی

بند اوّل

بیک گردش ته و بالا جهانست
زمیں گردنده تر از آسمانست

به هر خانه است برپا شور ماتم۔
به هر جا زور مرگ ناگهانست

نه در امن ست زو درویش مسکیں
نه از وے بے خطر شاه شهانست

برابر میکند شاه و گدا را
یکے پیشش قوی و ناتوانست

چه جوئی راز مرگ و زندگانی
که آں بالاتر از وهم و گمانست

ز آزارش دل ناداں چه نالی
که آں حکم خدائے انس و جانست

بحکم او سر طاعت نهادن
وجوب عام و فرض خاصگانست

نه ایں دنیاست منزلگاه مقصود
نه ایں جائے قیام جاودانست

چو از خاکست باید خاک گشتن
هر انساں را که در ایں خاکدانست

مگو ایں مرد کافر آں مسلماں
که ایں علم خدائے غیب دانست

در دیر و کلیسا و حرم را
چو نیکو بنگری یک آستانست

چه جائے سرزنش گر آشنائے
به هجر آشنائے نوحه خوانست

چہ گویم با تو دل آزاری ہجر ۶۴ کہ شب کوتہ دراز این داستانست

مشو مستکبر کہ قول الصادق قالست

کہ بعد این جہاں ہم یک جہانست

بند دوم

جہاں را چو عزم آں جہاں کرد — جہانے در غمش آہ و فغاں کرد

بسے رخسارہ گلگوں و شاداب — غم او زرد تر از زعفراں کرد

مژہ در چشم نوک نیشتر شد — نفس اندر گلو کار سناں کرد

مدام اندر سفر یک کارواں داشت — چگونہ این سفر بے کارواں کرد

ہمیشہ در حضر با دوستاں بود — ندانم چوں کنارا از دوستاں کرد

ز فطرت مایل بذل و سخا بود — بوسع خویش بذل بیکراں کرد

چو سر تصوف بود شبہا — بخلوت میکشی با میکشاں کرد

بہارے بود بزم اہل فن را — خزاں از رفتنش آں گلستاں کرد

ہزاراں نونہالان وطن را — دبیر و شاعر شیریں زباں کرد

بہ ہر ملک است شور نوحہ او — نہ تنہا ماتمش ہندوستاں کرد

موحد بود از نیرواں عجب نیست — اگر آتش براو باغ جناں کرد

چو در دل دہشت روز جزا داشت | دعائے بخشش او می تواں کرد

دعائے مستمنداں مستجاب است

نزول رحمت حق بےحجاب است

بند سوم

چہ می پرسی مہاراجہ چہا داشت | نشاں مجد و آثار علا داشت
بجاں ہمدرد ہر یک آشنا بود | چو در پہلو دل درد آشنا داشت
عطایش پردہ پوش ہر خطا بود | پے ہر یک خطا چندیں عطا داشت
باین دریا دلی بذل و سخاوت | ز دست کوتہ خود نا لہا داشت
نمی داد ار بقدر ہمت خود | ز روئے سایل مسکیں حیا داشت
سخن را سرپرست و قدرداں بود | نگاہ نکتہ بیں فکر رسا داشت
فدائے علم و شیدائے ہنر بود | مذاق شعر از عہد صبا داشت
اگر از دل نہ در بند خدا بود | چہ سان الفت بمردان خدا داشت
بشکر نعمت الطاف شاہی | زبان وقف دعائے پادشا داشت
بسے چوں محوی آشفتہ خاطر | ہوا خواہ و محب بے ریا داشت

سپر ہائے دعائے مستمنداں — بہ ہر مشکل پئے رد بلا داشت
ولے در جنگ مرگ و زندگانی — نہ حرز امن از تیر قضا داشت
زنیکی در جہاں نام و نشاں یافت
پس از مردن حیات جاوداں یافت

بند چہارم

بہ ہر بزمیکہ ممتاز و متیں بود — مہاراجہ دراں کرسی نشیں بود
ثنائے مصطفیٰ، حمد خدا کرد — گمانم اینکہ از اہل الیقیں بود
بہ آئیں قدیم شہ پرستی — بعزم راسخ ورائے زریں بود
مروت بود گر شخص مجسم — یمین السلطنۃ دست یمیں بود
دل بیمار ز وی یافت تسکیں — بگفتارش شفائے انگبیں بود
بمہانداری و بیکس نوازی — امیر بے مثال و بے قریں بود
قبول دعوتش از ہر کہ و مہ — سزاوار ہزاراں آفریں بود
خموشی، سرگرانی، کج ادائی — چو خوباں ہر ادایش دلنشیں بود
بد و نیکش چو بر خلق است روشن — چہ گویم آں چناں و ایں چنیں بود

بقول شہ بساط آولیں را | یکے از مہرہ ہائے آخریں بود
زتہذیبے کہ در جاں کند نہاست | دم آخر، نگاہ واپسیں بود
زمیں میخواست گیرد در کنارش | فلک در فکر غسل آتشیں بود
زمیں مغلوب گشت و چرخ غالب | چو برتر از زمیں چرخ بریں بود
زبخششہائے شاہ بندہ پرور | امارت بود خاتم او نگیں بود
پے ہر بادہ کش تا بود ساقی | شراب خوشدلی در ساتگیں بود

نہ آں بادہ است در ساغر نہ ساقیست
اگر باقیست ذکر خیر باقیست

مرثیہ عزیزہ نسیم فاطمہ دختر خرد عزیزی و محبی مولوی ناظم علی صاحب وکیل ہائی کورٹ

گلے زگلشن ما رفت و گلشن ابتر شد | بہار گلبن ما با خزاں برابر شد
گل شگفتہ بصد رنگ و بو ز جور فلک | بساں برگ خزاں دیدہ خشک و اصفر شد
بیک ہوا چمن و دماں دگرگوں شد | نسیم ما ز میاں رفت و قف صرصر شد
شنید طرفہ صفیرے ز عالم بالا | بسوے سدرہ رواں مرغ دست و پر شد

کسے کہ مایۂ صبر و سکون مادر بود — برفت و داغ دل بیقرار مادر شد

وفا نکرد باو عمر بیوفا اینجا — برائے داد سوئے بارگاہ داور شد

بخویش برو چنیں عطر اشک اہل عزا — کہ خاک زیر زمیں سربسر معطر شد

برائے عفو گناہان ما سیہ کاران — کفیل اجر و شفاعت بروز محشر شد

نشست نقش جوان مرگیش چنان بر دل — کہ سال آن "رہ جنت گرفت" از بر شد
۱۳۵۸ھ

زبینوائی محوی کنوں چہ می پرسی — کہ بینوا بد و زیں درد بینوا تر شد

نوحہ بیاد محب دلی میرزا نذیر بیگ (علیگ) المخاطب بہ نذیر جنگ مرحوم

غلط نکردم اگر اے نذیر جنگ ترا — جہان مہر و وفا جان دوستان گفتم

زکارہائے فتوت کہ کردۂ بجہان — شگفت نیست گرت حاتم زمان گفتم

بیاد وسعت خوان کرم کہ گستردی — لبے حکایت مہمان و میزبان گفتم

؎ جن لوگوں نے مرحوم کا بچپن اور جوانی دیکھی تھی وہی ان کی حسن صورت اور حسن سیرت کا کچھ اندازہ کر سکتے ہیں۔ مرحوم علاوہ ان خداداد اوصاف کے بیحد فیاض اور کشادہ دل واقع ہوئے تھے۔ علیگڈھ کے طلبا کے ساتھ انکو غیر معمولی محبت تھی۔ اکثر ان میں سے برسوں تک انکے مہمان رہے۔ تمام مردانہ کھیلوں میں ان کو کامل دستگاہ تھی اور غیر معمولی طور سے قوی تن اور قوی دل تھے۔

بذکر حسن دل آویز و خلق دلکش تو — چہ قصہ ہا نہ بیاراں نکتہ داں گفتم

غبار خاک چو پوشید روئے روشن تو — کجاست مہر درخشاں بآسماں گفتم

چو مرد وار گزشتی ز رزمگاہ جہاں — گراں رکاب و سوار سبک عناں گفتم

قوی عزایم و بالا بلند و شیر شکار — چہ ساں شکار تو شد مرگ ایں جواں گفتم

چو کارواں جنوں خیمہ زد بمصر دلم — بیار یوسف ما را بہ کارواں گفتم

شگفتہ بود بصد رنگ بوئے گلے چمن — کجا شد اں گل رعنا بگلستاں گفتم

ز سال ہجر چو یاراں بزم پرسیدند — "نذیر جنگ ہمایوں جناں مکاں گفتم"

۱۳۶۰ھ

نوحہ بر مرگ سر محمد یعقوب (علیگ) مرحوم کہ رکن رکین انجمن طلبائے قدیم علیگڈھ و یکے از عنایت فرمایان مخلص بود

"اشک غم"

۱۳۶۱ھ

کدام چشم کہ از مرگ او پر آب نشد — کدام دل کہ ز ہجرش بہ پیچ و تاب نشد

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ان کی موت مادر درسگاہ کا ایک ناقابل تلافی نقصان تھا۔

کدام جائیے کہ یعقوب ما چو یوسف مصر بہ بزم آمد و منظور شیخ و شاب نشد

ز کاروانی ایں مرد حق گزار مپرس کدام کار کہ او کرد و کامیاب نشد

رہ فریضۂ دنیا و دیں و ملت و ملک چناں برفت کہ دور از رہ صواب نشد

دمیدہ بود گل نو دریں چمن لیکن ز تند باد حوادث بآب و تاب نشد

ہزار جوہر تاباں نہاں بذاتش بود ہزار حیف کہ ایں اختر آفتاب نشد

ہنوز چہرہ زیبائے اوست پیش نظر حجاب چیست زیاراں و در حجاب نشد

دعائے مغفرت او چہ ساں کنم باور کہ خاست از تہ دلہا و مستجاب نشد

کدام قطرہ باراں ز فیض ابر کرم رسید در صدف و گوہر خوش آب نشد

کدام کس کہ در آمد دریں جہاں و نرفت کدام خانہ کہ معمور شد خراب نشد

نہ یافت وسعت دریا نہ منزل مقصود روانہ تا سوئے یم کشتی حباب نشد

کدام کالبد آب و خاک در عالم کہ زد شمردہ نفس باز خاک و آب نشد

تمام فلسفہ مرگ و زیست صبر و سکوں بکار بر دم و تسکین اضطراب نشد

دل شکستہ و ایں چشم خونفشاں محوی
بضاعتیست کہ حاصل ز اکتساب نشد

تواریخ وغیرہ

تاریخ وفات عزیزی قطب الدین احمد (قطب یار جنگ)

قطب ما مرد دنیا تو دل از نالہ ہنوز
"کاروان رفت ہمہ بانگ درامی آید"
۱۳۵۱ھ

خدا رحمت کند ایں خانماں برہم زن مارا
کہ بے تاب و تواں بگذاشت ہم جان ہم تن مارا

بایں آسانی وزودی نہ باور داشتم محوی
کہ از پا افگند شیر قضا شیر افگن مارا

تاریخ وفات والدہ رشید و حبیب احمد (محمدی بیگم صاحبہ) بوزیگا پہلم

(۱۲ر جنوری ۱۹۳۳ء مطابق ۱۵ر رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ روز پنجشنبہ دو ساعت روز وقت)

بساط عیش فگندی بہ تکیہ گاہ جناں
شدی بسہل و بہ مشکل گذاشتی مارا

"تو اے مسافر دل شادماں چہ میدانی"
تپیدن دل عزلت نشیں شیدارا"
۱۳۵۱ھ
۱۹۳۳ء

تاریخ وفات

عزیزی حاجی محمد رفیع صاحب بمقام قاضی پیٹھ

۲۴ ر رمضان المبارک ۱۳۵۱ ہجری

زمرگ جان برادر رفیع پاک گہر — زخون دیدہ کدام آستیں نہ ترگر دید
برائے سال وفاتش بہ آہ "محوی" گفت — "عزیز بود زمردن عزیز ترگر دید"
۱۳۵۱ - ۶ + ۱۳۴۵ = ۱۳۴۵

تاریخ وفات محبی ڈاکٹر خواجہ معین الدین بانی کارخانہ پارچہ بافی در مدینہ منورہ

حیف مردے درخور تحسیں بمرد — یادگار صحبت پیشیں بمرد
در مدینہ نوحہ خواں ہر مرد و زن — خادم دلسوز شاہ دیں بمرد
ماحی رسوائی رسم سوال — حامی صناعی و تمکیں بمرد
موجب آسائش و راحت برفت — باعث بہبودی و تسکیں بمرد
شاطر حق باز رامات او فتاد — قایم خیرات را فرزیں بمرد
از سر حکمت بخواں سال وفات (۹) — ڈاکٹر خواجہ معین الدیں بمرد
۱۳۵۱ + ۹ - ۱۳۶۰

قطعہ تاریخ وفات جواد جاہ یکے از فرزندان اعلیحضرت نواب میر عثمان علی خاں دام اقبالہٗ که در عہد طفلی فوت شد

ز ہجر جگر پارہ جوّاد جاہ ‏‏— دل یک جہاں گشت از غم تباہ

بگفتم بدل اے دل ناتواں ‏‏— مشوراں مرا تا نہ شور و جہاں

"ز دیندار طفلے کہ در خاک رفت" ‏‏— چہ شورم کہ پاک آمد و پاک رفت

۱۹۳۵+۱ = ۱۹۳۶ء ‏‏— ۱۳۵۵ = ۱۳۵۶ - ۱ھ

پے سال مصرعہائے اخیر ‏‏— یک افزا باول ز آخر بگیر

قطعہ تاریخ وفات والدہ ماجدہ اعلیحضرت بندگانعالی نواب میر عثمان علی خاں دام اقبالہٗ

ز ترک نعمت دنیا چہ غم بادر شاہ ‏‏— کہ بہر او بجناں راح و روح و ریحانست

"در نجف" زنباطے بچیں کہ خفتہ براں ‏‏— "کنیز فاطمہ و اُم شاہ عثمانست"

۳۳۷ ‏‏— ۱۳۹۰ = ۳۳۷ - ۱۹۹۷

تاریخ وفات سر شاہ سلیمان مرحوم امیر جامعہ علیگڈھ و جج فڈرل کورٹ

مضطرب قلب ہر مسلمانست ‏‏— ماتم مرگ سر سلیمانست

عہ اعلیحضرت بندگانعالی دام اقبالہٗ نے سر سلیمان مرحوم کی وفات کی نہایت عمدہ تاریخ "بر بودہ بہ زمیں تخت سلیمانی را" فرمائی تھی جو مولانا خواجہ حسن نظامی نے اپنے پرچہ منادی میں شایع کرکے استدعا کی تھی کہ لوگ اس پر مصرعہ لگا کر روانہ کریں تو وہ شکرگذار رہیں گے ۱۳۶۰ھ ۱۹۴۱ء

بود یک دردمند قوم نہ ماند | یارب ایں درد را چہ درمانست
خادم علم بود و محسن ملک | فرض بر ہر دو شکر احسانست
شرع، قانون، ہندسہ، ہیئت | ہر یک از فوت او بہ نقصانست
آیتے بود در ہمہ دانی | گریہ بر خواجہ ہمہ دانست
کشور عدل را سلیماں بود | تخت ایں ملک بے سلیماں است
۱۵۵۱ ۱۹۱ = ۱۳۶۰ آ
بیت بالا ز مصرعہ ثانی | مخبر فوت شاہ ذیشانست
یافت نام نکو کہ در عالم | حاصل زندگی انسان است
یافت مدفن بہ سر زمیں کہ براں | ابر رحمت مدام بارانست
غم مخور بہر جامعہ محوی | مال خود را خدا نگہبانست

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مناوی میں درج کئے جائیں گے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کہیں سے مصرعے نہیں آئے۔ بیت بجائے خود بہم پہنچائے تھے۔

حیف بر فوت سلیمان ہمہ دانی او | بود در علم نہ کس ہمسر نے ثانی او
باد کاں بود دلیفر ماتش چو برگشتہ از او | بر بودہ بہ زمیں تخت سلیمانی او
۱۱ ۱۹ ۶
سال فوت است ز افکار جہانیاں کن | باد یارب بجہاں در جہانبانی او

تاریخ انتقال محبی سراج یار جنگ مرحوم

سراج ما برفت از بزم احباب ‏ ‏ ‏ روانش در جناں آباد بادا

بگفتم سال فوت از روئے اخلاص ‏ ‏ ‏ زنعمتہائے جنت شاد بادا
(۱) ‏ ‏ ‏ ۱۳۶۰ = ۱ + ۱۳۵۹

تاریخ وفات محبی اختر یار جنگ مینائی مرحوم

رفت از دنیا لطیف احمد کہ بود ‏ ‏ ‏ مصدر لطف و کرم بے ریو و رنگ

ہست ایں کتابہ ہم سال مسیح ‏ ‏ ‏ "مرقد عالیٔ اختر یار جنگ"
۱۹۴۰ء

تاریخ وفات لیڈی حیدری

بود بر خلق حیدری بیگم ‏ ‏ ‏ مہرباں تر ز مام بر اولاد

بہر سال وفات محوی گفت ‏ ‏ ‏ "مادر خلق مرد نیک نہاد"
۱۳۵۹ھ

تاریخ بنائے مسجد جودی در کوٹھی رمبولڈ

شد ز جود حضرت عثمان علی شاہ دکن ‏ ‏ ‏ مسجد جودی بنا و قبر معصوم دراں

ہست تاریخ بنائے ایں مقام دلکشا ‏ ‏ ‏ خوابگاہ شاہزادہ سجدہ گاہ مرزباں
۱۳۵۶ھ

تاریخ افتتاح آرٹ کالج جامعہ عثمانیہ از دست اعلیحضرت

شاہ آگاہ از حقایق علم | بشگفانید صد شقایق علم
گشت تاریخ ایں مبارک جشن | افتتاح در حدایق علم
۱۳۵۸ھ

تاریخ وفات مسٹر حیدری (حیدر نواز جنگ) مرحوم سابق صدر اعظم باب حکومت

طفیل خدیو دکن حیدری | بسے یافت عز بسے برتری
بسے دید اینجا نشیب و فراز | بسے کہتری و بسے مہتری
بدانشوری و بفرزانگی | مسلم شد آخر برادستری
بعالم ہمہ عہدہا رافت است | چہ عہد جہانگیری و اکبری
چو دور عروجش بپایاں رسید | طلب کرد داور پے داوری
بفرمود ہاتف پے سال فوت | بگوشم ز راہ کرم گستری

بیک جنبش مسلک آسماں
نہ حیدر بجا ماند و نہ حیدری
۱۳۶۰ھ

"

تاریخ وفات محبی میر عاشق علی صاحب مرحوم سابق مہتمم کوتوالی اضلاع سرکار عالی

افسوس میر عاشق علی فخر دودماں — از دودماں برید و بسوئے جناں برفت

روز چہار شنبہ ز شعباں چہار و نہ — ہنگام عصر بود کہ آں پاک جاں برفت

ہفتاد و شش منازل ایں تیرہ خاکداں — مردانہ طے نمودہ بصد عز و شاں برفت

پرسند گر ز سال وفاتش جہانیاں — محوی بگو کہ "عاشق علی از جہاں برفت"

۱۳۴۰ھ

تاریخ انتقال ظہیر الدین احمد فرزند منشی قاضی رونق علی صاحب فتحپوری مرحوم

شد ظہیر الدین احمد چوں ازیں عالم رواں — گشت خم پشت پدر از مرگ پور نوجواں

محوی خاطر حزیں بنوشت سال عیسوی — بے تامل از ظہیر الدین فردوس آشیاں

۱۹۲۲ء

تاریخ وفات شاہ حامد علی مخدومی امیٹھوی

برد حامد علی چو تحفہ جاں — بر در بارگاہ لم یزلی

گفت روح الامیں کہ روزی باد — "تاج جنت بشاہ حامد علی"

۱۳۴۷ھ

تاریخ وفات تاج النسا بیگم زوجہ محمد عبدالسلام صاحب حقانی کہ بعد از چند ماہ از زوج انتقال کرد

یارے صباح آمد و ہنگام شام رفت	لیکن نہ بوئے پیرہنش از مشام رفت
محوی شنید سال مسیحی ز ہاتفے	تاج النسا بگوشۂ دار السلام رفت

۲۵ ۱۹ ء

تاریخ وفات ہمشیرہ عم زادہ بندہ رقیہ بیگم اہلیہ برادرم مولوی حکیم محمود علی صاحب مرحوم

(مرقد رقیہ بیگم امیدوار رحمت از درگاہ الٰہی)

۲۵ ۱۹ ء

فضل از خدا شفاعت فضل از حبیب باد	وز فاطمہ بمقام رقیہ قریب باد
محوی بالتماس دعا سال فوت او	"گفتہ کہ اصل راحت جنت نصیب باد"

۱۳۴۴ ھ

تاریخ وفات برادرم مولوی حکیم علی محمد صاحب مرحوم

"مزار مولوی و حکیم علی محمد ذبیح"

۱۳۴۶

بقا کجاست کسے را دریں مقام فنا	بقاست بہر خدا و خداست بہر بقا
حکیم حاذق و دانا علی محمد بود	جہاں فضل و کرم آسمان مہر و وفا
چو او برفت تو گوئی برفت عیش و نشاط	چو او بمرد تو گوئی بمرد مجد و علا

بہ پنجشنبہ ز شعباں ہنم بوقت غروب ۔۔۔ ز چشم گشتہ نہاں آفتاب و دہ ما
بگوش من غفر اللہ گفت روح القدس ۔۔۔ بحسن خاتمہ او ز عالم بالا
۱۳۴۶ھ
برائے سال مسیحی الف بکش محوی ۔۔۔ ز قول خویش کہ "گل شد چراغ صدق وصفا"

تاریخ وفات محبی میجر شایق حسین خاں صاحب سفیر حسب فرمایش برادر نسبتی نواب کاظم حسین خاں صاحب مرحوم

(۱) ۱۹۲۸ ۱۹۲۹-۱=۱۹۲۸

میر شایق حسین خاں سفیر ۔۔۔ سفر آخرت گزید و برفت
گفت کاظم برادرش تاریخ ۔۔۔ بلبلم یک نفس کشید و برفت

تاریخ وفات مولانا مولوی احمد علی صاحب مرحوم سابق میر منشی کمشنری و رزیڈنسی دہلی والد بزرگوار مولف

۱۳۰۲

ز عمرم دو منزل نہ طے شد کہ ناگہ ۔۔۔ پدر رہبرم را زمانہ سر آمد
چناں رفت فارغ ز او کار عالم ۔۔۔ کہ تاریخش از لفظ "فارغ" بر آمد
۱۲۸۱ھ
دل سادہ من ز درد یتیمی ۔۔۔ بشد خوں و بیروں ز چشم تر آمد

تاریخ وفات لطف النسا بیگم اہلیہ نواب سید نظام الدین فرزند جنگ مرحوم

"لطف النسا بمرد و سما برہم اوفتاد"
۱۳۵۶ھ

یعنی کہ دل فسردہ برنج و ہم اوفتاد
۱۳۴۷ف

زیں بیت سال ہجری و فصلی بخواند چشم

ہرچند آں زغصہ و غم پرنم اوفتاد

کتابۂ تاریخ وفات فاطمہ بیگم دختر کپتان احمد مرحوم و اہلیہ حکیم ڈاکٹر حامد علی

(نواب حامد یار جنگ بہادر)

دختر احمد زن حامد علی		خفتہ دریں جائے بصد رحمت است

سال وفاتش و ہم الہام غیب		فاطمہ در بزمگہ جنت است
۱۳۲۷ھ

ہادم لذات بخواں گر ترا		مرگ پئے غمزدگاں راحت است

دار جہاں با ہمہ نقش و نگار		منزل غم جائیگہ زحمت است

تاریخ وفات حبیبہ بیگم دختر قطب یار جنگ بہادر

وحشتکدہ قبر کہ جائے خوف است و رجا		"آرام گہ حبیبہ خاتون بادا"
۱۳۵۹ھ

تاریخ وفات فرزندم احمد سعید

سعید رفت و جہاں شد بچشم ما تاریک
"چراغ دودۂ دل سوگوار ما گل شد"

دیگر

۱۹۴۵ء

بودم بفکر سال وفاتش کہ ناگہاں
ہاتف بگفت "داغ سعید جناں مکاں"

تاریخ وفات نسیم فاطمہ دختر خورد محمد محی الدین مہوی میر ناظم علی صاحب وکیل ہائیکورٹ

۱۳۶۴ھ

دخت جواں سال ناظم علی
چوں بجناں منزل راحت گرفت

محوی غمگیں پے سال وفات
یافت ز ہاتف "رہ جنت گرفت"

تاریخ طبع دیوان جناب معین الدولہ مرحوم والی پائیگاہ آسماں جاہی مسمی بہ معین سخن

۱۳۵۸ھ

امیر و کن دلنواز سخن
عیاں کرد بر خلق راز سخن

نشید سخن تا بگردوں رسید
چو زد زخمہ کلکش بساز سخن

بصید ہنر بران معنی دید
بدشت بیاں یکہ تاز سخن

ہمائے مضامیں بداشن فتاد
چو بکشاد پر شاہباز سخن

سخن را ز پستی ببالا کشید
بادہست ناز و نیاز سخن

بلطف بیانش فزونی وہاد
زباں آفریں کارساز سخن

نگردد ز دست بلندش رہا   گہے تار زلف دراز سخن

پے سال چالش مسیحا سرود   "معین سخن فرّ ساز سخن"

۱۹۳۸ء

تاریخ وفات تجمّی شاہ

"قاضی سلیماں حقایق مآب"

۱۳۵۶ھ

"نیک خصلت پاکدیں پاکیزہ خو"

۱۹۳۶ء

"دارثی درویش زیبائے زماں"

۱۳۵۶ھ

متفرقات

غزل

وصال یار طلب کردن از ادب دور است | بریں گواہ کلیم و تجلی طور است

بہ کیش قاعدہ دانانِ عشق بستہ زباں | سوال و عرض تمنا خلاف دستور است

کشاد دولت جہانست در کف استاد | وجود آدم خاکی لباس مزدور است

کشادہ اند بروئیت خزینۂ دو جہاں | طلب ز تست عطایش بدست گنجور است

بغیر سوزِ دل انساں نمی شود انساں | شراب تا نزند جوش آب انگور است

فدائے طرفہ نگارے شوم کہ در ہمہ حال | نگشت دور ز دل گرچہ از نظر دور است

بدرد خویش بیافزا کہ بہ شود رنجور | عطائے رطل گراں تر دوائے مخمور است

چرا نہ آب حیات آید از نم لب یار | شفائے ناس اگر در لعاب زنبور است

نوائے پند حریفاں منبر و محراب | اگر ز دل نہ بر آید صدائے طنبور است

پیام مرگ رساند بخلق زور واسن | نوید زندگی نو بحق منصور است

جہانست زندہ ز آب جبین محنتیاں | زمانہ شکر گزار است و سعی مشکور است

بزور علم زمیں نرم شد فلک نزدیک | کنوں مگو کہ زمیں سخت و آسماں دور است

نگشت گرم دل سرد ما ز مے عشرت | دریں شراب مگر امتزاج کافور است

فغاں بغربت و ویرانی وطن چہ کنی | ز سیل حادثہ عالم تمام معمور است

بنظم بسمل و محوی نگر کہ پنداری
کہ فتحپور ز لطف سخن نشاپور است

در گلشن بخت تو طرب سازی باد | صد عیش و نشاط و سرفرازی باد

ہر کس کہ ترا خیر نخواہد یا رب | ہموارہ پریشاں چو گل بازی باد

عہ یہ غزل مولوی مہدی علی بسمل کی غزل کے تتبع میں ایسے زمانہ میں لکھی گئی جبکہ دیوان طبع ہو رہا تھا۔ مولوی مہدی علی بسمل مرحوم ہمارے اجداد میں تھے اور فارسی زبان کے بڑے ماہر اور مسلم استاد مانے جاتے تھے۔

آنانکہ بر طریق تو گامے نہادہ اند — بہر شکار عالمے دامے نہادہ اند

اے رہرو طریقت شائستہ شاد باش — بر ہر سبیل بہر تو جامے نہادہ اند

کتابہ حسب فرمایش مکرمی نواب دوست محمد خان صاحب براے محراب کہ بیادگار مقدس درجاگیرش تعمیر کردہ اند

بر آں کسے کہ بخواں زمانہ جہانست — رہین منت و پابست بند احسانست

رسید خواجہ بجاگیر خویش و خلق سرود — بیا بیا کہ ترا جائے در دل جانست

اگر بیت دوم را بایں طرز نویسند تاریخ تعمیر محراب ہم ظاہر می شود

بہم کشید رعایا نوا چو خواجہ رسید — بیا بیا کہ ترا جائے در دل جانست

۴۷ — ۱۴۰۰ - ۴۷ = ۱۳۵۳ھ

چار اوصاف بود لازمہ خدمت شاہ — بخت و برنائی، کار آگہی و دانائی

بندہ پیر جز اخلاص ندارد ہنرے — در حقش شاہ جواں بخت چہ میفرمائی

خدا کہ کار دو عالم بیک نظام کند — بحسب حوصلہ حکمے بہ ہر کدام کند

نوشتہ است کہ از ہمت خدیو دکن — مہم محنت من بسر علی امام کند

قطعہ حسب فرمایش محبی نذیر جنگ مرحوم برائے رسالۃ القرآن

ہست قرآں موجب خیر و فلاح | گر باندازیکہ گویم خوانیش
پوست را بگذار یعنی لفظ محض | مغز را بردار یعنی معنیش

ساقی شراب درد را از خم کش و در جام کن | ایں کیمیائے خاص را برخیز و وقف عام کن

رباعی

عالم ہمہ جسم است تو جانی ایجاں | مجموعہ حسن دو جہانی ایجاں
آں خوبی خود کہ بر وے عالم محو است | از محوی خود ہر پس گردانی ایجاں

رباعی

بے آتش عشق کیمیائے نشوی | تا خود نشوی درد دوائے نشوی
جاہیت بمیان سرخ رویاں ندہند | تا کشتہ دشت کربلائے نشوی

اے مرد زنے زری چہ رنج است ترا | چوں پنج حواس پنج گنج است ترا
ہر نکتہ کہ ریخت کلک محوی گہر است | گر طبع رسا و نکتہ سنج است ترا

رباعی

دریا جوشید و قطرہ پیدا گردید — بیچارہ بسے بدشت و صحرا گردید
یادش ز وطن آمد و گم شد ز میاں — پیوست بہ اصل و باز دریا گردید

تضمین یک مقطع حافظ حسب فرمائش سر مہاراجہ بکینٹہ باشی[1]

کسے ز چنبر عشق تو رستگار مباد — مباد از تو رہائی و زینہار مباد
رہا ز حلقۂ فتراک ایں شکار مباد — خلاص حافظ از آں زلف تابدار مباد

کہ بستگان کمند تو رستگارانند

تغافل از دو غریباں دل فگار مباد — قرار در دل ایں ہر دو بیقرار مباد
رہا ز دام نظر محوی نزار مباد — خلاص حافظ از آں زلف تابدار مباد

مثنوی سنہ ۱۳۲۱ ف

ہر کہ بجاں فوق ہنر پرورد — داغ الم کے بہ جگر پرورد
کے بہ سر زید خسیساں شود — کے زپئے جمع پریشاں شود

---

[1] سر مہاراجہ کشن پرشاد بکینٹہ باشی نے اپنی ایک تصنیف میں ان علوم اور فنون کا ذکر کیا ہے جن کے ساتھ انکو تمام عمر دلچسپی رہی۔

سکے سراو رحمت درد آور د — کے دل گر کش و مرہم سرد آورد

بہر چشم جمع کمانش بست — جائے خدم حیل خیالش بست

بہر دل آرائی و رفع ملال — شغل ہزار است بہ اہل کمال

شعر و سخن

گر کند اندیشہ شعر و سخن — لالہ دماند چمن اندر چمن

چشم تامل چو بہ دیواں کند — خانہ نشیں سیر گلستاں کند

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ جن میں ان کو ایک درجہ یقیناً مہارت حاصل تھی۔ منجملہ ان کے تصوف شاعری موسیقی مصوری خطاطی، تیر اندازی، چوگان بازی، تفنگ بازی، ہیئت، نجوم، رمل، طب اور طباخی قابل ذکر ہیں۔ جب سر مہاراجہ موصوف مدار المہامی کی خدمت سے علیحدہ ہو گئے تو یہاں کے عام قاعدہ کے مطابق لوگوں نے ان کے پاس آنا جانا چھوڑ دیا۔ سر مہاراجہ صحبت کے شیدائی تھے۔ تنہائی انکے لئے عذاب جان تھی۔ بحد پریشان خاطر اور رنجیدہ رہتے تھے۔ مولوی نظیر حسن سخا نے جو سر مہاراجہ کے بچوں کو پڑھاتے تھے اور میرے قدیم دوست تھے مجھ سے کہا کہ آجکل مہاراجہ تنہائی وغیرہ سے نہایت رنجیدہ اور افسردہ رہتے ہیں۔ میں نے کہا ان جیسے شخص کا جو بہت سے علوم و فنون کے ساتھ دلچسپی اور ان میں تھوڑا بہت دخل بھی رکھتا ہو بیکاری اور تنہائی سے گھبرانا تعجب انگیز ہے وہ اپنا تمام

خطاطی

گاه ز نوک قلم زرنگار ‌‌ ‌ حرف برآرد چو گہر آبدار
دایره و مرکز و اماله کشد ‌ ‌ ‌ بر خط خوباں خط بطلاں کشد

مصوری

گاه به جادوگری مو قلم ‌ ‌ ‌ لوح کند روکش باغ ارم
طرفه جهانے بجہاں آورد ‌ ‌ ‌ خالق خلق است چو جاں آورد

فلکیات

گاه به تار نظر دوربیں ‌ ‌ ‌ صید کند طایر گردوں نشیں
خوار گزارد کرهٔ خاک را ‌ ‌ ‌ سیر کند گنبد افلاک را

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ وقت ان علوم اور فنون کی تکمیل میں صرف کرکے نہایت خوشی اور آرام کی زندگی بسر کرسکتے ہیں
سخا نے کہا کہ آپ کا خیال تو بالکل صحیح ہے مگر یہ خیال آپ ہی انکو دلا سکتے ہیں۔ سخا کے کہنے اور اصرار سے یہ نظم لکھی گئی تھی۔ بہرحال راجہ
اپنی جبلی عادت کے مطابق لمبا چوڑا شکریہ لکھ کر دل افزائی فرمائی۔

نجوم

پرده برانداز دو آرد عیاں　　راز سراپرده هفت آسماں

رمز سرافگندگی و برتری　　خاصیت مهر و مه و مشتری

رمل

فکر کند گر به اصول رمل　　نیک بداند شر و خیر عمل

هر که دریں کار ریاضت کند　　از همه سو کسب سعادت کند

طبابت

میل کند گر سوی علم بدن　　رنج بگیرد طرف کاستن

سود بسے زاں به مریضاں رسد　　صاحب هر درد به درماں رسد

موسیقی

گوش نواگیر و لب نغمه سنج　　هر دو برون جسته ز آلام و رنج

کلفت غم ایں به سماعے برد　　درد درون آں به نواسنجے برد

چوگان بازی

گاه دم از مردی و میداں زند — اسپ برانگیزد و چوگاں زند
گوئے دلیری ز دلیراں برد — صید ز سر پنجۂ شیراں برد

تیر و تفنگ اندازی

ایں بہ ہند تیر و کماں آورد — جوہر پوشیدہ عیاں آورد
عرصہ کند تنگ بشیر و پلنگ — از قدر اندازی تیر و تفنگ

طباخی

گاہ پئے اہل ہنر خواں نہد — بر سر خواں نعمت الواں نہد
ہست کریمی نہ شکم پروری — بست کمر گر پئے خولیگری

تصوف

گام چو در راہ طریقت زند — با ہمہ ناموس شریعت زند
راہ دراز است و پر از پیچ و خم — خطرہ پا لغزیہ ہر یک قدم
قافلہا رفتہ پس یکدگر — یک ز دگر بیخود و شوریدہ تر

کس نہ نشاں داد کجا می رود   کس نہ بیاں کرد چرا می رود
شعلۂ شوقیست کہ سر میکشد   قوت جذبیست کہ در میکشد
ذوق دریں مرحلہ ہا ہمسفر   شوق دریں معرکہ ہا راہبر
کلفت ایں راہ ز راحت فزوں   راحت تسکیں ز جراحت فزوں
نشۂ ایں خمکدہ پایندہ تر   تلخی ایں جام خوش آیندہ تر
راہ نورداں ہمہ تشنہ لباں   عقل و خرد سوختگاں بے زباں
بوئے ز خوناب جگر می دہند   نالہ چو بے ساختہ سر می دہند
قافلہ ہا گرچہ رواں کردہ اند   منزل مقصود نہاں کردہ اند
کس گزرے زیں رہ مشکل نکرد   تا مددش صاحب منزل نکرد

خطاب

غم مخور اے خواجہ عالی گہر   غم خورد آنکس کہ ندارد ہنر
تو کہ ز علم و ہنر آسودۂ   از تب و تاب الم آسودۂ

بزم بآرا سخن آغاز کن — صحبت ارباب هنر ساز کن

دور فگن غصه و اندیشه را — خاص کن اصحاب هنر پیشه را

مهر طرازان وعقیدت اساس — نکته نوازان و معانی شناس

آنکه ز هر علم سخن آورند — حرف ز هر نو و کهن آورند

شهرهٔ آفاق بجان پروری — نام بر آورده بتمام آوری

مهر چو از کام و دهان افگنند — غلغله در بزم جهان افگنند

همدم این صحبت آزاد باش — شاد بخور. شاد بزی. شاد باش

جان تو از بند غم آزاد باد

خان تو چون جان تو آباد باد

تمت

غلط نامہ دیوانِ محوی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۷	پری	بری (مصرعہ ثانی)
۴	۳	نگذار	نگداز
”	۱۱	گو ستم	ز ستم
۱۸	۱۰	چو دل	چوں
۴۶	۷	بیا	بیار
”	۱۶	لعل و شکر خا	لعل شکر خا
۵۴	۲	زاید	خیزد
۵۵	۱۳	سُوت	صَوت
”	۱۷	اد	داد
۵۷	۸	با ار	بازار
۶۱	۱۸		خو مصرعہ داوین میں ہونا چاہیے عرفی کا مصرعہ ہے ۔
۶۷	۱	زورو	زور
۷۵	۰		شعر اول شعر طرح ہے۔
۸۱	۲	کہ	کہ گہ
۸۴	۱۴	گہ	گر
۸۶	۱	خانمانہ	خانخانہ
۹۲	۱۶	سجدگاں	سجدہ گاہ
۹۳	۴	آشانت	آسمانست
۹۶	۱۰	دارلت یار	دولت یار
۱۰۲	۱۰	نگار	نگاہ
۱۰۴	۱۱	دست	دوست
۱۱۰	۱۲	چو	چوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۳	۹	محمد وجال	محمد وحال
۱۱۸	۱۵	فٹ نوٹ چھوڑ دیا ہے جو حسب ذیل ہے - ع ہمارے قدیم دوست مولوی میرزا غلام مصطفیٰ بیگ صاحب رسا نے مندرجہ بالا مصرع خواب میں سنا تھا۔ اسی پر یہ نظم لکھی گئی تھی۔	
۱۲۳	۱۱	بحر بے پایاں شکستیم	بحر بے پایاں عشقیم
۱۲۷	۱۱	وزدوازی	وزدرازی
۱۲۸	۱۱	از	در
"	"	لباش	مباش
۱۳۰	۵	رگزور	راہ گزار
۱۳۱	۱	ظہور	طہور
۱۴۳	۷	بیار	بہار
۱۴۴	۱۰	بیار	بیاد
۱۶۸	۱۲	ودمی	دمی
۱۶۹	۲	ارند	آرزو مصرع دوم
۱۷۱	۱	خرندند	خرند
۱۷۴	۱۷	اندو	اندر
۱۷۵	۷	حدائے	فدائے
"	۵	ندادہ	ندادہ اند
"	۸	جاویداں	جاوداں
۱۷۹	۱۷ نوٹ	خط	چند
۱۸۲	۱	گگر	گہ
۱۸۳	۴	بے توا	بے نوا
"	۵	چر	چرا
"	۶	وہ	در
"	"	وست	وست و

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۳	۱۰	نشیمنی	نشیمنی
″	۱۵	جا	چہ
″	۱۷	چہ	چرا

مجموعہ غزلیات مولوی عبدالکریم صاحب مالک محمودیہ پریس چارمینار کے بھروسہ پران کے مطبع میں طبع کے لیے دیا گیا تھا۔ مولوی صاحب موصوف جس قدر اچھے آدمی ہیں اسی قدر ان کے مطبع کا انتظام خراب ہے اس مجموعہ کی اکثر کاپیاں اور پروف بغیر میرے پاس بھیجے اور بغیر میرے معائنہ کے چھاپی گئی ہیں اسوجہ سے بہت سی غلطیاں رہگئی ہیں۔ برخلاف اس کے متفرقات کا جزو سجاد پریس کوٹلہ عالیجاہ میں طبع ہوا ہے۔ مالک مطبع مولوی برہان الدین صاحب کی توجہ اور مستعدی کی بدولت اس میں بہت کم غلطیاں ہوی ہیں اور اسکی طباعت محمودیہ پریس کی بے انتہا خراب اور تباہ طباعت سے بدرجہا بہتر ہے۔

دیباچہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۰	پہاڑوں	پہاڑوں
۹	۴	متروک	داعی۔ حاجی فتح اللہ مفتون یزدی۔

متفرقات ضمیمہ دیوان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴	۳	زیاں	زبان
″	۷	صرقہ	صرفہ
۲۸	۱۸	دود	دُزد
۳۲	۱۴	تاتیر	تاثیر
۳۳	۱	جود	بود
۳۵	۸	بہ	بر
۴۲	۵	جاے	جارے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۶	۴	اُہ	راہ
۶۹	۸	مکان گفتم"	مکاں" گفتم
۷۲	۷	ازسر حکمت	باسر طیبہ
۷۴	۵	۱۵۵۱، ۱۹۱	۱۵۵۱-۱۹۱=۱۳۶۰
۷۸	۱۲	حاذق دانا	حاذق و دانا
۸۰	۴	زیں سبب	زیں بیت

تمت